مختصر مقالات سہ روزہ علمی سیمینار

بہ عنوان

# اسلامی علوم میں

# ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ

منعقدہ

جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس

رجب ۱۴۰۶ھ = اپریل ۱۹۸۶ء

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ، بنارس

Marfat.com

Marfat.com

ISLAMIC RESEARCH CENTRE
JAMIA SALAFIA, REORI TALAB
VARANASI, INDIA

۴۲۲

# مختصر مقالات سہ روزہ علمی سیمینار

بہ عنوان

# اسلامی علوم میں

# ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ

منعقدہ

جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس

رجب ۱۴۰۶ھ = اپریل ۱۹۸۶ء

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ، بنارس

Marfat.com

11/2133

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ


سلسلۂ اشاعت : (٤٢٤)

نام کتاب : اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ

ناشر : ادارة البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

اشاعت اول : ربیع الاول ١٤٠٨ھ = اکتوبر ١٩٨٧ء

اشاعت دوم : ذی الحجہ ١٤٢٨ھ = دسمبر ٢٠٠٧ء

تعداد : گیارہ سو (١١٠٠)

صفحات : (١٨٤)

مطبع : سلفیہ آفسیٹ پریس، بنارس

پتہ

مکتبہ سلفیہ، بی ١٨/١ جی، جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب

بنارس-٢٢١٠١٠ (الہند)

**Maktaba Salafia,** B.18/1-G, Jamia Salafia Marg, Reori Talab

Varanasi - 221010 ( INDIA )


Marfat.com

# فہرست مضامین


| عنوان | | صفحہ |
|---|---|---|
| تقریب اشاعت ثانی | | ۴ |
| اپنی بات | | ۵ |
| فہرست مندوبین کرام | | ۷ |
| تقریب برائے سیمینار | ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری | ۹ |
| سپاسنامہ | | ۱۸ |
| خطاب جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب | | ۲۱ |
| الشیخ المحدث عبدالرحمٰن المبارکفوری | ڈاکٹر عبدالعلی عبدالحمید | ۴۳ |
| الحرکۃ السلفیۃ فی کیرالا | ڈاکٹر ای۔ک۔احمد کٹی | ۵۸ |
| ایک فارسی کتاب | پروفیسر سید امیر حسن عابدی | ۷۲ |
| علوم اسلامیہ اور ہندوستان کے فارسی دانشور | پروفیسر نورالحسن انصاری | ۸۴ |
| فقہی ادب کی ترویج واشاعت میں ..... | پروفیسر مشیر الحق | ۸۹ |
| علماء ہند کی چند عربی تفسیریں | مولانا ضیاء الدین اصلاحی | ۹۶ |
| ہندوستان میں علوم اسلامی کے فروغ میں ..... | پروفیسر شعیب اعظمی | ۱۱۸ |
| علوم اسلامیہ میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ | مولانا عبدالرشید بٹ طاہری | ۱۲۵ |
| اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ | مولانا عبدالعلیم ماہز | ۱۳۳ |
| توحید اور ہندوستانی مصنفین | مولانا محمد الاعظمی | ۱۴۲ |
| علماء ہند اور عربی ادب | مولانا ابوالعاص وحیدی | ۱۵۰ |
| بہار کے مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی ..... | پروفیسر اطہر شیر | ۱۶۵ |
| احوال وآثار حضرت علی ہجویری | ڈاکٹر حفیظ الدین احمد کرمانی | ۱۷۱ |
| اسلامی مخطوطات کی فہرست سازی | جلال الدین انصاری | ۱۸۱ |


●●●

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تقریب اشاعت ثانی

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے جامعہ سلفیہ کا سیمینار بعنوان: ''اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ'' ماہ رجب ۱۴۰۶ھ میں منعقد ہوا تھا، اور اس کے مقالات پر مشتمل زیر نظر مجموعہ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ میں شائع ہوا۔ اب اس کی دوسری اشاعت قارئین کرام کی دلچسپی کے پیش نظر پیش کی جارہی ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ اور آفسیٹ طباعت کی وجہ سے اس اشاعت میں جو خوبی ہے اس سے اہل ذوق واقف ہیں۔

کسی طرح کی پیش بینی کا دعوی کئے بغیر یہ عرض کروں گا کہ جامعہ سلفیہ کے ذمہ داروں نے سیمینار کے لئے جو عنوان منتخب کیا تھا اس کی جو اہمیت پہلے تھی وہ آج بھی قائم ہے، ملت کو اپنے وجود کی بقاء وتحفظ کے لئے اپنے علمی سرمایہ ہی کی جانب لوٹنا ہے، اس ملت نے کتاب وسنت کی پیروی کر کے جس طرح اپنا قائدانہ کردار ادا کیا تھا، اسی جوہر کو پھر پیدا کرنے کی ضرورت ہے، پچھلی دو دہائیوں میں حالات جس طرح بدلے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ علوم کے تئیں مسلمانوں کے رویہ پر قدرے تفصیل سے کچھ عرض کیا جائے، لیکن اس تحریر میں اس کا موقع نہیں۔

میں اس مجموعہ کی دوسری اشاعت کے موقع پر جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران اور بالخصوص ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان کی توجہ سے یہ اشاعت منظر عام پر آرہی ہے۔ اس مقام پر قارئین کرام سے گزارش ہے کہ مندوبین کرام کی جو فہرست مجموعہ میں پیش کی گئی ہے اس میں بعض حضرات راہی ملک بقاء ہو چکے ہیں، ہم نے ان کے نام کے ساتھ کوئی اضافہ نہیں کیا، البتہ ان مرحومین کے لئے مغفرت وجنت کی اور موجودین کے لئے صحت وبرکت کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالی اپنے فضل وانعام کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے، اور جامعہ سلفیہ کو علم وتحقیق کے میدان میں اعلی مدارج تک پہنچائے، آمین۔

(مقتدیٰ حسن ازہری)
۱۹/ رجب ۱۴۲۵ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اپنی بات

جامعہ سلفیہ کے ذمہ دار عرصہ سے یہ چاہتے تھے کہ کسی علمی پروگرام میں ملک کی اہم یونیورسٹیوں کے اساتذہ و محققین کو مدعو کیا جائے، تاکہ اس طرح باہمی تعارف بڑھے اور علمی و تحقیقی میدان میں تعاون کے لئے راستہ ہموار ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے جامعہ کی مجلس منتظمہ نے اپریل ۱۹۸۶ء میں ایک سیمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔

جامعہ کے ذمہ داران واساتذہ کے مشورہ سے سیمینار کے لئے ایک ایسا عام اور وسیع موضوع منتخب کیا گیا جس کے ضمن میں یونیورسٹی اور مدارس اسلامیہ دونوں حلقوں کے علماء و محققین کو اپنی نگارشات پیش کرنے کا موقع مل سکے، ساتھ ہی ہندوستانی مسلمانوں کی طویل علمی تاریخ کے اہم پہلو سامنے آجائیں، جنہیں نمایاں کرنے کی ضرورت اس وقت سخت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے۔

ہمیں بے حد مسرت ہے کہ سیمینار کا تمام علمی حلقوں کی طرف سے خیر مقدم کیا گیا، مدرسوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ و محققین نے اس میں شوق سے حصہ لیا اور مسلم قوم کے ہر دل عزیز مخلص اور بابصیرت رہنما جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب حفظہ اللہ نے اس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت قبول فرمائی، موصوف نے اس موقع پر جو خطبۂ صدارت پیش فرمایا اس میں ہمارے لئے درس عبرت بھی ہے اور سامان نصیحت بھی، امت مسلمہ اس وقت تعلیمی میدان میں اپنی اصلاح کے لئے کوشاں ہے، اسے اس تاریخی خطبہ میں بہت سی مفید باتیں اور رہنما اصول ملیں گے۔

جامعہ سلفیہ کے ذمہ دار اور سیمینار کے کارکن محترم انصاری صاحب کے بے حد شکر گذار ہیں کہ موصوف نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے جامعہ سلفیہ کے سیمینار کو رونق بخشی اور تعلیمی میدان میں ہماری رہنمائی فرمائی۔

Marfat.com

ہم ملک کی یونیورسٹیوں اور دینی تعلیمی اداروں کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے اس سیمینار کو کامیاب بنانے کے لئے پورا تعاون پیش فرمایا۔

آئندہ صفحات میں سیمینار کے ان مقالات کا اختصار پیش کیا جا رہا ہے جو ہمیں موصول ہوئے، اختصار میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ مقالہ کی اصل روح اور اہم نقاط باقی رہیں، ہم اپنے فاضل مقالہ نگاروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس اختصار کے لئے ان سے معذرت خواہ ہیں۔

آئندہ صفحہ پر ان علماء و محققین کی فہرست بھی پیش ہے جنہوں نے سیمینار میں شرکت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس اجتماع کے مفید نتائج سے ہمیں بہرہ ور فرمائے، آمین۔

( مقتدی حسن ازہری )

Marfat.com

# فہرست مندوبین کرام

## (بترتیب ابجد)

| | | |
|---|---|---|
| ۱- | مولانا ابوالعاص وحیدی | استاذ جامعہ سراج العلوم، بونڈیہار، گونڈہ |
| ۲ | ڈاکٹر احتشام بن حسن | شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ |
| ۳ | ڈاکٹر ای۔ کے۔ احمد کٹی | شعبہ عربی، کالی کٹ یونیورسٹی، کیرالا |
| ۴ | ڈاکٹر اطہر شیر | ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ |
| ۵ | پروفیسر امجد علی | صدر شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ |
| ۶ | پروفیسر امیر حسن عابدی | شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی، دہلی |
| ۷ | مولانا انیس الرحمٰن اعظمی عمری | شیخ الجامعہ المحمدیہ، مالیگاؤں، ناسک |
| ۸ | جلال الدین انصاری | بیت الحکمت، مرزا غالب روڈ، الہ آباد |
| ۹ | ڈاکٹر حفیظ الدین احمد کرمانی | شعبۂ فارسی، بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس |
| ۱۰ | مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی | استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو |
| ۱۱ | جناب شیام لال یادو | ممبر پارلیمنٹ، بنارس |
| ۱۲ | مولانا ضیاء الدین اصلاحی | دارالمصنفین، اعظم گڈھ |
| ۱۳ | جناب ضیاء الرحمٰن انصاری | وزیر مملکت، حکومت ہند |
| ۱۴ | ڈاکٹر عبدالباری | شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ |
| ۱۵ | مولانا عبدالحمید رحمانی | صدر معہد التعلیم الاسلامی، دہلی |
| ۱۶ | مولانا قاری عبدالرشید (علیگ) خانجہانپوری | ، لال گوپال گنج، الہ آباد |
| ۱۷ | مولانا عبدالرشید بٹ طاہری | الکلیۃ السلفیۃ، سری نگر، کشمیر |
| ۱۸ | مولانا حکیم عبدالسلام اسلم | کانپور |
| ۱۹ | مولانا عبدالسلام رحمانی | جامعہ سراج العلوم، بونڈیہار، گونڈہ |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰ | مولانا عبدالعلیم ماہر | اتحاد ملت، اٹوا بازار، بستی |
| ۲۱ | ڈاکٹر عبدالعلی ازھری | الدارالسّلفیہ، بمبئی |
| ۲۲ | مولانا عبدالمبین ندوی | دارالمصنفین، اعظم گڈھ |
| ۲۳ | مولانا عبدالواحد عبدالقدوس | خیرالعلوم، ڈومریا گنج، بستی |
| ۲۴ | پروفیسر عبدالودود اظہر | چیرمین سنٹر آف افریقن اینڈ ایشین لنگویجز جواہرلال نہرو یونیورسٹی، دہلی |
| ۲۵ | ڈاکٹر سید کفیل احمد قاسمی | شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ |
| ۲۶ | ڈاکٹر محمد راشد ندوی | صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ |
| ۲۷ | ڈاکٹر محمد شعیب اعظمی | شعبۂ اسلامیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی |
| ۲۸ | پروفیسر مشیرالحق ندوی | شعبۂ اسلامیات، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی |
| ۲۹ | مولانا محمد احمد اثری | جامعہ اثریہ دارالحدیث، مئوناتھ بھنجن |
| ۳۰ | مولانا محمد الاعظمی | مدرسہ عالیہ عربیہ، مئوناتھ بھنجن |
| ۳۱ | پروفیسر محمد معین فاروقی | شعبۂ حیوانیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ |
| ۳۲ | پروفیسر نورالحسن انصاری | صدر شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی، دہلی |

• • •

Marfat.com

# تقریب

## برائے سیمینار جامعہ سلفیہ بنارس

الحمد لله رب العلمين ، والصلوة والسلام على رسوله محمد و على آله و صحبه أجمعين ، أما بعد:

حکومت کی سرپرستی میں چلنے والے ملک کے تعلیمی ادارے ہمارا قومی سرمایہ ہیں، ان اداروں میں ادب، سائنس اور ٹکنالوجی کی اعلی تعلیم دی جاتی ہے، نوجوان یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملک کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں۔

یہ بات عام طور پر محسوس کی جارہی تھی کہ سرکاری تعلیمی اداروں کے ساتھ دینی اداروں کا ربط جس قدر مستحکم ہونا چاہیئے، نہیں ہے، نہ ہی دونوں نوعیت کے اداروں کے مابین عملی تعاون ہے، حالانکہ اس کے امکانات روشن اور ضرورت عیاں ہے۔

جامعہ سلفیہ نے اس سیمینار کے ذریعہ یہ کوشش کی ہے کہ دونوں نوعیت کے نظامہائے تعلیم کے مابین عملی تعاون کا آغاز ہو، اور ایک ایسا ماحول قائم کیا جائے کہ سب مل کر انسانی تہذیب وتمدن کی خدمت کریں، اور معاشرہ میں جو روحانی واخلاقی خلا نظر آرہا ہے اسے پر کرنے کی کوشش کریں۔

## سیمینار کا موضوع

سیمینار کے دعوت ناموں کے جواب میں جو خطوط ہمیں موصول ہوئے ہیں، ان میں سے بعض خطوط میں موضوع سے متعلق بھی کچھ اشارے اور تبصرے ہیں، اس لئے موضوع کے سلسلہ میں بھی چند باتیں عرض کردینا ضروری محسوس ہوتا ہے:

۱- ہم نے اس موضوع کو اس کی عمومیت ہی کے پیش نظر اختیار کیا ہے، اور اس کے مختلف پہلوؤں اور ذیلی عنوانات کے انتخاب اور ان پر اظہار خیال کا معاملہ سیمینار کے شرکاء

Marfat.com

پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کسی ایک پہلو کو متعین فرما کر اپنے مقالہ میں اس پر روشنی ڈالیں۔

۲- ہمیں یہ احساس ہے کہ اس موضوع میں کوئی جدت نہیں، لیکن تنازع للبقاء کے اس مرحلہ میں انسانی تہذیب وتمدن پر اسلام کے جو احسانات ہیں اس کی جانب اشارہ ضروری ہے، تا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو سکے کہ علم وثقافت کے سلسلہ میں اس دین کا موقف کیا ہے۔

۳- ہم اس تلقین کی حاجت بھی محسوس کرتے ہیں کہ اپنی علمی میراث سے اپنا رشتہ استوار کرنے کے بعد ہی ہم اپنے دینی وملی وجود کا تحفظ کر سکتے ہیں۔

اگر ہم علمی ترقی کے دور میں ماضی کے ورثہ پر نظر رکھیں گے تو اس سے ہم کو روشنی اور حوصلہ ملے گا، اس ورثہ کی قدر و قیمت کو ہم صحیح طور پر جان کر یہ متعین کر سکیں گے کہ اس سرمایہ سے موجودہ دور میں ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور کس طرح دنیا کے سامنے ان کا تعارف کرا سکتے ہیں۔

یہ اور اسی طرح کے بعض دیگر امور کے پیش نظر ہم نے یہ عام موضوع سیمینار کے لئے منتخب کیا ہے، اور اس میں وقت کے بعض ممتاز فضلاء کی رہنمائی کا دخل ہے۔

## علم اسلام کی نظر میں

قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں علم کی بڑی اہمیت ہے، علم ہی انسانیت کا جوہر اور فضل ونبزرگی کا معیار ہے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۱ میں اولین انسانی وجود سے علم کو مربوط کیا گیا ہے، سورۃ علق میں جو وحی الٰہی کا پہلا سبق ہے، انسان کو پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، اور سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۲۸ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت، جسے انسانی اعمال کے سدھار اور صالح معاشرہ کی تعمیر میں کلیدی اہمیت حاصل ہے، اہل علم ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

احادیث نبویہ میں بھی علم کی اہمیت وفضیلت بڑے دل نشیں ومؤثر انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اور اہل علم کا درجہ عابدوں سے برتر بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

اسلام کی نظر میں وہ علوم یقیناً اہم اور مقدم ہیں جن کا سیکھنا انسان کی اخروی زندگی کو سدھارنے کے لئے ضروری ہے، لیکن دیگر علوم پر توجہ کے دلائل وشواہد بھی بہت ہیں، اسی وجہ سے بالغ نظر علماء علم کی ''دینی اور دنیوی'' تقسیم کو صحیح نہیں مانتے، بلکہ ان کی نظر میں ایسے تمام علوم اہم اور ضروری ہیں، جن کے ذریعہ انسانی سیرت کی تعمیر، خلق خدا کی خدمت، اور ملی وجود کی تقویت کا کام انجام پا سکے، ہاں علم کو معتبر اور مفید ماننے کے لئے معیار وہی ہوگا جو اسلام کی روح سے ہم آہنگ ہو۔

قرآن کریم اور سنت نبویہ میں علم کی جو اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اس کے اثرات ہم پوری اسلامی تاریخ میں دیکھ سکتے ہیں۔

اسلام سے پہلے عرب قوم کی علمی بے بضاعتی کا حال سب کو معلوم ہے، لیکن اسلام کے بعد اس قوم نے جس طرح علم حاصل کیا، اس کی اشاعت کا بندوبست کیا اور علماء وطلباء کی سرپرستی کی، اس کی مثال اقوام عالم میں کم ملے گی۔

اسلامی تاریخ کے عہد زریں یعنی اولین خلفاء عباسیہ کی علمی سرگرمی وسرپرستی کا اعتراف تو دنیا کرتی ہے، لیکن ان کے علاوہ بھی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے مسلمانوں کے علمی شغف کا اندازہ ہوسکتا ہے، دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے عربی، فارسی، ترکی اور اردو کے مخطوطات مسلمانوں کی علمی کاوشوں کا زندہ ثبوت ہیں، ان مخطوطات کا بڑا حصہ علماء دستیاب کر چکے ہیں، اور اکثر کو دنیا کے سامنے پیش بھی کر دیا ہے، لیکن اب بھی متعدد کتب خانوں میں مخطوطات کی معتد بہ تعداد علماء ومحققین کی دسترس سے باہر ہے، ان مخطوطات سے واقفیت اور ان کی اشاعت کی راہ میں یا تو کوئی دشواری حائل ہے، یا پھر کسی مقصد وغرض سے ان کو نظروں سے اوجھل رکھا جا رہا ہے۔

## ہندوستانی مسلمان اور علم

اسلام کی ترغیب وتلقین کی بنا پر جس طرح دنیا کے مختلف حصہ میں مسلمانوں نے علم کی اشاعت وسرپرستی کی خدمت انجام دی اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں نے بھی دینی و ادبی علوم کے فروغ وترقی میں اہم کردار ادا کیا، مدارس قائم کئے گئے، کتابیں لکھی گئیں اور

Marfat.com

کتب خانوں کا وجود ہوا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی و ثقافتی تاریخ دس بارہ صدیوں کو محیط ہے، اس طویل مدت میں ان کی علمی خدمات کا جائزہ لینے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مروجہ علوم میں سے کسی علم کو نظر انداز کئے بغیر تمام علوم پر منظّم طور سے کام کیا گیا ہے، چنانچہ ہمارے سامنے تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، صرف، نحو، بلاغت، ادب، منطق، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ تمام شعبوں پر تصنیفات موجود ہیں، جن سے مسلم علماء و محققین کی علم دوستی اور قوت تخلیق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ صحیح ہے کہ بعض علوم میں ان کی تخلیقات بہت اعلیٰ معیار کی نہیں ہیں، لیکن دوسری طرف بعض علوم ایسے بھی ہیں جن میں ان کی سبقت وجدت کا ایک زمانہ کو اعتراف ہے۔

علامہ رشید رضا مصری اور محمد عبدالعزیز الخولی نے کھلے طور پر یہ اعتراف کیا ہے کہ ماضی قریب میں ہندوستانی مسلمانوں نے علم حدیث کی اہم خدمت انجام دی ہے، اگر ان کی توجہ اس علم پر مرکوز نہ ہوتی تو ایک زبردست خلا موجود رہتا۔

ان کارناموں کی تفصیل، تصنیفات کے نام اور دیگر امور کیلئے مولانا عبدالحیٔ حسنی، ڈاکٹر زبید احمد، ڈاکٹر محمد اسحاق، مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، مولانا صباح الدین اور سیر وتراجم کے دیگر مصنفین کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

## علمائے اہلحدیث کی تصانیف

ملک کی اس علمی تحریک میں اہلحدیث علماء کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں، بلکہ بعض علوم میں ان کا حصہ قابل تحسین ہے، عربی زبان میں حدیث کی شرح و تحقیق اور کتب حدیث کے اردو تراجم میں وہ ممتاز نظر آتے ہیں، تفسیر، اصول حدیث، حدیث اور سیرت نبوی کے باب میں بھی ان کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں، جامعہ سلفیہ نے ان علماء کی تصانیف کے تعارف سے متعلق جو کتاب تیار کرائی ہے اس میں شاہ اسماعیل شہید کے عہد سے اب تک تصنیف ہونے والی کتابوں میں تفسیر کی کتابوں کی تعداد ۴۰، حدیث کی ۸۳، عقیدہ کی ۳۳۱، تاریخ وسیر کی ۱۴۲، فقہ کی ۶۶۰، ادیان کی ۱۴۰، ادب کی ۴۶، نحو کی ۶، تصوف کی ۳، سیاست

Marfat.com

کی ۸ تک پہونچ چکی ہے۔

اس طرح ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ملک کی عام سنّی تحریک میں اس جماعت نے اپنے حالات ووسائل کے لحاظ سے پورا پورا حصہ لیا ہے۔

اسلامی علوم کے سلسلے میں جماعت کا جو خاص نقطۂ نظر ہے اس کی پابندی کرتے ہوئے اس نے جو علمی سرمایہ تیار کیا ہے اس کی خاص اہمیت ہے۔

ضرورت تھی کہ ملک کی علمی ترقی میں جماعت کی مشارکت کا سلسلہ برقرار رہے، اسلامی علوم کے سلسلے میں استناد و تحقیق کا جو معیار علماء سلف نے قائم کیا تھا اس کا تحفظ ہو، نئی نسل قدیم علمی سرمایہ سے استفادہ کے صحیح اصول سے واقف ہو سکے، اور اس وقت عالم اسلام میں علوم اسلامیہ پر جو کام ہو رہا ہے اس کی اہمیت وافادیت کو سمجھ سکے۔

## جامعہ سلفیہ کا قیام

اسی روح کے پیش نظر ۱۹۶۳ء میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کا ''بنارس'' میں قیام عمل میں آیا۔

بنارس کا یہ عظیم تاریخی شہر مذہبی وثقافتی روایات کا سنگم ہے، یہاں پر عہد قدیم سے تدریس وعبادت کے اہتمام کا سراغ ملتا ہے، دور دور سے لوگ اشنان اور پوجا کے لئے آتے ہیں، بعض مشہور شعراء کو یہاں کی مذہبی روایات نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، پھر وہ اس شہر کو چھوڑ نہ سکے، مرکزی دارالعلوم کے بانیوں نے اس شہر میں اس ادارہ کے قیام کے لئے جو بھی وجہ ترجیح متعین کی ہو، لیکن آج ہر شخص ان کے اس اقدام کو اس لئے بھی برمحل قرار دے رہا ہے کہ اس سے ملک کی مشترکہ تہذیب کی زیادہ مکمل تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ دارالعلوم کا وجود ایک معروف شاعر کی تعبیر کے مطابق ''ارض کاشی میں بنیاد خلیل'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

**مہمانان گرامی!** جامعہ کے ذمہ داروں اور سرپرستوں نے ادارہ کے قیام کے جو مقاصد متعین کئے تھے ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱- طریقۂ سلف کے مطابق کتاب وسنت کی تعلیم،

۲- عربی زبان وادب اور اسلامی علوم وفنون کی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تعلیم۔

Marfat.com

۳-اسلامی اقدار وآداب کے مطابق تعلیم نسواں کا بندوبست۔

۴-علماء ومصنفین کی ایسی جماعت تیار کرنا جو موجودہ دور میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور شریعت محمدیہ کے دفاع کا فرض انجام دے سکیں۔

۵-مسلمانوں میں پھیلے ہوئے گمراہ کن عقائد ونظریات اور بیجا رسوم وخرافات کی بیخ کنی۔

۶-مسلمانان عالم کے مابین کتاب وسنت کی بنیاد پر ٹھوس اور محکم اتحاد ویگانگت قائم کرنا۔

۷-ملک وبیرون ملک کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے ساتھ ثقافتی تعلقات کی استواری۔

ان مقاصد کی تکمیل کے لئے جامعہ نے اپنی سرگرمیوں کو درج ذیل شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔

## ۱-شعبۂ حفظ وتجوید:

اس شعبہ میں مقامی وبیرونی دونوں طرح کے طلبہ زیر تعلیم ہیں، اور جامعہ کو ہر سال بہت سے امیدواروں کو واپس کرنا پڑتا ہے۔

## ۲-شعبۂ پرائمری:

لڑکوں کی پرائمری تعلیم کا انتظام جامعہ کی اس عمارت کے علاوہ ایک عظیم چار منزلہ عمارت میں ہے، جو یہاں سے مشرق میں تھوڑی دور پر واقع ہے۔

## ۳-شعبۂ نسواں:

مذکورہ پرائمری مدرسہ کی عمارت سے تھوڑے فاصلے پر شعبہ نسواں کی عمارت ہے، جو بیس سال قبل جامعہ سلفیہ کے قیام سے پہلے ''جامعہ رحمانیہ'' کے نام سے موسوم عربی تعلیم کی معروف درسگاہ تھی، اس سے علماء کی ایک بڑی تعداد فارغ ہو چکی ہے، اس ادارہ کو اپنے تعلیمی معیار اور منتظمین کی ہمت وحوصلہ کے لحاظ سے بڑا وقار حاصل تھا، شعبۂ نسواں میں لڑکیوں کی ہائی اسکول تک کی تعلیم کا انتظام ہے، اور سرکاری نصاب کے ساتھ ساتھ انہیں عربی زبان واسلامیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، اس شعبہ کی مقبولیت کا اندازہ داخلہ کے وقت امیدوار طالبات کی کثرت سے کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

## ۴-عربی درجات:

جامعہ میں عربی تعلیم کی مدت کل دس سال ہے، جس میں کل تین ڈگریاں دی جاتی ہیں، پہلی ڈگری ''ثانویہ'' کی ہے، جس کے کورس کی مدت چار سال ہے۔ دوسری ڈگری ''عالمیت'' کی ہے، اس کا کورس بھی چار سالہ ہے اور تیسری ڈگری ''فضیلت'' کی ہے اس کا کورس دو سال کا ہے۔

اس دس سالہ نصاب کی مکمل تعلیم کا انتظام جامعہ کی اسی عمارت میں ہے، اور اسی میں بیرونی طلبہ کی رہائش کا بندوبست بھی ہے۔

مذکورہ شعبوں میں زیر تعلیم مقامی و بیرونی طلبہ کی تعداد ''۱۴۸۵'' ہے جس میں بیرونی طلبہ تقریبا ۴۲۵ ہیں۔

## شعبۂ تصنیف وترجمہ:

صالح تعمیری لٹریچر کی ضرورت آج کے دور میں پہلے سے زیادہ ہے اسی طرح عربی مدارس میں تحقیق وتصنیف کے رجحان کو نکھارنے کی ضرورت کا احساس بھی عام ہے، جامعہ سلفیہ کا شعبۂ تصنیف وترجمہ اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کوشش ہے، اس شعبہ سے پچھلے دس سال کی مدت میں اردو، عربی انگریزی، اور ہندی کی تقریبا ساٹھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں بعض کتابیں جامعہ کے ابناء قدیم کی محنت کا ثمرہ ہیں۔

اسی طرح عربی واردو کے دو ماہنامے بھی پابندی سے شائع ہوتے ہیں، اور ان سب کی طباعت کا انتظام خود جامعہ کے پریس میں ہوتا ہے، تبلیغ وافتاء کا کام اسی شعبہ کے تحت انجام پاتا ہے۔

جامعہ کی خدمات کے سلسلہ میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ اس کے فارغین میں سے تقریبا ایک سو پچاس طلبہ سعودی عرب کی مختلف یونیورسٹیوں اور بالخصوص مدینہ یونیورسٹی میں اعلی تعلیم کے لئے جا چکے ہیں، ان میں سے کچھ طلبہ ایسے بھی ہیں جن کا ''پی ایچ ڈی'' کی تکمیل کے بعد تدریس یا تصنیف کے لئے تقرر ہو گیا ہے۔

اس موقع پر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ملک کی معروف مرکزی

Marfat.com

یونیورسٹیوں میں سے ''علیگڈھ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ'' اور ''جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی'' نے بھی جامعہ سلفیہ کی اسناد کو تسلیم کرلیا ہے، اور یہاں کے متعدد فارغین دونوں جگہ زیر تعلیم ہیں، جن علم دوست اور بہی خواہان جامعہ کے ذریعہ یہ کام انجام پذیر ہوا ہے جامعہ کے ذمہ داران ان کے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔

جامعہ نے یہ خدمات تقریبا بیس سال کی مدت میں انجام دی ہیں، اور اس کے ذمہ داروں کی یہ کوشش ہے کہ موجودہ تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہے، اور ساتھ ہی کچھ نئے تعلیمی وتعمیری منصوبوں کی تکمیل کی جدوجہد کی جائے۔

۱- اس وقت ایک اہم تعمیری منصوبہ زیر تکمیل ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ جامعہ کے لئے مستقل آمدنی کا ایک ایسا ذریعہ وجود میں آجائے جس سے تعلیمی اخراجات کا بوجھ ہلکا ہوسکے۔

۲- دوسرا منصوبہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم ابھی صرف ہائی اسکول تک ہے، اسے ''بی، اے'' تک پہونچایا جائے، اسی طرح لڑکیوں کیلئے ایک شعبہ دینیات کی تعلیم کا بھی قائم کیا جائے، اور بیرونی طالبات کے لئے اقامت گاہ کا بھی بندوبست ہوتا کہ اس شعبہ میں بیرونی طالبات بھی داخلہ لے سکیں۔

۲- اسی طرح عربی زبان کا مراسلاتی کورس بھی شروع کرنے کا خیال ہے، اگر ضروری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو آئندہ تعلیمی سال میں اس کورس کا آغاز ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

یہ ہے جامعہ کی کارگزاریوں اور منصوبوں کا مختصر تذکرہ، اس کے بعد میں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ملک کے دینی مدارس جس تعلیمی نظام پر چل رہے ہیں، ان کے جو مسائل اور مشکلات ہیں، اور ان میں جو خوبیاں اور خامیاں ہیں، ان سے ہمارے مہمانان گرامی بخوبی واقف ہیں، بلکہ ان میں متعدد حضرات ایسے ہیں جن کے علمی سفر کا آغاز انہیں مدارس سے ہوا ہے، اس لئے یہ مختصر تذکرہ مدارس اسلامیہ سے متعلق عمومی تصور دینے میں کامیاب رہے گا۔

یہ سپاسنامہ نامکمل رہے گا اگر میں اس میں صدر محترم عالی جناب ضیاء الرحمٰن انصاری

Marfat.com

صاحب دام اقبالھم کا شکریہ نہ ادا کروں، مہمان گرامی نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس سیمینار کی سرپرستی فرمائی اوصدارت کی درخواست کوشرف قبولیت سے نوازا، یہ ادارہ مہمان محترم کے قدوم میمنت لزوم سے پہلے بھی سرفراز ہو چکا ہے، اورآج پھراسے یہ شرف حاصل ہورہاہے، ہمیں قوی امید ہے کہ اس ادارہ پر معزز مہمان کی نظر کرم ہمیشہ رہے گی، اللہ تعالی آپ کی بصیرت وجرأت سے ملت کوزیادہ فائدہ پہنچائے۔آمین۔

اخیر میں اس طویل سمع خراشی پر معذرت کرتے ہوئے میں جامعہ کے تمام ذمہ داروں کی جانب سے آپ تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور یہ امید کرتا ہوں کہ یہاں حق ضیافت کی ادائیگی میں ہم لوگوں سے جوتقصیر ہوئی ہے اس سے درگذر فرماتے ہوئے ہمارے مہمانان گرامی اس ادارہ کی ترقی وتقویت کے لئے ہمیں اپنی مفید مشوروں سے نوازیں گے، اورادارہ کے مقاصد کی تکمیل میں اپنا تعاون پیش فرمائیں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

( مقتدی حسن ازہری )

• • •

Marfat.com

# سپاسنامہ

## بخدمت جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب

## وزیر مملکت برائے ماحولیات وجنگلات، حکومت ہند

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

صدر محترم، مہمان خصوصی، یونیورسٹیوں اور مدارس اسلامیہ کے علماء ومفکرین، شہر کے حکام اور جملہ حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھے بے حد مسرت ہے کہ میں جامعہ سلفیہ کے صدر محترم شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی صاحب نائبین صدر الحاج محمد صدیق صاحب، مولانا محمد یحییٰ صاحب، مولانا مختار احمد ندوی صاحب، ناظم اعلی مولانا عبد الوحید صاحب، نائب ناظم مولانا عبد القدوس صاحب، الحاج محمد سالم صاحب، خزانچی الحاج محمد یونس صاحب، سیمینار کے کنوینر الحاج محمد صالح انصاری صاحب، اور جامعہ کے دیگر اراکین، ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ کی طرف سے بالعموم تمام مہمانوں کا، اور بالخصوص صدر محترم جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے خوش آمدید کہہ رہا ہوں، اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے جامعہ سلفیہ کی دعوت کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔

مہمان گرامی! جامعہ کی تاریخ میں بلکہ عربی مدارس کی تاریخ میں آج کا دن بے حد عظیم ہے کہ اس میں ملک کے دونوں نظامہائے تعلیم کے معروف اساتذہ ودانشوران ایک تعلیمی ادارہ کی چہار دیواری کے اندر فروکش ہیں، اور ان کو یہ احتساب کرنا ہے کہ اس ملک کی علمی وثقافتی تحریک میں ان کا حصہ کتنا اور کیسا ہے۔

یہ علمی مذاکرہ ملک کی ایک عظیم علمی وسیاسی شخصیت جناب ضیاء الرحمٰن انصاری وزیر

Marfat.com

مملکت برائے ماحولیات و جنگلات، حکومت ہند کی سربراہی میں انجام پا رہا ہے جن کی ملی تاریخ پر گہری نظر ہے، جنہوں نے اس تاریخ کی تعمیر میں اہم حصہ لیا ہے، اس کیلئے قربانیاں دی ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ افراد ملت کے احساسات و جذبات کی صحیح، متوازن اور بیباک ترجمانی کی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ علمی مذاکرہ ملت کے لئے باعث خیر ثابت ہوگا، اور صدر محترم کی رہنمائی میں ہمیں ان خطوط کی نشان دہی میں سہولت ہوگی جن پر آئندہ مرحلہ میں ملت کو جادۂ پیما ہونا ہے۔

محترم جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ ایک ذی علم خاندان کے چشم و چراغ ہیں، قانون کی اعلی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی ذات کو قوم وملت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، یوپی اور مرکز میں وزارت کے اہم عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود انصاری صاحب نے امت مسلمہ کے سواد اعظم سے اپنا رشتہ ہمیشہ استوار رکھا ہے اور جب بھی امت مسلمہ پر فاشسٹ اور فرقہ پرست عناصر کی طرف سے حملہ ہوا ہے آپ نے پوری ہمت، بیبا کی اور استقلال سے امت کا دفاع کیا ہے، جناب ضیاء الرحمٰن انصاری اسلام کے مخلص جاں نثار اور جمہوریت کے سچے شیدائی ہیں اور مخالفت کی حوصلہ فرسا آندھیوں میں فانوس بن کر شمع اسلام کو فروزاں رکھتے ہیں۔ان میں ہمارے اسلاف کی حق گوئی اور بیبا کی بھی ہے اور دین کی خاطر دنیا کو قربان کر دینے کا جذبہ بھی۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بلکہ پوری ہندوستانی قوم انصاری صاحب کی صالح قیادت میں انسان دوستی، صلح و آشتی اور جمہوریت کی منزل کی طرف گامزن رہے گی۔

صدر محترم! حکومت کی سرپرستی میں چلنے والے ملک کے تعلیمی ادارے ہمارا قومی سرمایہ ہیں، ان اداروں میں ادب، سائنس اور ٹکنالوجی کی اعلی تعلیم دی جاتی ہے، ہمارے نوجوان یہاں سے تعلیم حاصل کر کے ملک کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں۔

یہ بات عام طور پر محسوس کی جارہی تھی کہ سرکاری تعلیمی اداروں اور دینی اداروں کے

Marfat.com

مابین عملی تعاون حسب ضرورت نہیں ہے۔ جامعہ سلفیہ نے اس سیمینار کے ذریعہ یہ کوشش کی ہے کہ دونوں نوعیت کے نظامہائے تعلیم کے مابین عملی تعاون کا آغاز ہو، اور ایک ایسا ماحول قائم کیا جائے جس میں سب مل کر انسانی تہذیب وتمدن کی خدمت کریں، اور معاشرہ میں جو روحانی واخلاقی خلا نظر آ رہا ہے اسے پر کرنے کی کوشش کریں۔

ہمیں قوی امید ہے کہ سیمینار میں شرکت فرمانے والے علماء ودانشوروں کی محنت و تحقیق کے نتیجہ میں مسلمانوں کی علمی وثقافتی تاریخ کے بعض اہم پہلو ضرور اجاگر ہوں گے، اور ان سے ہمیں تعلیمی میدان میں روشنی حاصل ہوگی۔

اخیر میں ایک بار پھر میں صدر محترم جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے تشریف لا کر ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ اگر حق ضیافت کی ادائیگی میں ہماری طرف سے کوئی تقصیر ہوئی ہو تو اس کو اپنے دامن عفو میں جگہ دیں گے، اور جامعہ کی تعلیم وترقی کے لئے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے ہمیشہ نوازتے رہیں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اراکین جامعہ سلفیہ، بنارس

۴/اپریل ۱۹۸۶ء

• • •

Marfat.com

# خطاب جناب ضیاء الرحمٰن انصاری صاحب

## وزیر مملکت برائے ماحولیات و جنگلات، حکومت ہند

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

علماء کرام، معزز حاضرین! آج کی یہ مجلس مذاکرہ ایک مخصوص موضوع پر ہے، اور وہ موضوع یہ ہے کہ اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا کیا حصہ رہا ہے، میں سمجھتا تھا کہ موضوع خود اتنا وسیع ہے کہ اگر اس موضوع کے مختلف گوشوں کو محض چھوا جائے تو بھی اس میں کافی وقت درکار ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھ سے اس بات کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ جس مسئلہ پر کافی عرصہ سے یعنی تقریباً ایک سال سے ہندوستان میں پارلیمنٹ کے اندر بھی اور پارلیمنٹ کے باہر بھی مسلسل بحث ہو رہی ہے، کچھ اس کے متعلق بھی عرض کروں، میں نہیں سمجھتا کہ جس موضوع پر اتنے طویل عرصہ سے بحث ہو رہی ہو، اور غالباً آزاد ہندوستان میں کوئی ایک واحد مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر اتنے طویل عرصہ تک بحث کا سلسلہ جاری رہا ہو، اس پر کچھ اور مزید کہنے کی گنجائش ہے، لیکن پھر بھی مجھ سے چونکہ مطالبہ کیا گیا ہے اس لئے میں مختصر طور پر آخر میں اس سلسلہ میں بھی کچھ تھوڑا بہت عرض کروں گا محض آپ کے حکم کی تعمیل میں، لیکن پہلے میں اس موضوع پر جو اس سیمینار کا موضوع ہے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

علوم اسلامیہ سے مراد اگر محض مخصوص دینی یا شرعی امور ہیں تو اس کا دائرہ بہت ہی محدود ہو جاتا ہے، لیکن اگر علوم اسلامیہ سے مراد تمام علوم ہیں تو میں آپ سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جتنے علوم ہیں وہ سب علوم اسلامیہ کے احاطے میں آتے ہیں، آخر علم کے معنی کیا ہیں؟ علم کے معنی ہیں: کس چیز کو جو پوشیدہ ہو اس کو عیاں کر دینا، کسی چیز کو جو تاریکی میں ہو اس کو روشنی میں لے آنا، کسی چیز کو جو معلوم نہ ہو مخفی ہو اس کو

Marfat.com

دریافت کر لینا۔ اگر علم کے یہ معنی ہیں تو میں آپ سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ دین جس کا نام اسلام ہے اس دین کے احاطے سے باہر دنیا کا کوئی علم نہیں، خواہ وہ سائنس ہو خواہ ٹیکنالوجی ہو، خواہ علم ہیئت ہو، کسی بھی چیز کا علم حاصل کرنا ہمارا دینی شعار ہی نہیں ہے بلکہ اس قوم پر جس کو مسلمان کہتے ہیں اس کو فرض قرار دیا گیا ہے، اور اس کا علم حاصل کرنے کو۔ اور میں علم جو اس وقت کہہ رہا ہوں تو میری نظر میں خالص دینی علوم نہیں ہیں، بلکہ علم کا لفظ ایک وسیع معنی میں بول رہا ہوں۔ مسلمان پر فرض قرار دیا گا ہے، اور اس کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، میں ان تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا، علماء کرام یہاں پر موجود ہیں، یہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ علم کے حصول کو عبادت کا درجہ اسلام نے دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر علم کا حاصل کرنا فرض کر دیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر عبادت ہے علم کا حاصل کرنا تو اس عبادت کا مقام کیا ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟ اس کا درجہ کیا ہے؟ اور میں آپ سے اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ذرا عقل اور بصیرت سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلام نے علم کے حاصل کرنے کو عبادت کا جو درجہ دیا ہے وہ درجہ کسی دوسری عبادت کو نہیں دیا، اسلامی عبادتیں بہت سی ہیں، جن کا تعلق کسی ایک مخصوص وقت سے ہے، اس کے لئے مخصوص وقت متعین کر دیا گیا ہے، رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے مخصوص مہینے کیلئے اور منع کر دیا گیا کہ عیدین کے دن روزہ نہیں رکھ سکتے یہ تمہارے لئے حرام ہیں۔ نماز ہے اس کے اوقات مقرر ہیں، حج جیسی مہتم بالشان عبادت کا یہی حال ہے، طواف وسعی تم کسی وقت بھی کر سکتے ہو لیکن جس چیز کا نام حج ہے وہ ایک مخصوص دن عرفات کے میدان میں فجر سے مغرب کے وقت تک کسی ایک لمحے کے لئے بھی حاضر ہو جانے کا نام ہے، ایک وقت مقررہ ہے، سال میں ایک بار آتا ہے اس کے علاوہ کتنی ہی مرتبہ آپ عرفات کے میدان میں جائیں، کتنے ہی شب و روز وہاں گزاریں لیکن یہ آپ کا حج نہیں ہو سکتا، عرفات کے میدان کی زیارت ہو سکتی ہے، تو میں نے آپ سے عرض کیا علم کے معاملے میں کہ یہی ایک عبادت ہے جس میں شب و روز کی قید نہیں، سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کوئی وقت ہو کوئی موقع ہو اس علم کو

11/2/33

Marfat.com

حاصل کرو اور جب بھی اس علم کو حاصل کرنے کی سعی کرو گے تو اس پر عبادت کا ثواب ملے گا، اور تمہارے لئے عبادت ہوگی۔

پھر بعض عبادتیں ایسی ہیں جو مردوں اور عورتوں دونوں جنسوں کے لئے برابر نہیں ہیں، بعض عبادتیں ایسی ہیں جس میں ایک جنس کے لئے معافی ہے، مثلاً ہماری مستورات کیلئے خاص ایام میں نماز معاف ہے، کچھ خاص ایام میں ان پر روزے فرض نہیں ہیں، لیکن علم ایک ایسی عبادت ہے جو ہر مرد و عورت کے لئے برابر کا درجہ رکھتا ہے، اس میں کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں ہے، مرد و عورت دونوں پر یکساں طور پر فرض ہے اور اس کے لئے کسی وقت کی قید نہیں ہے۔

اور بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کا تعلق کسی خاص مقام سے ہے سعی دو پہاڑیوں کے بیچ میں سات چکر لگانے کا نام ہے، طواف کعبہ کعبہ کے طواف کا نام ہے اور وہ مخصوص ہے مکہ مکرمہ میں حاضری دینے کے بعد کعبہ کے چاروں طرف چکر لگانے کے ساتھ، اور عمرہ کی اگر کوئی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے تو طواف کے ساتھ دو پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگانے کا نام ہے، تم دنیا کے کسی بھی دوسرے گھر کے سات نہیں سات ہزار چکر لگاؤ، کسی جگہ پر پہونچنے کے لئے تم کتنی ہی سعی کرو، لیکن تم کو عمرہ، سعی اور طواف کا ثواب نہیں مل سکتا۔ لیکن علم ہی ایسی عبادت ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ تم دنیا کے کسی مقام میں جا کر، اللہ جل شانہ نے جن چیزوں کو مخفی کر رکھا ہے، جس کو ڈھانپ رکھا ہے پوشیدہ کر رکھا ہے ان کو روشنی میں لے آؤ، جہل کو دور کر دو، تاریکی کو ختم کر دو، اللہ جل شانہ نے اپنے کرشمے پوشیدہ کر رکھے ہیں ان کو روشنی میں لے آؤ، اور کسی وقت بھی لے آؤ، کسی مقام پر اس کے سفر کرو، یہ سب عبادت ہے۔

اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں محض دینی علوم کا معاملہ نہیں، ذرا سا لوٹ کے میلاد آدم کے واقعہ کو یاد کیجئے اور قرآن کریم کے اس چیپٹر کو، جس پر حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت، حضرت آدم کو سجدہ کرنے کے لئے جو فرشتوں سے کہا گیا ہے، اس واقعہ کی طرف ذرا نظر کیجئے اور جو فرشتوں نے اللہ جل شانہ سے کہا کہ کیا آپ ایک ایسے شخص کو تخلیق

Marfat.com

کررہے ہیں جو دنیا میں فتنہ وفساد برپا کرے، تو اللہ جل شانہٗ نے کہا: تم نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں، اور حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ اسماء تعلیم فرمادیئے، اور فرشتوں سے کہا تم اگر جانتے ہو تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ، تو انہوں نے اپنی عاجزی کا اعتراف کیا، تو حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا گیا، حضرت آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء بتادیئے، اس میں کہیں پر یہ نہیں آیا ہے کہ کوئی تشریعی احکامات تھے، یا کوئی خالص دینی شعار تھے جن کی تعلیم اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی تھی، بلکہ چند اسماء تھے، کچھ چیزوں کے نام تھے جو ان کو تعلیم فرمائے تھے، یہ خود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس چیز کا مطالبہ مسلمان قوم سے کرتا ہے وہ مطالبہ ہے کسی پوشیدہ چیز کو قدرت کے اس راز کو اس خزینہ کو دریافت کر کے انسانی صلاح وفلاح کے لئے روشنی میں لے آنا اور اس کو ندرت تک پہونچا دینا۔

میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اگر علوم اسلامیہ کا یہ مفہوم لیا جائے تو یہ بہت وسیع مفہوم ہے، اور اگر اس نقطۂ نظر سے اس قوم کا جس کا نام مسلم ہے اس کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس مسلم قوم نے جو خالصۃ ایک علمی قوم تھی، اس نے دنیا میں اپنے زمانے میں علم میں سائنس میں جیومیٹری میں کیمیا میں علم فلسفہ میں علم منطق میں علم ہیئت میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں کہ آج کا مورخ ان علوم کی تاریخ لکھنے کے لئے بیٹھتا ہے تو اس کا قلم ان کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، مجھے یاد ہے کہ جب میں سائنس کا طالب علم تھا تو جیومیٹری کی ایک کتاب ایک انگریز کی لکھی ہوئی میں نے پڑھی تھی اور اس نے اپنے مقدمہ میں لکھا تھا کہ اگر عربوں کا تسلط اسپین و یورپ سے ختم نہ ہوگیا ہوتا تو دنیا کو تعجب ہوتا کہ علم کیمیا آج کتنی ترقی کرگئی ہوتی، کتنا آگے بڑھ گئی ہوتی، تو میرے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان قوم نے علم کے معاملہ میں کبھی جہل، تعصب اور تنگ نظری سے کام نہیں لیا، یہ الگ بات ہے کہ آج اس دور میں اس زمانہ میں ہم نے خود اپنے مشن کو بھلا دیا اور ہم بھول گئے۔ دین جو کچھ بھی ہے وہ ہماری میراث ہے اور یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں وہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ ذرا غور فرمایئے کہ ہر نبی کی کچھ خصوصیت ہوتی ہے کچھ اس کی ایک مخصوص ادا ہوتی ہے، کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جس کو اللہ جل شانہٗ اس کو تفویض

Marfat.com

کر کے دنیا میں بھیجتا ہے کہ وہ انسانوں کی اصلاح کرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی کہ وہ چیزوں کی ماہیت کو بدل دیا کرتے تھے، عصائے موسوی زمین پر ڈال دیا جاتا تھا وہ اژدہا بن جاتا تھا اس کو اٹھا لیتے تھے پھر وہ عصا ہو جاتا تھا، ہاتھ کو بغل میں ڈال کر کے نکالتے تھے تو وہ چمکتا ہوا ید بیضا دکھائی دیتا تھا تو چیزوں کی ماہیت کو تبدیل کر دینے کی ایک خصوصیت تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت ارزانی فرمائی گئی تھی کہ وہ اللہ جل شانہ کے حکم سے مردہ میں جان ڈال دیتے ایسی چیزوں میں جو بے جان ہو چکی ہیں، اور اسی لئے ان کو خطاب ملا روح اللہ کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس خصوصیت کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا تھا وہ خصوصیت تھی سلامتی کی ﴿قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراهیم﴾ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی بن جا، اب اگر اس کا کھوج لگایا جائے اور ان نبیوں کی امتوں کی حالت کو دیکھا جائے تو میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ نبیوں کی امت میں کسی نہ کسی درجے میں اپنے نبی کی ان خصوصیات کا پرتو ملتا ہے، یہ ہے مسئلہ، ہمارے یہاں مذاکرے میں جو حضرات تشریف لائے ہیں اس کے اوپر غور کریں۔ اسی طرح ایک امت محمدی ﷺ ہے اس کے نبی محمد ﷺ ہیں ان کی بھی ایک خصوصیت تھی ان کو بھی ایک معجزہ عطا فرمایا گیا تھا معجزے اور بہت سے ہیں معجزے کے معنی ہیں کوئی چیز جو انسان کو عاجز کر دے لیکن جس معجزے میں بہت سے ایسے معجزات ہیں جن میں اختلاف بھی ہیں لیکن ایک چیز کا جسے آج تک دنیا نے اختلاف نہیں کیا اور مسلمان کتنے ہی فرقوں میں بٹ گیا ہو ہر مسلمان یہ مانتا ہے کہ یہ معجزہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ کا ایسا ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں، اور وہ معجزہ ہے قرآن ﴿ و إن كنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتو بسورة من مثله و ادعوا شهداء كم من دون الله إن كنتم صادقين فإن لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين ﴾ یہ ہے ایک معجزہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا، کہا گیا اے لوگو اگر تم کو اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی

Marfat.com

یعنی قرآن کریم تو آؤ اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ، تم اور تم تنہا نہیں اپنے سارے معاونین کو اپنے سارے ساتھیوں کو سب کو اکٹھا کر لو، اور تم سب اکٹھا ہو کر اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ، پھر کہتا ہے فإن لم تفعلوا پس اگر تم ایسا نہ کر سکو اور پھر تاکیدا یہ کہتا ہے ﴿ فإن لم تفعلوا و لن تفعلوا ﴾ اور تم ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے لن تاکید کے ساتھ یعنی ہرگز ہرگز تم ایسا نہیں کر سکو گے ﴿فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين ﴾ خدا کی قسم چودہ سو برس کی زندگی گذر جانے کے بعد قرآن کریم کے نزول کے چودہ سو برس پورا ہو جانے کے بعد آج بھی یہ معجزہ اپنی جگہ پر برقرار ہے، علم ترقی کر گیا مدارس، علوم کے بڑے بڑے عظیم الشان ادارے قائم ہو گئے، لیکن آج تک کسی بڑے سے بڑے انسان نے یہ دعوی نہیں کیا، سورت تو سورت ایک آیت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی بطور پیوند قرآن میں لگایا جا سکتا ہے یہ آج تک کسی سے نہیں ہو سکا، تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ اسلام کے نبی کو جس خصوصیت کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا وہ خالصتاً علمی خصوصیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس خصوصیت کا پرتو کسی نہ کسی درجے میں اس امت میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو ماننے والی ان کی پیروی کرنے والی ان کے نام پر اپنے آپ کو منسوب کرنے والی تھی کسی نہ کسی درجے میں یہ خصوصیت آج بھی موجود ہے۔

میں نے آپ سے عرض کیا کہ علوم اسلامیہ بہت وسیع موضوع ہے، اور اس میں تمام علوم مثلاً چاند پر جانا، سورج کی شعاؤں کو قید کرنا، اٹامک انرجی کا دریافت کرنا، یہ سب علوم بلا شبہ اس کا حاصل کرنا اور ان میں آگے ترقی کے مدارج طے کرنا یہ سب اسلام کی خدمت ہے اور سب علم حاصل کرنا اسلام کی نظر میں عبادت ہے، ہاں یہ عبادت ضرور ہے، لیکن دوستو! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں عزیزان گرامی کہ اس عبادت کے ساتھ اگر تم نے اپنی ذہنی تربیت نہ کی اخلاقی قدروں کو استوار نہ کیا تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ تمہارا یہ علم ہی تمہاری غارت گری کا سب سے بڑا سبب بن جائے گا۔ علم تو شیطان کو بھی بہت تھا اور شیطان کا علم ہی ابلیس کا علم ہی اس کی غارت گری کا سب سے بڑا سبب بن گیا، اور آج

Marfat.com

دنیا میں کیا ہورہا ہے آدمی ترقی کررہا ہے، دنیا کہہ رہی ہے کہ آدمی ترقی کررہا ہے، اس نے ایٹمی توانائی کو دریافت کرلیا، اس نے ایسی لیزر بین تیار کرلی ہے جو اگر کسی چیز پر ڈال دی جائے تو وہ وجود عدم میں چلا جائے گا، معدوم ہوجائے گا، ختم ہوجائے گا وہ ٹوٹ جائے گا، پھر اس وجود کو جوڑنا چاہو تو جڑ بھی جائے گا اس لیزر بین سے، آج آدمی چاند پر سفر کر رہا ہے، وہاں پر ٹہل کر کے چلا آتا ہے، مریخ پر پہونچنے کی کوشش کررہا ہے، ایسی ایسی توانائیاں اس نے ایجاد کرلی ہیں کہ امریکا اور روس دونوں اپنی اپنی جگہ پر اتنے طاقت ور ہیں کہ اس علم کے ذریعے سے آدھی دنیا کو ختم کرنے کے لئے دونوں کافی ہیں، تو یہ اس علم کا قصور نہیں ہے جو انہوں نے حاصل کیا ہے، یہ اخلاقی تربیت کا فقدان ہے اس کی کمی ہے کہ آج توانائی کو جس انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال ہونا چاہئے تھا۔ جس کو صلاح وفلاح کے لئے استعمال ہونا چاہئے تھا، جو انسانوں کو آسائش اور راحت پہونچانے کے لئے استعمال ہوتی، جو تعمیر میں لگتی، آج وہ ساری کی ساری صلاحیت اور سارا کا سارا علم تخریب میں لگ رہا ہے، اور پوری دنیا آج ان کے سامنے لرز رہی ہے کہ اللہ جانے کسی وقت دھوکے دھڑی میں بھی ان کی انگلی بٹن پر لگ گئی تو ساری دنیا کا صفایا ہوگیا۔ اور تربیت کے بغیر بھی تم علوم حاصل کرسکتے ہو، عبادت کا درجہ بھی اس سے مل جائے گا، لیکن وہ عبادت ریاکاری کی عبادت ہوگی جس کا ثواب ملنے کے بجائے تم کو عذاب ملے گا، اس لئے اس عبادت کو حقیقی عبادت بنانے کے لئے ضرورت ہے ایک اچھی تربیت کی، خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے متعلق مختلف آیات قرآنی ہیں اس طرف رجوع فرمایئے اور آپ دیکھئے کہ اللہ کے حبیب نبی کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجنے کا جو مقصد اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیجئے ﴿هو الذى بعث فى الأميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته و يزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے ان ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک نبی کو بھیجا، علم سے کوئی تعلق نہیں تھا صرف گویائی ان کے پاس تھی اور گویائی ایسی تھی کہ ساری دنیا کو وہ اپنے سامنے گونگا کہا کرتے تھے، نہ پڑھنے کے باوجود ان کی گویائی کا معاملہ یہ تھا کہ

Marfat.com

وہ اپنے سامنے دنیا کے لوگوں کو گونگا کہا کرتے تھے، عجمی کہا کرتے تھے، ﴿ھو الذی بعث فی الأمیین رسولا منھم﴾ ہم نے ان ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک نبی کو بھیجا اور اس لئے بھیجا ﴿یتلو علیھم آیاتہ﴾ تا کہ وہ اللہ کی آیتوں کو پڑھ پڑھ کر کے سنائے تلاوت کر کے سنائے، اب آیت کے معنی نشانی کے بھی ہیں، اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی نشانیوں کو انہیں دکھلائے ان کی نشاندہی کرے اللہ کی نشانیوں کے لئے جو ہمارا خالق ہے ہمارا پروردگار ہے، اس کی نشانیاں تمام کائنات کے تمام ذرے میں پوشیدہ ہیں۔ ان ساری نشانیوں کا حساب لگا کر دکھائے ان کو بتلائے اس لئے بھیجا ﴿و یزکیھم﴾ اور ان کا تزکیۂ نفس کرے، نفس کی کدورتوں سے اور آلائشوں سے پاک کرے تا کہ ان میں فرشتوں کی خصلت پیدا ہو جائے، ان میں تعمیر کا جوہر پیدا ہو جائے، ان کا دل و دماغ تخریب کی طرف رجوع نہ ہو، وہ رجحان ختم ہو جائے، یہ ہے تزکیہ، تزکیے کے معنی یہ ہیں کہ ایسا پاک کیا جائے تمام آلائشوں سے ذہن اور دل جب بھی مائل ہوں، تو سچائی کی طرف مائل ہوں، جب بھی مائل ہوں تو تعمیر کی طرف مائل ہوں، کانسٹرکشن کی طرف مائل ہوں اور کبھی بھی تخریب کی طرف مائل نہ ہوں، یہ ہے تزکیہ، ﴿ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ اور کتاب کا علم اور حکمت، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس حکمت سے مراد حضور اکرم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہے اس لئے کہ وہ منبع ہے سارے قرآن کو سمجھنے اس کو برتنے اس پر عمل کرنے کا، کس طور پر اس پر عمل کیا جائے اس کا ایک مکمل عملی نمونہ ہے اور اسی کی پیروی میں ساری حکمتیں پوشیدہ ہیں اس لئے اس کو حکمت کہا گیا۔

میں آپ سے عرض یہ کر رہا تھا کہ علوم اسلامیہ میں تو سارے علوم کا احاطہ ہے، لیکن ان میں ایک مخصوص اور خصوصی درجہ ہے تزکیۂ نفس کا، اس میں ایک خصوصی درجہ ہے تربیت کا، اس میں ایک خصوصی درجہ ہے اعلیٰ اخلاقی قدروں کے پیدا کرنے کا، اس میں ایک خصوصی درجہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کا خوف دل میں پیدا کرنے کا، اور جب اس کا خوف پیدا ہو جائے گا تو جس کے بندے ہیں اس کا خوف پیدا ہو جائے گا پھر اس کی نظریں کسی کے سامنے نہیں جھک سکیں گی وہ سارے خوف سے بالکل بے نیاز ہو جائے گا

Marfat.com

اور بے باک ہو جائے گا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیبا کی　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

یہ مقصد ہے ان دینی مدارس کا اور ان دینی علوم کا، یہ مقصد نہیں ہے حاشا و کلا کہ بالکل دنیوی علوم سے ہٹ کر علم حاصل کرو۔ نہیں بلکہ جتنا علم حاصل کر سکتے ہو چاند پر جانا چاہتے ہو اور جا سکتے ہو تو ضرور جاؤ ان توانائیوں کو جن کا دنیا کھوج لگا رہی ہے ان کو حاصل کرو، ان پر قابو کرو، تم کو قوت تسخیر اللہ جل شانہ نے دی ہے، انسان کو ایسی قوت تسخیر کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز پر قابو پا سکتا ہے اور مسخر کر سکتا ہے، لیکن تسخیر کرنے کے بعد ایسا نہ ہو کہ تم اس کو انسانیت کی تباہ کاری اور کائنات کی بربادی کے لئے استعمال کرنے لگ جاؤ اس لئے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم ایک عظیم ظلم کے مرتکب ہو گے اور یہ گناہ ہو گا جس کو اللہ جل شانہ کبھی معاف نہیں کرے گا یہ ہے ان مدارس کا مقصد، اور یہ ہے دینی تعلیم کا مقام کہ دینی تعلیم انسانوں کو حیوانات کی صف سے نکال کر ان کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو استعمال کرے گا تو اس کو حق کیلئے استعمال کرے گا، اس کو صلاح و فلاح کے لئے استعمال کرے گا، اس کو تخریب کے لئے استعمال نہیں کرے گا، آسائش اور آرام کے لئے استعمال کرے گا، اور جب وہ ایسا کرنے لگ جائے گا تو دنیا کی نظروں میں محبوب بن جائے گا، دنیا کی آنکھوں کا تارا بن جائے گا، دنیا اس سے محبت کرنے لگ جائے گی، اس سے کسی کو نفرت نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ وہ کسی کا دل دکھانے کے لئے اور کسی کو برباد کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ وہ دنیا کو راحت پہنچانے کے لئے آیا ہے۔ افسوس ہے کہ ان ساری باتوں کو جو دین کا اصل مقصد ہیں خود ہمیں ان سے نا آشنا ہو چکے ہیں۔

اب میں ایک دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں کہ دینی علوم میں ہندوستان کا کیا مرتبہ و مقام رہا ہے، یادو جی نے بہت صحیح کہا ہے کہ تقریبا ایک ہزار سال پرانا یہ دین بھی اب ہندوستانی ہو چکا ہے۔ ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہی مدت گذر چکی ہے میں نے آپ سے کہا کہ علم کسی قوم اور کسی ملک کی جاگیر نہیں ہوتی، ایک ملک میں اگر اس کا زوال آئے گا تو دوسرے ملک والے اس کو اپنا لیں گے اور ترقی کر جائیں گے، جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ

Marfat.com

سے یہ دینی علوم نکلے اور دنیا میں پھیلے، شام میں عراق میں مصر میں حتی کہ اسپین تک پہونچ گئے، پھر سمٹ کر کے ان سب جگہوں سے اس سرزمین میں جس کا نام ہندوستان ہے یہاں مجتمع ہو گئے، اور آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر اس بات کا کھوج لگایا جائے تو ہندوستان نے دینی علوم میں جیسی ترقی کی ہے اور جیسے عظیم الشان مشاہیر اس ملک نے پیدا کیئے ہیں ان کی اپنی الگ ایک تاریخ ہے۔

میری راجو جی سے بات ہوئی، اور اس مخصوص مسئلہ میں جس مسئلہ کے متعلق آپ کچھ سننا چاہتے ہیں، اور میں نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ یہ خالص ایک دینی مسئلہ ہے، مسلمانوں کے پرسنل لا سے تعلق رکھنے والا ہے، اس لئے اس میں مسلمان جو اہل الرای ہوں ان سے مشورہ کرنا چاہیئے، انہوں نے کہا ٹھیک ہے مسلم ممبران پارلیمنٹ سے ہم مشورہ کریں گے، ہم نے کہا اس میں ہمارے علماء وکلاء کو بلا لیجئے ان سے مشورہ کیجئے، انہوں نے کہا ٹھیک ہے ضرورت ہوگی تو باہر کے ملک سے بلا لوں گا، مجھے تھوڑی مسکراہٹ آئی، انہوں نے کہا کیوں؟ میں نے کہا حضرت آپ کو اختیار ہے آپ کہیں سے بھی علماء کو بلا لیں لیکن میں آپ کو ایک حقیقت بتانا چاہتا ہوں، جو ہمارے لئے یا آپ کے لئے کیا بلکہ اس پورے ملک کے لئے فخر کی بات ہے اور آج ہم سر اونچا کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں دینی علوم میں ہمارے علماء کو جو مقام حاصل ہے وہ شاید دنیا کے کسی ملک میں نہیں، حتی کہ ملک عرب میں بھی نہیں، اور یہ واقعہ ہے، ہوسکتا ہے علوم کسی جگہ پر کچھ زیادہ ہوں، اس لئے کہ عربی زبان ہونے کے ناطے عربی زبان کا علم عربوں کو زیادہ ہوسکتا ہے، لیکن ہمارے یہاں علوم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تقوی کا جو ایک معیار ہے خدا کے خوف کا جو معیار ہے پرہیزگاری سے زندگی گذارنے کا جو معیار ہے خدا کی قسم ایسے علماء اور ایسے مشاہیر شاید دنیا میں کہیں آپ کو دیکھنے کو نہیں ملیں گے، یہ بالکل حقیقت ہے، مجھے معلوم ہوا کہ ایک بزرگ یہاں تشریف لائے ہیں میں انشاء اللہ ان کی زیارت کروں گا، ایسے بزرگ ہیں ہندوستان میں کہ ایسے بزرگوں کی کمی ہے دنیا میں، تو ہمارے یہاں دینی علوم کا معیار سب سے آگے ہے، اب ایک فتنہ کھڑا ہو گیا ہے، مشکل یہ آ گئی ہے، اب میں آ رہا ہوں آخری

Marfat.com

منزل پر، میرا خیال ہے کہ ہیں دس پندرہ منٹ، کہ اب دین اہل دین کے دامن سے نکل گیا اور ہم خوشہ چیں ہیں، دو آیتیں پڑھ کر کے وہ مفسر بھی بن گیا مفتی بھی بن گیا اور خدا جانے کیا کیا بن گیا۔ اور پھر مصر ہے کہ ہماری مان جاؤ سارے ہندوستان کے علماء ایک بات کہدیں لیکن صاحبزادے کو یہ ضد ہے کہ نہیں ہم سب سے بڑے مفتی ہیں، اور سورہ بقرہ کی دو آیتیں ۲۴۱، ۲۴۲ گویا سارے قرآن کا نچوڑ انہیں دو آیتوں میں ہے، یہ بھی ایک دور آ گیا ہے ہماری آنکھوں کو یہ دور دیکھنا تھا دیکھ رہے ہیں، لیکن آج ہندوستان کے سارے مسلمانوں نے متحدہ طور پر اس غلط روی کی دھائی برتی، آج ہمارے سامنے جو بل ہے وہ بل دانشوروں اور علماء کے مشوروں سے تیار کیا گیا ہے ان سے پوچھ کر کے ان سے مشورہ کر کے اور دوسرے لوگوں سے بھی اور جتنی ساری بحث ہے وہ پوری بحث نظر کے سامنے رکھ کر کے تیار کیا گیا ہے، اور بلاشبہہ اس میں ہم کو شکریہ ادا کرنا چاہئے اس ملک کے پرائم منسٹر راجیو گاندھی کا کہ جیسے اور معاملات میں وہ بہت ہی ہوشمندانہ اقدام کرتے ہیں، وقت کی نزاکتوں کو پہچانتے ہیں، نبض کی دھڑکن کو محسوس کرتے ہیں، اور عقل کی روشنی میں دانائی کی روشنی میں سب سے مشورہ کر کے جو جمہوری نظام کا تقاضہ ہے کہ سب کی بات سن لینے کے بعد ایک رائے پر قائم ہوتے ہیں، اور قائم ہونے کے بعد اس کو پیش کرتے ہیں ان کا رویہ یقیناً آج کانگریس کے اس موقف کا اعلان کر رہا ہے جو کانگریس کا شروع سے سن ۲۰ء- سے- آج تک موقف رہا ہے کہ پرسنل لا میں کوئی مداخلت نہیں، اور خصوصیت کے ساتھ مسلم پرسنل لا میں یا اقلیتوں کے پرسنل لا میں عائلی قوانین میں کوئی مداخلت نہیں۔

اب اس وقت اس بل کے متعلق طرح طرح کی باتیں کہتے ہیں، کبھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اسلام نے تو ہمیشہ سے عورت کو ایک پست تر کمتر درجہ دیا، میں نے ایک بار کہا تھا اور اس بات کو میں پھر ایک بار کہنا چاہتا ہوں، حالانکہ یہ گستاخانہ بات ہے جو میں کہنے جا رہا ہوں، تھوڑی گستاخی پر آپ سب سے معافی چاہتا ہوں، اور اللہ کے سامنے بھی عاجزی کے ساتھ معافی مانگتا ہوں، لیکن بعض وقت ایسا آ جاتا ہے کہ گستاخانہ بات کہنا پڑتی ہے میں نے کہا اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے گا کہ اسلام نے عورت کو عورت رکھتے ہوئے جو حقوق

Marfat.com

دیئے ہیں اس سے زیادہ حقوق کسی دوسرے معاشرے میں کسی دوسرے سماج میں رکھے گئے ہیں تو میں اس اسلام کو ترک کردوں، میں نے کہا ہے اور گستاخی کی بات ہے، حالانکہ خالی اس مسئلہ پر اسلام کے ترک کردینے کا کوئی مسئلہ نہیں، یہ گستاخی ہے لیکن میں اللہ سے عاجزی کے ساتھ اس بات کو کہتا ہوں، اور جس وقت یہ کہتا ہوں تو میرا یقین ہے، میرا اعتماد ہے اور ایک مستقل اعتقاد ہے جو مجھ سے یہ بات کہلوا رہا ہے، ان شاء اللہ العزیز ﴿فإن لم تفعلوا و لن تفعلوا﴾ کی طرح اس بات کو ثابت کرنے کے لئے انشاء اللہ کسی گوشہ سے کوئی آواز نہیں اٹھ سکتی، یہ ہمارا یقین ہے جو مجھ سے یہ بات کہلوا رہا ہے۔

عورت بے چاری کمزور ہے، قدرت نے اس صنف کو نسبتاً ایسا نازک بنایا ہے کہ وہ اپنا کسب معاش نہیں کرسکتی، ہاں اس سے ہلکے پھلکے کام لئے جاتے ہیں، کسب معاش مرد کی ذمہ داری ہے، مرد کو کسب معاش کرنا چاہئے، اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہئے، نفقہ کا پورا انتظام مرد کے ذمہ ہے، یہاں تک کہ اگر بیوی اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ ہم تمہارے یہاں بیاہ کر کے آئے ہیں، تمہاری نوکرانی نہیں بن کر آئے ہیں پکا پکایا کھانا اور سلا سلایا کپڑا ہم کو دو تو شوہر کی ذمہ داری ہے کہ پکا پکایا کھانا اور سلا سلایا کپڑا اس کو دے۔

اگر وہ یہ کہہ دے کہ تم اپنے بچے کے دودھ پلانے کی اجرت ہم کو دو تو شوہر کی ذمہ داری ہے، اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں تم سے بیاہی گئی ہوں، تمہارے خاندان سے نہیں بیاہی گئی ہوں، اگر مجھے رکھنا چاہتے ہو بیوی کی حیثیت سے تو ایک الگ مکان میں رکھو، تمہارے گھر والوں سے میری نہیں نبھ سکتی، نہیں بن سکتی تو یہ اس کا حق ہے، اور اسلام اس کو یہ حق شوہر سے اسے دلوائے گا، تو میں نے کہا کہ عورت کو عورت رکھتے ہوئے اگر معاملہ اس حد تک سنگین ہو گیا ہو اور قوت و توانائی دوسری جنس اور دوسری صنف میں اتنی بڑھ گئی ہو کہ برابری کا دعوی ہو، تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تم اپنے نفقہ کا انتظام کرو ہم اپنے نفقہ کا انتظام کریں گے، اس کا نفقہ دوسرا کیوں دے، اور اگر دے تو ہم تم کو اپنے سے طاقتور ماننے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہی کیوں نہیں ہم کو نفقہ دیتی، یہ بات عقل میں نہیں آتی، معاملہ یہ ہے، اور سارے نفقہ کی بنیاد یہ ہے کہ یہ ایک جنس ہے جو جنس لطیف ہے، کمزور ہے، اس میں نزاکتیں

Marfat.com

ہیں اس میں محنت و مشقت برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے، اس کے مقابلہ میں مرد قوی ہے اس کا جثہ اس کی شکل وصورت اس کی آواز کی کڑک اس کا سردی وگرمی میں گھومنا اس کا لو اور گرمی کے تھپیڑے کھانا اس کا سخت سے سخت سردیوں کا مقابلہ کرنا یہ سب چیزیں مرد کی ذمہ داری ہیں عورت کی نہیں، اور چونکہ وہ کمزور اور نحیف ہے اس میں لطافتیں ہیں اس لئے کہ جو عورت لطیف نہیں وہ عورت ہی نہیں، وہ مثالی عورتیں تو دوسری ہیں وہ مثالی عورتوں کے صف میں نہیں آتیں، ان کی ہر چیز میں لطافت ہونی چاہئے نزاکت ہونی چاہئے اس کی آواز بھی لطیف اس کا پہناوا بھی لطیف اس کی شکل وصورت میں بھی لطافت، اور مرد کی ہر چیز میں ہیبت ہونی چاہئے، اس کی آواز میں کڑک اس کے چہرے پر رعب وداب اس کی ہر چیز میں کرختگی، سختی، یہ مرد کا خاصہ ہے، قدرت نے یہ تفریق پیدا کی ہے میرے بھائی، ہم نے نہیں بنائی ہے، اگر یہ نہ ہو تو سارا معاملہ ہی ختم ہو جائے، تو میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اسی بنیاد کے اوپر یہ نفقہ کا قانون بنا ہے، اب نفقہ کے قانون کے معاملہ میں طرح طرح سے بحثیں چل رہی ہیں۔

دیکھئے مرد اور عورت کے تعلقات کی تین قسمیں ہیں، تین مختلف قسم کے سماج ہیں جن میں ان تعلقات کو تین طرح سے قائم کیا ہے، ایک تعلق الحمدللہ اس ملک میں نہیں کہئے تو اس کا تذکرہ سرسری طور پر کردوں، لیکن الحمدللہ اس فلاسفی کے ماننے والے یہاں بالکل نہیں، یا ہیں تو سوسائٹی اور سماج کے دباؤ کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتے، اور وہ طریقہ ہے چھوت کا، بالکل آزاد رشتہ، آزاد تعلق، یعنی عورت اور مرد کا (Adjustment) ہو گیا، ان کا ایک ساتھ رہنا سہنا ہو گیا، جتنے دن چل رہا ہے چل رہا ہے، اس کے بعد تم ادھر جاؤ وہ ادھر جائے، بالکل آزادی ہے، بالکل بہیمیت کی زندگی ہے، حیوانات میں جس طرح نر اور مادہ کے تعلقات قائم ہوتے ہیں اسی طرح کا انسانوں میں، یہاں اس دین کے ماننے والے تو ہیں لیکن الحمدللہ وہ شرما حضوری میں اس پر عمل نہیں کرتے، یا کرتے ہوں گے تو چھپ کر کے کرتے ہوں گے یہ طریقہ چلا ہے روس وغیرہ سے۔

ایک دوسرا رشتہ ہے مرد اور عورت کے بیچ کا تعلق جو شادی کے ذریعہ سے قائم ہوتا

Marfat.com

ہے، ازدواجی رشتہ ہے، ہمارے دین میں اور بعض دیگر مذاہب میں وہ رشتہ مستقل زندگی بھر کا رشتہ ہوتا ہے، بعض مذاہب میں وہی رشتہ ایک زندگی سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے، کئی کئی جنموں کے لئے، ایک جنم کے بعد بھی وہ رشتہ ٹوٹتا نہیں، یہ دینی تعلیم ہے اس کا اپنا ایک الگ مزاج ہے، اس کا ایک پورا نظام ہے، اور میں کوئی تنقید نہیں کر رہا ہوں، بلکہ یہ کہہ رہا ہوں کہ بھائی اپنی سوسائٹی کے لئے اپنے انداز پر انہوں نے یہ طریقہ مناسب سمجھا، اور اس کی کچھ خوبیاں بھی ہیں، اور ان خوبیوں کو پیش نظر رکھ کر کے انہوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا۔

ایک تیسرا رشتہ جس کو اسلام نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ شادی ایک عورت اور ایک مرد کے بیچ میں ایک معاہدہ ہے، اور وہ معاہدہ محض سطحی معاہدہ کی حیثیت سے نہیں ہے، بلکہ اس رشتہ میں تقدیس ہے اور منشا یہی ہے کہ زندگی بھر یہ رشتہ قائم رہے گا، چنانچہ جب بھی کبھی نکاح ہوتا ہے، اور نکاح کے بعد جو دعا ہوتی ہے، اس دعا میں یہی ہوتا ہے کہ اے اللہ ان دونوں کے بیچ میں ایسی محبت قائم کر دے جو حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کے بیچ میں تھی، حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے بیچ میں تھی، حضرت رسول اللہ ﷺ اور ان کے ازواج مطہرات کے بیچ میں تھی، حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے بیچ میں تھی وغیرہ وغیرہ، اور زندگی بھر یہ دونوں ایک دوسرے کا خوش اسلوبی کے ساتھ ساتھ دیتے رہیں۔ منشا یہ ہے کہ یہ رشتہ زندگی بھر قائم رہے، اور اس کی شکل ایک معاہدہ کی رکھی کہ زندگی میں ایسے واقعات آسکتے ہیں کہ جب دونوں کے مزاج کے اختلاف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے دونوں کا نباہ مشکل ہو جائے زندگی دونوں کے اوپر یا دونوں میں سے کسی ایک کے اوپر بوجھ بن جائے تو اللہ جل شانہٗ کی مہربانی عنایت اور شفقت ہمارے اوپر ہے، اور اس کی ربوبیت پر جتنی حمد کی جائے، جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، خدا کی قسم اس نے ہم کو جو قانون دیا وہ یہ دیا کہ دیکھو ہے تو یہ مختصر زندگی مگر جو بھی ملی ہے اس کو بوجھ بنا کر کے مت گزارو، اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ یہ اب بوجھ بن گیا ہے تو اس بوجھ سے گلو خلاصی کر کے دونوں کو آزاد کر دو کہ دونوں اپنی بقیہ زندگی کو خوش اسلوبی کے ساتھ امن کے ساتھ ایک دوسرے سے محبت کے ساتھ گزار سکیں۔

Marfat.com

اب جہاں تک رشتہ ایک مستقل رشتہ تھا وہاں پر تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ بھائی تمہارے قاعدہ قانون میں رشتہ ٹوٹ گیا ہوتو ٹوٹ گیا ہو لیکن مذہبی اعتبار سے تو یہ مستقل ہے، اس لئے وہاں تو آپ مٹینینس (Maintenance) کو واجب قرار دے سکتے ہیں، لیکن جہاں پر رشتہ کے ٹوٹنے کی گنجائش ہے وہاں پر مٹینینس بتانا ظلم ہے، عورت کی غیرت کے خلاف ہے، کسی چیز کو آدمی کھوتا ہے تو اس کے معاوضہ میں کچھ پاتا ہے، اسلام نے جو نفقہ کا انتظام رکھا ہے وہ یہ رکھا ہے کہ عورت جب تک مرد کی تابعداری میں ہے، اس کے ساتھ میں ہے، اس کا ہاتھ بٹا رہی ہے، معاشرہ میں اس وقت تک نفقہ مرد کے ذمہ ہے، اور پھر اس کے بعد اس وقت تک اس کے ذمہ ہے جب تک کہ وہ پابندی کی زندگی گزار رہی ہے چاہے عدت کا زمانہ ہو یا وضع حمل کا زمانہ ہو، اس کے علاوہ نفقہ کی صورت نہیں ہے، اور یہ رشتہ بالکل ایسے ٹوٹ جاتا ہے جیسے لکڑی چٹ سے توڑ دیجئے، دونوں الگ الگ ہو جاتے ہیں ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رہتا، برخلاف اس کے ایک رشتہ اسلام میں ایسا ہے جو مستقل رہتا ہے، وہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں، ماں باپ سے کسی لڑکے یا لڑکی کا رشتہ کبھی ٹوٹتا نہیں، اور بچوں کا رشتہ کبھی ماں سے ٹوٹتا نہیں، یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا شادی کے بعد، یا شادی کے بعد جب طلاق ہو جائے، طلاق کے بعد لڑکی ایسی ہو جاتی ہے جیسے بالکل باکرہ، اور وہ نفقہ کا رشتہ جو ماں باپ پر ختم ہو گیا تھا جتنی دیر تک ازدواجی رشتہ میں بندھے رہنے کی وجہ سے تو پھر طلاق کے بعد وہ ریوائز (Revise) کر جاتا ہے، یہ ہمارے یہاں کا نظام ہے اور اس نظام میں بھی اپنی جگہ پر بہت سی خوبیاں ہیں لیکن دونوں نظام اپنی اپنی جگہ پر اچھے ہیں، ہم اپنے لئے اس نظام کو پسند کرتے ہیں، میرے بھائی ہم نہیں چاہتے کہ اس نظام کو خواہ مخواہ بدلیں، ہم اس میں کوئی دخل نہیں دیتے، ہمارا مطالبہ صرف اتنا ہی ہے کہ ہماری شریعت میں جو سماجی ڈھانچہ جو شرعی نظام جو عائلی نظام، ازدواجی زندگی کا جو طور طریقہ ہم کو بتایا گیا ہے خدا کے لئے ہم کو اس پر عمل کرنے دیں، اتنا ہی مطالبہ ہے نا، اب کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نیشنل انٹیگریشن اور سیکولرازم خطرہ میں پڑ جائے گا، اور پھر پاکستان بن جائے گا یا اللہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آج تک اتنے دن ہو گئے اسی بات پر عمل ہو رہا

Marfat.com

ہے لیکن نہ سیکولرازم کو خطرہ ہوا نہ نیشنل انٹیگریشن کو خطرہ ہوا، بلکہ نیشنل انٹیگریشن کو خطرہ ان جگہوں سے آرہا ہے جہاں پر دونوں کا قانون عائلی ایک ہے اب علاقائیت کا رجحان پیدا ہورہا ہے یہ خطرہ کی چیز ہے نیشنل انٹیگریشن کے لئے بنگلور میں مہاراشٹر میں آندھرا پردیش اور تامل ناڈو میں حالات کا اندازہ کرو، ملک کے استحکام کو اس کی یکتا کو جہاں سے خطرہ ہے اسے دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اصل خطرہ کی طرف سے تمہاری نظر ہٹ جائے اور تم دوسری جگہوں پر خطرہ کو تلاش کرتے رہو، اور وہیں بات رہ جائے اور تمہارے اوپر دشمن حملہ کردے، تمہارے اوپر یہ ہو چکا ہے، یہ افتاد آچکی ہے ۱۹۶۲ء تک ہم کو یہ یقین دلایا جاتا رہا، محترم ڈیفنس منسٹر اس زمانے کے کرشنا مینن یقین دلاتے رہے کہ ہندی چینی بھائی بھائی ہیں، اور دشمن نمبر ون پر پاکستان، ہم نے پورے ملک میں اسی کو قبلہ سمجھ کر اسی کی طرف رخ کرلیا شمال مغرب کا، اور پشت کے اوپر چین تھا، ہماری ساری توجہ ہمارا سارا رخ پاکستان کی طرف تھا، لیکن جب خواب سے بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ پیٹھ میں چھرا اسی نے گھونپ دیا جس کو ہم بھائی کہہ رہے تھے قومی زندگی کے لئے اس سے زیادہ خطرناک اور کوئی بات نہیں ہوگی، ملک کے استحکام کے لئے اس سے زیادہ خطرناک اور کوئی بات نہیں ہوگی کہ اصل خطرہ جس جگہ پر ہے اس جگہ سے نظر چوک جائے اور دوسری جگہوں پر جہاں سے خطرہ نہیں ہے وہاں پر ہماری توجہ مرکوز ہو جائے، یہ انتہائی خطرناک بات ہے، تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ سیکولرازم کو خطرہ ہے کیا؟ ہندوستان کا سیکولرازم نہ تو امریکہ کا سیکولرازم ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مذہب چرچ کی چہار دیواری کے اندر ہے، چرچ سے باہر نکلو تو آزاد زندگی ہے، جو چاہو کرو، چاہے حیوانوں کی سی زندگی گزارو، چاہے شیطانوں کی سی زندگی گزارو، ان میں کچھ انسانوں کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو گزاریں، پابندی کوئی نہیں، یہ وہ سیکولرازم نہیں ہے جس سیکولرازم کے معنی ہیں بالکل آزاد، بس مذہب جو ہے چرچ کی چہار دیواری کے اندر، اور نہ وہ سیکولرازم ہے جس کی تخم ریزی ایک یہودی نے روس میں کی تھی کہ بندہ پرور جایئے اچھا خفا ہو جائے، دین ہی سے بے نیاز، دین ہی کو تین طلاق خدا ہی سے بیزار، مذہب کو نہ ماننے پر اصرار، خدا، انسانیت کا دشمن ہمارا سیکولرازم وہ بھی نہیں۔ ہمارا

Marfat.com

سیکولرازم ایک مثبت سیکولرازم ہے جس کو ہندوستان کے لیڈروں نے پنڈت جواہر لال نہرو نے مہاتما گاندھی نے مولانا آزاد نے دوسرے بے شمار لیڈروں نے، مولانا حسین احمد مدنی نے ان سب نے مل کر کے اس کا خمیر تیار کیا تھا، اور وہ سیکولرازم مثبت سیکولرازم ہے، اور وہ مثبت سیکولرازم یہ ہے کہ اس ملک کی رنگارنگی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس ملک کے ہر رنگ سے پیار ہو، اس ملک میں ہر دین کو ہر عقیدہ کو ہر مذہب کو برابر طور پر پھلنے پھولنے اور اپنے دائرہ کے اندر کام کرنے کا حق ہو، بشرطیکہ وہ کسی دوسرے کی حدود میں دخل دے کر کے فساد نہیں برپا کر دیتا اور امن و عافیت کو درہم برہم نہیں کر دیتا، یہ مذہب دشمن نہیں ہے ہمارا سیکولرازم، بلکہ مذہب کا محافظ، سارے مذاہب کی قدر کرنے والا، سارے مذاہب کو برابر کا درجہ دینے والا ہے اور مذاہب کے ذریعہ جو اخلاقی اور تہذیبی اور ثقافتی قدریں ہیں ان قدروں میں کسی ایک کو بھی چھوڑنے کے لئے نہیں ہے، مولینا ابوالکلام آزاد نے یہی بات کہی تھی کہ ہماری مشترکہ تہذیب میں جو مختلف عناصر ہیں ان عناصر میں سے ہم کسی چیز کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے، ان سب کو ہم اپنی مشترکہ تہذیب کا ایک جزو سمجھتے ہیں ان سب کو برابر پھلنے پھولنے اور بڑھنے کا موقع دینا چاہتے ہیں، اور ایک دوسرے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے یہی ہمارا سیکولرازم ہے کہاں تک اس پر چوٹ پڑ رہی ہے یہ دیکھنا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کامن سول کوڈ ہی سے سارا مسئلہ حل ہو جائے گا ارے میاں! کامن سول کوڈ ہی تھا پھر بھی پاکستان کے دو حصے بن گئے ایک پاکستان ایک بنگلہ دیش، ان کا تو سول کوڈ اور ان کا مذہب بھی ایک ہی تھا، لیکن معلوم ہوا یہ تو دو ملک بن گئے، ہندوستان میں بھی ہمارے ہندو بھائیوں کا تو سول کوڈ ایک ہی ہے نا، بھائی ان کا پرسنل لا تو ایک ہی ہے، لیکن پھر یہ کیا بات ہے کہ مہاراشٹر برائے مہاراشٹرین، آسام برائے آسامی، تامل ناڈو برائے تمیلین، آندھرا پردیش برائے ٹیلگو دیشم یہ نعرے کیوں لگ رہے ہیں؟ دلوں کو جوڑنے کی راہ تلاش کرو، اور اس فضا کو پیدا کرو جس فضا میں اس ملک کا ہر بسنے والا، ہر رہنے والا اس ملک کے ہر ہر ذرے پر اپنا حق سمجھنے لگ جائے اور اس ملک کے ہر ایک ایک ذرے کا حق اپنے اوپر سمجھنے لگ جائے۔

Marfat.com

کبھی شاخ وسبزہ و برگ پر کبھی غنچہ وگل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں میرا حق ہے فصل بہار پر

یہ ہے انٹی گریشن، نیشنل انٹی گریشن ان باتوں سے نہیں آنے والا ہے جن کو لوگ سمجھتے ہیں، خدا جانے کہاں سے کچھ لوگ انٹلیکچول کا نعرہ لگا رہے ہیں، پتہ لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ہندوستان بھر میں مسلمانوں میں کل ۱۱۲۰ انٹلیکچول ہیں، اللہ رحم کرے، بس یہی انٹلکچول ہیں اور باقی سب نے اپنی انٹلکچول کہیں گرو رکھ دی ہے۔

یہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے وہ لوگ ہیں جو اس بل کے مخالف ہیں، اور علی گڈھ یونیوسٹی کے پانچ سو سے زیادہ اساتذہ، جن میں ڈھائی سو سے زیادہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کئے ہوئے ہیں، بل کی موافقت کر رہے ہیں اس لئے وہ انٹلیکچول نہیں ہیں، گویا انٹلیکچول کا معیار یہ ہے کہ کون اس بل کا مخالف ہے اور کون موافق، جو موافق ہے وہ تو فنڈامنٹلسٹ ہے اور وہ جو اس بل کی مخالفت کر رہا ہے وہ انٹلیکچول ہے چاہے اسے اس بل کے حروف تہجی بھی نہ معلوم ہوں۔

اور یہ ہمارے اخبارات خدا ان کے حال پر رحم کرے، نیشنل پریس نہیں یہ سیکشنل پریس ہے، ان اخبارات پر رحم آتا ہے، ہم سے کچھ اخبار نویس ملے تو کہنے لگے: آپ صاحب کیسے کہتے ہیں کہ سیکشنل پریس ہے ہم نے کہا دیکھو ہندوستان کے تمام پریس کو، کلیۃ میں کہہ رہا ہوں ہندوستان میں انگریزی میں بھی اخبار نکلتا ہے ہندی میں بھی اردو میں بھی نکلتا ہے، انگریزی ہندی کا اخبار ایک طرف رکھو، اردو کا اخبار دوسری طرف رکھو اور دونوں کی خبروں کو روز پڑھو، معلوم ہوگا کہ یہ دونوں الگ الگ دو ملکوں کے اخبار ہیں، جس کا جی چاہے تجربہ کر لے، اب یا تو یہ غلط یا تو وہ غلط، میرے خیال میں دونوں غلط، اسلئے کہ دونوں عدم توازن کا شکار ہیں، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ ﴿و أقيموا الوزن بالقسط و لا تخسروا الميزان﴾ اللہ نے میزان اسی لئے بنایا ہے اور یہ میزان وہ بنئے کا تولنے والا نہیں کہ ڈنڈی ماردی اور گیہوں ایک کلو کا ڈیڑھ کلو ہوگیا، بلکہ اس میزان کے معنی ہیں اعتدال، تمام سوسائٹی میں بیلنس قائم کرنا عدم توازن سے بچنا۔ یہ ہے قرآن کا تقاضہ، تو

Marfat.com

میرے بھائی مجھے بیلنس نہ اس پیپر میں دکھائی دے رہا ہے نہ اس میں، ایک بار پارلیمنٹ میں میں نے تقریر کی تھی تو لوگوں نے مجھے اردو کے اخبار دکھائے: ''پارلیمنٹ میں ضیاء الرحمٰن انصاری کی گرج'' معلوم ہوا میں انسان کی صف سے نکل کر کے بادل بن گیا، گرجتا تو بادل ہے، ایک دوسرے اخبار نے لکھا: ''ضیاء الرحمٰن انصاری مسلمانوں کے ایلچی کی پارلیمنٹ میں دھاڑ'' اب میں جنگلات کے محکمہ کا منسٹر کیا ہو گیا کہ لوگوں نے جنگلی جانور مجھے بنا دیا، خدا رحم کرے، آپ غور فرمایئے ذرا سا یہ بیلنس ہے؟ نہیں بیلنس کے خلاف ہے، چاہے انگریزی کا پریس ہو، چاہے ہندی کا پریس ہو، چاہے اردو کا پریس ہو، جو شخص بھی بیلنس کے خلاف کرے گا وہ اپنی مٹی پلید کرے گا، اپنی عاقبت بگاڑے گا، پریس ہمارا اہم ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ سے ہم ملک کی نبض کو پہچانتے ہیں، اگر پریس سے اعتماد اٹھ جائے گا لوگوں کا، تو وہ دن اس ملک کے لئے اور اس مَلک کی جمہوریت کے لئے انتہائی نقصان دہ دن ہوگا، اور میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں، ہمارے پریس کے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں یہ لکھ لیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے اخباروں میں آئے گی نہیں یہ خبر، جانتا ہوں میں، میں تو تمہیں رپورٹنگ کے لئے کہہ رہا ہوں، تم رپورٹنگ ٹھیک ٹھیک کیا کرو، میں کہہ یہ رہا ہوں کہ ہماری فکر مت کرو، اس کی فکر کرو کہ تمہارے اوپر سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، اور وہ دن اس ملک کے لئے انتہائی بدنصیبی کا دن ہوگا جب ان اخباروں پر سے جن کا ہماری اندرونی زندگی میں ایک اعلیٰ مقام ہے ان پر سے اگر اعتماد اٹھ جائے تو وہ دن ہماری بدنصیبی کا دن ہوگا، آپ کی خواہش تھی تو میں نے کچھ کہہ دیا۔

میں آپ کو ایک بات بتاؤں، شروع میں جب میں بولا ہوں تو تھوڑا مجھے اس جذبہ کے خلاف غصہ تھا جس میں بڑے توہین آمیز الفاظ حدیث نبوی ﷺ کے متعلق کہے گئے تھے، اس بات پر غصہ تھا کہ قرآن کی تفسیر اور فقہی مسائل اس جمنٹ نے پورے ڈسکس کئے تھے۔ اب میں آپ کو ایک بات بتاؤں، اللہ جل شانہ جس وقت شر سے خیر پیدا کرنا چاہتا ہے اور کوئی کام لینا ہی چاہتا ہے تو کبھی کبھی شر سے بھی خیر کا کام لے لیتا ہے، کسی خرابی سے اچھائی کا کام لے لیتا ہے، اور وہ شاہ بانو کا کیس ہے، اور وہ جمنٹ اسی شر میں سے ہے

Marfat.com

جس سے خیر کا کام اللہ نے لے لیا اس لئے میرے دل کی گہرائیوں سے ان محترم ججوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں، شاہ بانو کے لئے بھی دعائیں نکلتی ہیں، اور ان لوگوں کے خلاف بھی میرے دل میں کوئی جذبہ نہیں ہے بلکہ دعا نکلتی ہے جنہوں نے دو آیتوں میں پورے قرآن کی تفسیر دیکھ لی، آگے نہ پڑھنے کی ضرورت نہ پیچھے پڑھنے کی ضرورت، انگریزی میں دو آیتوں کا ترجمہ پڑھو اور مفتی اعظم بن جاؤ، ان سب کے لئے میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اگر یہ تاریخی کارنامے انہوں نے انجام نہ دیئے ہوتے تو خدا جانے اس ملک کا مسلمان اور بھی کتنے دنوں خواب غفلت میں چادر اوڑھ کے سوتا رہتا، آپ زلزلے دیکھیں، بعض وقت چھوٹا جھٹکا آتا ہے، جب کوئی عظیم الشان زلزلہ آنے والا ہوتا ہے تو پہلے معمولی معمولی جھٹکے آتے ہیں اگر ان جھٹکوں سے آدمی سنبھل جاتا ہے تو سنبھل جاتا ہے، نہیں سنبھلتا ہے تو ایک مرتبہ بھیانک زلزلہ آتا ہے اور وہ زلزلہ پوری آبادی کو غرق کر دیتا ہے، بہت سے جھٹکے وقتاً فوقتاً آتے رہے لیکن ہم پر جب بھی زلزلہ آیا ہے کروٹ تو ہلکی سی لی لیکن پھر چادر تانی اور ایسی گہری نیند سو گئے کہ گویا ہم صور قیامت کا انتظار کر رہے تھے کہ جب پھنکے گا تبھی ہم اٹھیں گے، اسلئے ہم ان سب محترم بزرگوں کے ممنون احسان ہیں، تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب آخری بات میں پھر سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بل ان شاء اللہ پاس ہوگا، اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے، پرائم منسٹر وری اسٹڈی کرنے کے بعد اس کا پورا عزم کر چکے ہیں، یہ کام پرائم منسٹر نے محض ایک دو آدمیوں کے صلاح و مشورے سے اور بغیر چیزوں کو سمجھے ہوئے نہیں کیا ہے، ان کی نظر اس سلسلے میں اتنی گہری ہے، اس قدر عمیق اسٹڈی انہوں نے کی ہے کہ کم لوگوں نے کی ہوگی، اور آج وہ پورے طور سے اس بل کی ہر دفعہ پر حاوی ہیں، تو یہ بل پاس ہوگا، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، کیا اسی بل کے پاس ہونے کے بعد سارا کام ختم ہو جائے گا؟ نہیں، یہ بل ہمارے کام کی شروعات ہے، یہ بل ہمارے کام کا پہلا قدم ہے، اور اس بل کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے جمنٹ اور شاہ بانو کے کیس سے جیسا اتحاد اور اتفاق مسلمانوں میں عام طور پر سارے اختلافات کو

Marfat.com

ختم کر کے آ گیا ہے اس اتحاد کو اچھے کاموں کے لئے استعمال کر لو تو یہ مفید کام ہے اور اس اتحاد کو مفید کاموں میں استعمال کرنے کے بجائے اس کو بھی تو نے تخریب کی نظر کر دیا تو ڈسٹرکشن کی نظر کر دیا تو اس سے زیادہ بدنصیبی کا دن مسلمانوں کے لئے کوئی نہیں ہوگا، لوگوں کا ذہن اسی طرف مائل ہو گیا ہے، اٹھو اور اٹھ کر اصلاح معاشرہ کرو، معاشرے کو ٹھیک خطوط پر سنوارنے لگ جاؤ، اس لئے کہ اس وقت لوہا گرم ہے، اس وقت چوٹ لگاؤ گے تو ان شاء اللہ جیسے جیسے چوٹ لگاتے جاؤ گے اور جو چیز بنانا چاہو گے بنتی چلی جائے گی اگر اس سے کام لے لیا تو ہمارے معاشرہ میں ہماری سوسائٹی میں کوئی خرابی نہیں آ سکتی آپ سے ایک بات بہت صفائی سے کہنا چاہتا ہوں، ہمارے برادران وطن کو یہ غلط فہمیاں ہیں کیوں؟ اصل میں قصہ یہ ہے کہ ہمارے کردار و عمل سے، جیسا کہ ہم کام کرتے ہیں ہمارے کاموں کو دیکھ کر ہمارے دین کا اندازہ لگاتے ہیں کہ جب ضیاء الرحمٰن انصاری یہ غلط کام کر رہا ہے تو اس کے معنی اس کا دین بھی خراب ہوگا، ساری غلط فہمیوں کی بنیاد تو یہی ہے، یہ طریقہ کسی دین کے پرکھنے کا غلط طریقہ ہے، ہندوؤں کو دیکھ کر کے ہندو مذہب کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام کے متعلق کوئی فیصلہ غلط ہوگا، لیکن عملی زندگی میں ہوتا یہی ہے کہ مذہب کے پیروؤں کو دیکھ کر کے ہم اس مذہب کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں، لہذا اگر ہم نے اپنے اعمال کی، اپنے معاشرے کی اصلاح نہ کی تو صرف ہم اپنے ہی لئے ایک بدنما داغ نہیں بن جائیں گے، بلکہ پورے کے پورے اپنے دین کے لئے ایک بدنما داغ بن جائیں گے، اور دوسروں کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بن جائیں گے۔

اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مرکزی دارالعلوم اس طرف رجوع کرے گا، اور ان شاء اللہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے، میں نے کچھ وقت زیادہ لے لیا، بہت بہت آپ کا شکریہ، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر جو فضلاء آئے ہیں وہ اس سیمینار میں اپنے پیپرس پڑھیں گے، اس سے ایک اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔ تعمیری ذہن بنے گا، اور صرف مسلمانوں کا نہیں، بلکہ پوری کی پوری انسانیت کا اور پورے کے پورے ہندوستان کا ایک اچھا ذہن بنے گا، آپس، میں بھائی چارہ بڑھے گا، محبت قائم ہوگی اور ایک اچھی پرامن اور

Marfat.com

پرسکون زندگی ہم اس ملک میں پیدا کرسکیں گے، یہ جو مقصد ہے ہماری ساری چیزوں کا اور جو ہر دین کا مقصد ہے چاہے ہندو دھرم ہو چاہے اسلام ہو چاہے عیسائیت ہو، کوئی یہ نہیں کہتا کہ بدامنی اچھی چیز ہے، ہر دھرم یہی کہتا ہے کہ امن اور عافیت کے ساتھ رہنا اچھی چیز ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اس طرف عملی قدم بڑھے گا۔ میں اخیر میں پھر اپنے ملک کے وزیر اعظم راجیو گاندھی کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، اور آپ سب سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ ان کا اس معاملہ میں شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ جس طرح سے جرأت مندی کے ساتھ سارے طوفان میں انہوں نے سچائی کو پہچانا اور جب حق ان پر واضح ہو گیا تو اس پر اقدام کیا۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين ۔

Marfat.com

# الشيخ المحدث عبد الرحمن المباركفورى
# وكتابه "تحفة الأحوذى"

## اسمه ومولده:

هو الأستاذ، العلامة، المحدث، الحجة، الإمام ، العلم أبو العلى محمد عبد الرحمن بن الشيخ عبد الرحيم بن الشيخ بهادر، المباركفورى – نسبة إلى مباركفور فى شمال الهند ، من قرى مديرية أعظم جره، فى ولاية اوتاربرادیش – ولد فى سنةُ ١٢٨٣ هـ فى مباركفور.

## نشأته و تعلمه:

نشأ و تربى فى رعاية والده ، و تعلم منه قرأة القرآن الكريم واللغات الأردية، والفارسية حسب المنهج السائد فى تلك المنطقة فى ذلك الوقت ثم سافر إلى القرى والمدن المجاورة وتلقى العلوم العربية، والفقه، والأصول والمنطق وكان من شيوخه فى هذه المرحلة العلامة حسام الدين المئوى، والعلامة فيض الله المئوى، والعلامة سلامة الله الجيراجفورى.

ثم رحل إلى غازيفور، و تتلمذ على علامة دهره، و وحيد عصره، الشيخ الحافظ عبدالله الغازيفورى، و درس عليه الفقه، والحديث والتفسير بجانب العلوم المتداولة فى ذلك العصر.

ثم سافر بإشارة من شيخه الحافظ الغازيفورى إلى دهلى لكى يستفيد من الشيخ نذير حسين الدهلوى، الذى طبقت شهرته الآفاق ، و بلغ من العلم والمعرفةالكمال، و من البحث والتدريس والإفادة

Marfat.com

النهاية و جمع من كل فن بنصيب وافر، و قصده الطلاب من كل جهة حتى لقب — حقا — شيخ الكل فى الكل.

فقرأ عليه الشيخ المباركفورى صحيح البخارى و صحيح مسلم و كتب السنن و غيرها من كتب الحديث المعروفة فى البلاد، كما درس عليه التفسير و الفقه، ولدى الشيخ نذير حسين برزت عنايته بالحديث و علومه، و عكف على دراسته حتى فاق فيه اقرانه؛ و سنحت له فرصة الاستفادة من المحدث البارع القاضى حسين بن محسن الأنصارى الخزرجى اليمانى (م١٣٢٧هـ) الذى كان نزل بالهند بقصد الإفادة والتدريس على دعوة من نواب بوفال الشيخ صديق حسن خان، و قصد حلقته طلبة الحديث من كل جهة.

## تبوأه لمنصب التدريس:

و بعد ان قضى نهمته من الدراسة، و حصل على الإجازات من الشيوخ الكبار فى العصر، رجع الى موطنه مباركفور، و أسس مدرسة دينية سماها "دار التعليم" و تولى التدريس فيها، و ذاعت شهرته العلمية، وتوجه إليه الطلبة من كل جهة. وكان أخذ على عاتقه احياء السنة النبوية و ابراز معالمها، واظهار ما كان خفي على الناس منها. وهذا المنهج أخذه من شيخه العلامة نذير حسين.

و أدرك الشيخ المباركفورى أنه يجب انشاء مدارس دينية أخرى فى المناطق التى يسكنها المسلمون و هم فى غفلة مما يجب عليهم فعله أو تركه حسب التوجيهات الرشيدة التى تركها رسول الله ﷺ، لا يتجاوز علمهم متون الفقه التى كانت متداولة فى البلاد منذ أجيال. و شد رحاله لأجل تحقيق هذا الهدف المبارك، و سافر الى جونده و أسس مدرسة فى قرية بلرام فور، و جلس فيها للتدريس

Marfat.com

فترة ، ثم انتقل الى قرية أخرى و درس هناك، ثم سافر الى كونڈؤ، بونڈيهار، فى نفس المنطقة وقام بتأسيس مدرسة كبيرة باسم سراج العلوم، و تولى التدريس فيها لفترة أفادفيها خلقا كبيرا. و لا زالت تلك المدرسة موجودة تؤدى دورها فى مجال التربية الدينية و نشر السنة النبوية.

ثم دعاه شيخه الحافظ عبدالله الغازيفورى الى آره فى ولاية بيهار لكى ينضم معه فى التدريس فى المدرسة الأحمدية هناك. و كانت تلك المدرسة من أهم المعاهد الدينية فى البلاد فى تلك الفترة . وكان مؤسسها—أبو محمد ابراهيم ، و هو من تلامذة الشيخ نذير حسين الدهلوى— جمع كبار العلماء للتدريس فيها، وكان يريد أن يجعلها أكبر مركزللدراسات الدينية، و لكن المنية عاجلته، والذين جاؤا من بعده لم يعطوا العناية الكافية بالمدرسة، فاختل نظامها، و تركها الشيخ المباركفورى وسافر إلى كلكوتا بأمر شيخه الحافظ الغازيفورى للتدريس فى مدرسة دار القرآن و السنة، وأقام هناك سنين يفيد، و يدرس، و انتفع بعلومه خلق كثير.

و هذه كانت آخر مدرسة تولى التدريس فيها، ثم قرر التخلى عن التدريس والعكوف على التأليف و التصنيف، فرجع الى وطنه مباركفور و بقى هناك إلى أن توفى فى شوال سنة ١٣٥٣ھ.

و بعد رجوعه إلى مباركفور تلقى الدعوة من قبل حكومة المملكة السعودية للسفر الى مكة المكرمة و تدريس علوم الحديث فى الحرم المكى، و لكنه لم يقبل، كما دعاه الشيخ عطاء الرحمن مدير مدرسة دار الحديث الرحمانية لتولى التدريس فى مدرسته، و لكنه اعتذر و آثر البقاء فى مباركفور.

Marfat.com

## منزلته من العلم:

كان الشيخ – رحمه الله – بلغ فى العلم والمعرفة الغاية، و فى الفهم والاستنباط النهاية حتى أصبح بحرا فى العلوم لا يدرك قعره، و أخذ من كل فن بأوفر نصيب حاز قصب السباق فى كثرة الاطلاع و جودة التأليف.

كان يتوقد ذكاء و فطنة، رزق دقة النظر، و صحة الرأى كان يجول بفكره فى ساحات المشاكل و الغوامض ويخرج منها بحل مقنع، و يغوص بنظره فى بحور الدقائق و الخفيات و يطلع منها بنكات لطيفة، و هبه الله فكرا لا يكل، و نظرا لا يتعب، و ذهنا لا يكد، عرف بالمثابرة فى القراءة والدراسة. و بالتأنى فى البحث والتدقيق، ولذلك جاءت تواليفه جامعة لكل ما هو نافع و مفيد، خالية عن الزوائد والاستطرادات التى لا تغنى ولا تفيد.

درس الفقه و عرف المذاهب و استوعب الخلافات بينها، و تبحر فى العلوم العربية حتى بلغ فيها القمة. و كتبه أكثر شاهد على ذلك. فهو يرد على معارضيه من كتب أصحابهم، ويضيق عليهم الخناق باظهار الأخطاء النحوية فى كلامهم.

## تفوقه فى علم الحديث:

برز فى علم الحديث، و تفوق فيه على اقرانه فامتاز من بينهم بمعرفة فنون الحديث و حفظ متونه، والتمييز بين أنواعه من الصحيح و الضعيف، والمرفوع و الموقوف، و الموصول والمنقطع، والاطلاع على وجوه الترجيح و أنواع العلل، كما كانت لديه خبرة تامة بالرجال و قوانين الجرح والتعديل، و عرف بدقة النظر فى مباحثه، فكان لا يجاريه أحد فى فهم معانى الحديث، و استنباط

Marfat.com

الأحكام الفقهية، و استخراج النكات البديعة، كل ذلك بعبارة سهلة فصيحة ، وأسلوب حلو مقنع ، وكان بلغ فى هذا المجال مبلغا عجز عن اللحوق به فيه علماء عصره ، وكان أوتى قوة فى الكلام وملكة فى الجدال مما مكنه من التصدى للمنافحة عن السنة المطهرة، و رد مزاعم المبتدعين و المقلدين فى مؤلفاتهم.

## أخلاقه و سيرته:

كان –رحمه الله– يتمتع بخصائل محمودة ، وأخلاق فاضلة من الزهد فى الدنيا ، والورع والتوكل على الله والانابة إليه، و من أكبر الشواهد على عزوفه عن متاع الدنيا أنه بعد ما رجع الى وطنه و عكف على التاليف، و جهت إليه الدعوة من جهات كثيرة لتولى مناصب مرموقة ومن أهمها دعوة حكومة المملكة العربية السعودية لالقاء الدروس فى الحرم المكى، و دعوة رئيس مدرسة دار الحديث الرحمانية فى دهلى للعمل فيها، وكان الناس يتطلعون إلى مثل هذه الفرص، و لكن الشيخ اعتذر ، و آثر البقاء فى وطنه يخدم السنة والدين، ويجاهد ضد الخرافيين والمبتدعين.

وكان نموذجا حيا للتواضع الذى هو من شأن العلماء المخلصين العاملين، و كان كثير الصمت ، دائم الفكر، ذاكرا الله ، شاكرا له ، وقافا عند حدود الله، آية فى التقوى، متمسكا بالقرآن والسنة ، مجاهرا بالحق لا يخاف فى ذلك لومة لائم.

و نستطيع أن نجمل سيرته بما وصف به أحد العلماء أحمد بن حنبل قال: رحمه الله عن الدنيا ما كان أصبره! وبالماضى ما كان اشبهه! وبالصالحين ماكان الحقه؟ عرضت له الدنيا فأباها والبدع فنهاها.

Marfat.com

## هجومه العنيف على معارضي السنة:

كـان–رحـمه الله – شـديد النقد لمعارضى السنة وللمقلدين من اتبـاع الـمذاهب الفقهية الذين يرون لزاما عليهم اتباع مسلك الإمام ، و يـركبـون الصعب و الذلول في تأويل النصوص من الكتاب والسنة اذا عـارضـت الـقـول الـمتبـع فى المذهب. فكان الشيخ رحمه الله يتعرض لهـؤلاء، و يـفـنـد مـزاعمهم ، و يبين لهم الحق فى المسئلة، وكان شديد الـلهـجة فـى خطابهم، يقرعهم بدامغ من الحجج و البراهين، ولايتورع من نسبتهم إلى الجهل والغفلة.

فيـقول مثلا فى الرد على صاحب "العرف الشذى" حين نسب الوهم الـى الـحـافـظ: "فيـا لـلـه العجب! ان هذا الرجل مع غفلته الشديدة و وهمه الفاحش كيف اجترأ على نسبة الوهم الى الحافظ." (تحفة ١ / ١٤٨)

و يقول فى موضع آخر رداً عليه.

لا سيـمـا هـذا الـمـقلد الذى مع عدم اطلاعه على أول اسناد هذا الـحـديـث ، و مـع عـلـمه بأن الحاكم حكم عليه بأنه موضوع يرجو أن اسناده قوى، و يتمسك به! (تحفة ١ / ٢٢٢).

ويـقول معقبا على كلام صاحب الطيب الشذى فى تعليق له على كـلام صـاحـب غـاية المقصود "ثم تفوه بما يدل على أنه لم يفهم كلامه المذكور، أو له تعصب شديد يحمله على مثل هذا التفوه" (١ / ٣٥).

و ينسب صاحب بذل المجهود إلى قلة الإطلاع(١ / ٩١)

و نجد عنده كثيرا مثل هذه التعبيرات اللاذعة:

مبنى على غفلته (١ / ٨٤) ليس مما يصغى إليه(١ / ٨٤) مبنى على عدم تدبره (١ / ٨٤) هذا الجواب واه جدا(١ / ٩١).

و يقول منددا بالمقلدين:

Marfat.com

"ولاتعجبوا من هؤلاء المقلدين ، أنهم كيف يتركون الأ حاديث الصحيحة الصريحة فى تعجيل العصر و يتشبثون بمثل هذا الحديث فان هذا من شأن التقليد، (١ / ١٤٩).

ويقول: " فبطل بهذا قولكم بادعاء نسخ التسبيح يا معشر الحنفية. (٩٣/١).

وهنا لا بد من وقفة لمعرفة الأسباب و الدوافع الى هذه الشدة فى النقد ، والعنف فى اللهجة ، و هذا يقودنا الى النظر فى الظروف التى عاش فيها الشيخ و ألف كتبه، و الصعوبات و المشاكل التى واجهها أصحاب الحديث عامة فى حماية السنة و الدفاع عن الحديث.

من الشائع المعروف بين الناس أن علم الحديث ظهر فى الهند منذ زمن الشيخ عبد الحق الدهلوى (م١٠٥٢ه) و شاع وانتشر على يد الشيخ الشاء ولى الله الدهلوى (م١١٧٦ه) و يوافق الشيخ عبدالرحمن على هذه الفكرة حيث نقل فى مقدمة تحفة الأحوذى عن"الحطة فى ذكر الصحاح الستة" للنواب صديق حسن خان ما يدل على ذلك. ولكن البحث فى تاريخ المسلمين فى الهند وثقافتهم يوضح ان علم الحديث كان موجودا قبل هذه الفترة بمدة ، ولكن من المؤكد أن المحاولات التى وجدت لنشر السنة النبوية فى العهود المتقدمة لم تأت بالثمرة المطلوبة ، وبقى الحديث مغمورا مغلوبا بالفقه حيث كانت العناية العظمي توجه الى دراسة الأخير على حساب/الأول واستمرت كتب الفتاوى والمتون الفقهية هى المصدر الوحيد للعلماء والقضاة ، و بقى المذهب الحنفى أو الشافعى هو الصورة المعروفة للاسلام عند المسلمين و غيرهم ، وكان يرى التقليد واجبا، و الخروج على المذاهب الأربعة محرما.

Marfat.com

ولم يتمكن مذهب أهل الحديث– كمسلك محدد الغايات ،واضح الخطوط والابعاد–من أن يظهر و تبرز ملامحه ، و تتحدد أهدافه ومناهجه، و يثبت وجوده إلا بعد ظهور الشاه ولى الله الدهلوى. وكلامه فى التقليد والمذاهب الأربعة، و جهود حفيده الشيخ اسماعيل الشهيد. ولاقى هذا المذهب صعوبات جمة و تحديات كبيرة هددت بالقضاء عليه فى مهده وطمس معالمه ومحو آثاره من جانب المقلدين الذين رأوا حصونهم مهددة ، و قلاعهم منهارة، و لكنه استطاع الصمود امام هذا الهجوم المضاد و واجه التحديات حتى أخذ شكله النهائى عند الشيخ نذير حسين الدهلوى و تلامذته. والفضل يرجع الى هذا الشيخ و شخصيته الجيارة العظيمة، التى كانت تسحر الناس بالكلام اللين المدلل و تجذبهم الى قبول الفكرة السلفية التى كان يدعو اليها الشيخ، و تدفعهم الى التحرك لأجل نشرها. وكان الكفاح مستمرا و النضال جاريا، وكانت مدارس المقلدين تحاول محاولة المستميت فى الدفاع عن القول المتبع فى المذهب و اثبات رأى الفقهاء بالأحاديث –الضعيفة والواهية و تأويل ما يخالفه من الأحاديث الصحيحة ، والادعاء بأنهم على الحق –و فى هذه المحاولة هم جاؤا وجها لوجه ضد أهل الحديث هؤلاء يحاولون مناصرة السنة و أولئك يبغون تدعيم قواعد التقليد.

فى مثل هذه الظروف كان الشيخ عبدالرحمن المباركفورى يكتب ويؤلف و كانت أمامه مؤلفات الحنفية فى الحديث، التى كانت مليئه بالتأويل الفاسد، والطعن فى أعلام المحدثين، و السب والشتم لعلماء الحديث فى الهند، فكان لابد أن يقوم للدفاع عن ساحة الحديث و تبرئة أصحابه من الاتهامات التى كانت توجه اليهم، فهو بالتأكيد

Marfat.com

مدافع لامهاجم، كتب لكى ينزه علماء الحديث مما ألصق بهم من اتهامات باطلة، ولم يكتب للطعن فى غيره بدون مبرر.

## مؤلفاته:

ترك الشيخ المباركفورى مؤلفات قيمة باللغتين : العربية والأردية فمن مؤلفاته بالعربية:

١– تحفة الأحوذى فى شرح جامع الترمذى . وهو أهم مؤلفاته.

٢– مقدمة تحفة الأحوذى.

٣– أبكارالمنن فى نقد آثار السنن. وآثار السنن كتاب ألفه العالم الحنفى ظهير أحسن النيموى، جمع فيه أحاديث الأحكام تقليدا و محاكاة لما فعل ابن حجر فى بلوغ المرام . فتناول الشيخ المباركفورى كتابه بالنقد، و عرض كل حديث جاء فيه على ميزان النقد السليم لكى يبين الحق من الباطل. و يوضح درجته من الصحة والضعف.

## ومؤلفاته بالأردية:

١– تحقيق الكلام فى وجوب القراءة خلف الإمام.

٢– خير الماعون فى منع الفرار من الطاعون.

٣– المقالة الحسنى فى سنية المصافحة باليد اليمنى.

٤– كتاب الجنائز

٥– نور الأبصار

٦– ضياء الأبصار

٧– تنوير الأبصار بتأييد نور الأبصار.

٨– القول السديد فيما يتعلق بتكبيرات العيد.

وله رسائل اخرى و مؤلفات لم تطبع ،وقام بجمع فتاوى شيخه

Marfat.com

نـذيـر حسيـن الـدهـلـوى و ا ضـاف إليـه فتـاواه، وكان لديه النية فى طبـعهـا. كـمـا سـاعـد الشيخ أبـا الطيب محمد شمس الحق العظيم آبـادى فى تـأليف شرحه على سنن ابى داود.

## تـحفة الأحوذى:

هـو شـرح جـامع مبسوط لجامع الامام أبى عيسى الترمذى،أحد الـكتـب الـمـعـروفة بـالـصحاح الستة، يقع فى أربع مجلدات كبيرة من الـقـطـع الـكبيـر. وقـد طبـع فى مصر بـالحجم المتوسط فجاء فى عشر مجلدات.

و هـو شـرح نـفيـس يدل على غزارة علم المؤلف و سعة اطلاعه فـى عـلـم الـحـديـث رواية و دراية ، و قـد اظهـر بـراعة نـادرة فى حل الـمشـاكـل سـواء كـانـت فـى الاسـنـاد أو فى المتن، و مهـارة تـامة فى استخراج الدقائق الخفية ، و استنباط الاحكام الفقهية وله قدرة فائقة فى نقاش المذاهب والآراء المختلفة، و ترجيح بعضها على بعض بوجه لا يـتـرك لـلمخالف مجالا . وكان قصده دائما حماية السنة والدفاع عن مـا ثبت عن النبى ﷺ ضد قياس الفقهاء و أقوال العلماء . وكان يصدر فـى كـل ذلك عـن عـلـم واسـع، و يمتاز بنقاشه بـالأمانة العلمية، وحرية الرأى و التجرد عن الهوى والاتباع لما ثبت بالنقل والعقل.

## مصادره:

استـفـاد فـى تـأليف كتـابـه مـن كتـب كثيرة متنوعة فى فنون مختلفة نذكرهنا أهمها:

أ: وهى فى معرفة الرجال و ضبط اسمائهم:

١ – المغنى فى ضبط اسماء الرواة: للعلامة محمد طاهر الفتنى

٢ – تهذيب التهذيب : للحافظ ابن حجر

Marfat.com

٣– تقريب التهذيب: للحافظ ابن حجر

٤– طبقات المدلسين: " "

٥– تذكرة الحفاظ: للحافظ الذهبى

٦– ميزان الاعتدال : " "

٧– خلاصة تهذيب الكمال : للخزرجى

ب : و فى شرح معانى الحديث و بيان الأحكام الواردة فيه، و ترجيح إحدى الروايات على الأخرى، يعتمد على:

١ – فتح البارى فى شرح صحيح البخارى: للحافظ ابن حجر

٢ – التلخيص الحبير " "

٣– عمدة القارى فى شرح صحيح البخارى : للعينى

٤– مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : لملا على القارى

٥– شرح صحيح مسلم : للنووى

٦– فتح القدير : لابن الهمام

٧– شروح الترمذى: لأبى بكر ابن العربى، والجلال السيوطى و أبى الطيب السندى

٨– إعلام الموقعين :لابن القيم

٩– نيل الأوطار : للشوكانى

١٠–نصب الراية: للزيلعى

١١– غاية المقصود : للشيخ شمس الحق العظيم آبادى

ج : كما اعتمد فى شرح غريب الحديث على :

١ – النهاية فى غريب الحديث: لابن الأثير الجزرى

٢ – مجمع البحار: للفتنى

٣– القاموس المحيط : للفيروزآبادى

Marfat.com

٤ – فروق اللغات: للسيد نور الدين

د : و فى تخريج الأ حاديث كان مستنده الى:

١ – التلخيص الحبير: لابن حجر

٢ – الترغيب والترهيب : للمنذرى

٣ – مجمع الزوائد : للهيثمى

٤ – نيل الأوطار: للشوكانى

٥ – نصب الراية: للزيلعى

٦ – المنتقى: للمجد ابن تيمية

٧ – الجامع الصغير: للسيوطى

٨ – الأذكار : للنووى

ه : و فى الكلام على المباحث المتعلقة بعلوم الحديث كان مرجعه:

١ – مقدمة ابن الصلاح

٢ – شرح النخبة: لابن حجر

٣ – تدريب الراوى: للسيوطى

٤ – ظفر الأمانى: للامام عبدالحى اللكهنوى .

هذا و يرد كثيرا فى كتابه ذكر شروح الترمذي للعلماء الحنفية مثل العرف الشذى للعلامة أنور شاه الكشميرى، والطيب الشذى للعلامة اشفاق الرحمن الكاندهلوى. يذكر ماقالاه للرد عليهما، كما يرد علي اقوال صاحب بذل المجهود و أقوال الطحاوى فى شرح معاني الآثار، والعينى فى عمدة القارى و البناية.

## اعتماده على ابن حجر:

وهو كثير النقل عن الحافظ ابن حجر و بخاصة من شرحه على صحيح البخارى ، ولكنه فى نقله عنه و عن غيره لم يكن مقلدا يحكى

Marfat.com

مـا قالوه بدون عرضه على ميزان النقد ، بل كان يزن كل قول بميزان الـنـقـل والـعقل ، و يختار منه ما كان يوافق النص الصريح من الكتاب والسـنة ، و كـم مـن مرة رد قول الحافظ ابن حجر لأنه لم يكن مبنيا عـلـى دليـل صـحيـح و وافـق عـلى قول العلماء الحنفية لأن النصوص الـصـريـحة كـانـت فـى جـانبـه. ولـكـن هذا لا يدفع ما يقال: إن تأثير الحافظ ابن حجر عليه كبير حتى إنه احتذى خطوته فى تأليف مقدمة منفصلة عن شرحه.

## خصائص كتابه:

يـمتـاز كتـاب تـحـفة الأحـوذى مـن بين شروح جـامع الترمذى بالميزات التالية:

١ – حـاول الـمـؤلف تـعـريف كل راو من رواة جامع الترمذى و بيان مكانته و درجته من حيث القبول أو الرد.

٢ – قام بتوضيح الأحاديث وشرح معانيها بالاعتماد على أصح الأقوال وبذل غاية جهده فى حل المشكلات فى الإسناد والمتن.

٣ – خرج الأحاديث التى رواها الترمذى فى كتابه .

٤ –قـام بتـخـريـج الأحاديث التى اشار إليها الترمذى بقوله " و فى الباب عن فلان " و اضاف من عنده أحاديث لم يشر إليها الترمذى، كـمـا اشـار الـى الأحـاديث الموجودة فى الباب اذا كان الترمذى سكت عنها.

٥ – يـقتـصـر الترمذى على بيان مذاهب فقهاء معينة ، و أضاف الشيـخ عليهم آخرين و وضح وجهات نظرهم ، كما ذكر دلائل الفقهاء و بيـن وجـوه الـتـرجيـح لـقـول مـن اختاره ، ونبه إذا وجد ان الترمذى اخـطـأ فـى نسبة الـقـول الـى امـام ، وقام بتحديد الفقهاء الذين أبهمهم

Marfat.com

الترمذى بلفظ " القوم " وغير ذلك.

٦– التـرمـذى مـعـروف بـالتسـاهـل فـى التصحيح و التحسين فلذلك لا يعتمد الشارح على قوله بل يقوم بنفسه بالنظر فى الحديث و فـحـصه ثم يصدر رأيه فى تأييد الترمذى أو معارضته حسب ما يكون الأمر تحقق لديه.

٧– اعتـنـى بذكر الراجح و المرجوح فى الحكم على الحديث أو فى اقوال الفقهاء إذا كان الترمذى سكت عن ذلك.

و يـؤخـذ عليه انه لم يلتزم هذا المنهج الى آخر الكتاب ، فهو فى أول الـكتـاب نشيـط يـوفى كل ميزة حقها و يستوعبها بحثا و دراسة. ولـكـن يبدو أن نشاطه فتر حينما تقدم فبينما كان يذكر كل من أخرج حديث الترمذى من الأئمة الخمسة و غيرهم و يذكر الفروق الواقعة فى روايـاتهـم ، و يـعتـنى بذكر مخرجى أحاديث الباب و ذكر الفاظهم فى أول تـأليـفـه، بـدأ يـكتفى بذكر الشيخين فقط فى الموضعين إذا كانا أخـرجـا الحديث ، ولايهتم بذكر الراجح من المرجوح ولايقوم بدراسة الحديث بل يقبل قول الترمذى.

## مقدمة تحفة الأحوذى :

أمـا مـقدمتة فهى فى مجلد لطيف قسمها الى بابين : الباب الأول فـى مبـاحـث عـلـوم الـحديث أودعها فصولا قيمة نافعة عن ماهية علم الـحديث و تعريف المحدث والحافظ و المسند ، و فضيلة أهل الحديث و تدوينه وحجيته و وجوب العمل به ، و علمائه و شيوع علم الحديث فـى الهـند و طبقات كتب الحديث و أنواع الكتب المصنفة فى الحديث مـن الـجـوامـع والـمسـانيـد والسـنـن والمستدركـات والمستخرجـات والمسلسلات والمعاجم والأمالى والأجزاء والأربعينات.

Marfat.com

و خصص فصلا للكلام على الصحاح الست و مؤلفيها كما ذكر غيرها من الكتب الصحاح و حقق نسبة الكتب المعزوة الى الأئمة الأربعة .و تناول فى فصل خاص كتب الحديث التى ألفها علماء الحنفية، و تناول بالذكر الكتب المصنفة فى الفنون المختلفة من علم الحديث .

و فى الباب الثانى تكلم عن الامام الترمذى و كتابه: فذكر منزلته فى فن الحديث و معرفة رجاله، وفضائل جامع الترمذى و مزاياه ودرجته فى الكتب الستة ، والشروح التى كتبت عليه، و ذكر اسلوب الترمذى و شرح ماظن من الفاظه التى يعددها انه يكون من الصعب ادراكه لبعض الناس ، و ترجم لفقهاء المحدثين و أئمة الجرح و التعديل و علماء التفسير واللغة الذين ورد ذكرهم فى كتاب الترمذى و عمل فهرسا جامعا لكل راو من رواته .

و يلاحظ أنه أهمل ذكر شروح جامع الترمذى التى الفها العلماء الحنفية و التى يرد كثيرا ذكرها فى كتابه فى معرض الرد عليها مثلا العرف الشذى والطيب الشذى. و قد ذكر شرحا باسم العرف الشذى للحافظ البلقينى. و لكنه لم ينبه الى ان هناك شرحا آخر بنفس الاسم لأحد علماء الهند من اتباع المذهب الحنفى، و هذا قديؤدى الى التباس الأمر على من لا علم له بذلك.

**( الدكتور عبد العلى عبد الحميد )**

• • •

Marfat.com

# الحركة السلفية فى كيرالا و دورها

## فى نشر العلوم الإسلامية والعربية

إن الحركة السلفية – أو الإصلاحية – فى كيرالا لها تأريخ نيف و ستين سنة حافلة بالنشاطات الباهرة والمساهمات البنائية والخدمات الجليلة فى مجال الدعوة و الإرشادوالجهاد فى سبيل الله، وهى تتمثل فى أربع منظمات سلفية هى ندوة المجاهدين بكيرالا (Kerala Nadvatul Mujahideen) و جمعية العلماء بكيرالا (Kerala Jam-iyyatul-Ulema) واتحاد الشبان المجاهدين وحركة الطلبة المجاهدين ( Mujahid Students Movement) ولأن ندوة المجاهدين تحتل محلا مركزيا بين هذه المنظمات يطلق إسم حركة المجاهدين ( Movement Mujahid) على جميع النشاطات السلفية فى كيرالا.

فى كيرالا عدة منظمات و هيئات تعمل فى مجال الدعوة الإسلامية ولكن المنظمات السلفية المذكورة آنفا و حدها هى التى تعمل شأن الحركات السلفية فى نواحى العالم المختلفة ،لدعوة الناس إلى التوحيد الخالص وتعاليم القرآن والسنة السمحاء الطاهرة ، ولمحاربة الشرك والبدع والخرافات وغيرها من العوامل والعناصر التى تكدر معين الاسلام و تعكر صفائه، فمن المحقق أن نهضة مسلمى كيرالا الدينية والثقافية والعلمية فى العصر الحديث يرجع أكبر فضلها إلى الأعمال الاصلاحية التى مازالت ولا تزال تقوم بها المنظمات السلفية.

Marfat.com

قبل أن نتحدث عن مساهمة الحركة السلفية فى ترقية و تطوير التعليم الدينى والعربى فى كيرالا لابد لنا من أن نأخذ فكرة عن أحوال مسلميها فى هذا المجال قبل قيام نشاطات السلفية فيه.

فى قديم الزمان لم تكن فى كيرالا مدارس و كليات دينية وعربية كاالتى نراها الأن فيها وكانت المساجد هى المراكز التى تدرس فيها العلوم الاسلامية واللغة العربية ، وكانت تعقد فيها حلقات التعليم الاسلامى التى تسمى "درس" ودرس المساجد ظاهرة خاصة بكيرالا لا توجد فى سائر أقطار الهند ، و أكثر المساجد فى كيرالا كانت تجرى الدروس ولا يزال بعضها باقية.

و طريق الدرس هو أن يقرأ الأستاذ الكتب الدراسية العربية و ينقلها إلى اللغة المحلية ، أى مليالم (MALAYALAM).

ولا يكون منهج خاص للتعليم ولا صفوف معينة للطلاب ، ولا كتب دراسية مقررة ، ولا تستعمل الأدوات والوسائل التعليمية.

ومن ثم ترى أن هذا التعليم منهجه ناقص متخلف غير علمى لا يوافق مع الأساليب التعليمية الحديثة.

و يبدو أن دروس المساجد فى أول عهدها كانت ذات منهج دراسى شامل يحتوى جميع العلوم والفنون الدينية والعلمانية كالقرآن، والحديث، والفقه، و التصوف ، والأدب العربى ، والنحو والصرف والبلاغة ، و جيوماترى (علم الهندسة) ، و علم النجوم ، وعلم الحساب ، و علم المنطق ، والفلسفة ، والطب ، والتاريخ. ولكن بمرور الزمان، تقلص هذ المنهج الواسع و عاد مقصورا على بعض العلوم اللغوية ، والدينية ، والكتب الدراسية التى تستعمل فيه لا تتعدى عادة ألفية ابن مالك ، و تفيسر الجلالين ، وفتح المعين ، و مجموعة من الرسائل

Marfat.com

الصغيرة التى سمى بالكتب العشرة ، و منهاج العابدين ، وإرشاد العباد.

## مولانا الحاج كنج أحمد الشاللكتى و إصلاحاته التعليمية :

لم يزل التعليم الاسلامى و العربى فى كيرالا فى هذه الحالةحتى جاء فى أوائل هذا القرن ذلك العالم النابغ والمصلح الكبير المرحوم مولانا الحاج كنج أحمد الشاللكتى (Haji Kunji Ahmad Chalilakathu) المتوفى سنة ١٩١٩م وهو من زعماء الإصلاح السابقين فى كيرالا و أتى بانقلاب جذرى فى منهج التعليم الدينى والعربى فى كيرالا ، فبدأ اعماله التجديدية فى مدرسة تنمية العلوم بواز كاد( Vazhakkad) حيث عين رئيس معلميها فى سنة ١٩٠٦م و افتتح فيها صفوفا عليا و أخذ يدرس موضوعات جديدة على منهج دراسى حديث علمى فسمى المدرسة من جديد بكلية دار العلوم ، واستخدم لتعليم هذه المواضع الجديدة أدوات و وسائل مستحدثة كالكرة الجغرافية و الخرائط و الأطلس والجداول البيانية والصور الشمسية والنماذج (الموديلات) ، والمعاجم الحديثة. فهكذا أحدث مولانا تغييرا شاملا جوهريئا فى مناهج درس "و ازكاد".

و فى نفس الوقت الذى حاول فيه إصلاح دروس المساجد على هذا النحو ، كان يصرف إهتمامه إلى تجديد منهاج التعليم فى المدارس الدينية الإبتدائية أيضا. و لتحقيق هذه الغاية أسس مدرسة عربية ابتدائية فى "وازكاد" على منوال حديث جذاب و ألف و نشر للاستعمال فى المدارس الإبتدائية كتبا مدرسية على طريق مستحدثة علمية طريفة.

و فى جميع هذه الإصلاحات التعليمية التى قام بها مولانا كنج

Marfat.com

أحمد الشاللكتى ب وازكاد ساعده و شدأزره تلميذه المحبوب المرحوم الشيخ محمد الكاتب المعروف باسم "ك.م مولوى" (K.M.Moulavi) الذى هو من أكابر زعماء الحركة السلفية فى كيرالا و روادها.

وهذه الاصلاحات التعليمية أتت أكلها فى وقت قصير سريع فبلغت أصدائها آفاق كيرالا فأقبل الناس على تأسيس المدارس الإسلامية فى أصقاعها على المنهج الحديث الذى ابتدعه مولانا فهكذا قامت فى كيرالا حركة جديدة يمكننا أن نسميها حركة المدارس (Madrasa Movement)

على أن مولانا المرحوم قد لا قى فى سبيل إصلاحاته المذكورة مخالفة شديدة و معارضة عنيفة من أولئك العلماء الرجعيين المثبطين الذين يدعون أنهم حماة السنة و هم فى الحق محاموا البدع والخرافات ، وكيف لا ، و هم الذين قالوا: إن المنهج التعليمى الجديد الذى ابتكره مولانا بدعة منكرة لأن إلقاء المعلم القائم الدرس على الطلاب الجلوس مخالفة لتعظيم التلاميذ أساتذتهم، و هم الذين قالوا أيضا: إن استعمال السبورة والطباشير فى المدارس كبيرة من الكبائر لأن المعلم يكتب الآيات القرآنية على السبورة بالطباشيرثم إذا مسح السبورة سقطت ذرات الطباشير التى كتب بها القرآن على الأرض فيدوسها الناس، وهذا إهانة لكتاب الله و انتهاك لحرمته.

فهكذا حاول هؤلاء العلماء المحافظون أن يوفقوا سير الزمان، و لكن الزمان يأبى إلا السير، و النهضة التى افتتحها مولانا كنج أحمد الشاللكتى تقدمت و سارت إلى الامام سيرا نشيطا حثيثا حارت دونه قوى الرجعية و التقهر فتوجت بالنجاح الكامل فآلاف من المدارس

Marfat.com

والكليات العربية التى نراها الآن فى نواحى كيرالا المختلفة تنطق جهرا بهذه الحقيقة بلسان حالها.

## تكاثر المدارس العربية:

فى نفس الوقت الذى كان مولانا إلحاج كنج أحمد الشاللكتى يعمل لإصلاح التعليم الإسلامى والعربى فى منطقة مليبار (Malabar) كان يقوم بنفس المهمة فى المناطق الجنوبية من كيرالا أى ترافنكور (Travancore) و كوشين (Cochin) علماء و مصلحون مثل المرحوم الشيخ السيد ثناء الله مكتى (١٨٤٧–١٩١٢م؛ والمرحوم المولوى محمد عبدالقادر الوكمى (١٨٧٣–١٩٣٢م) والمرحُوم الشيخ محمد ماهين الحمدانى (المتوفى فى سنة ١٩٢٢م) و كلهم كانوا من رواد الحركة السلفية و زعمائها الأوائل فى كيرالا.

و نتيجة عن الخدمات الجليلة التى أداها هؤلاء الزعماء المصلحون لإصلاح و ترقية التعليم الإسلامى، و اقتداء بقيادتهم الرشيدة، أقبلت الأمة المسلمة فى كيرالا على إنشاء المدارس العربية فى كل زاوية من زواياها. فهكذا تكاثرت و تعددت المدارس والكليات العربية فى هذه الولايْة، فالآن نرى فى طول كيرالا و عرضها آلافا من المدارس الإسلامية التى تديرها المنظمات والجماعات المختلفة منها سلفية وغير سلفية، على أن هذه المعاهد العلمية كلها مدينة لزعماء السلفية. ومن غرائب التاريخ أن العلماء الرجعيين المحافظين الذين كانوا يعارضون إصلاح المدارس العربية و مناهجها التعليمية باسم الدين نراهم الآن يتنافسون فى إنشاء المدارس التى تستعمل فيها الأدوات والوسائل الحديثة.

تدير ندوة المجاهدين بكيرالا نحو ٥٠٠ مدرسة عربية و هذه

Marfat.com

المدارس السلفية تتفوق على المدارس التى تجريها المنظمات الإسلامية الأخرى فى الجودة الدراسية والمستوى التعليمى.

تحت إشراف "ندوة المجاهدين" قسم خاص باسم هيئة التعليم باشراف ندوة المجاهدين بكيرالا( Kerala Nadvatul Mujahideen Education Board) وهى التى تشرف على المدارس العربية الإبتدائية والثانوية التى يديرها السلفيون وتقوم بإعداد مناهجها الدراسية و تأليف و نشر الكتب الدراسية حسب هذه المناهج.

و جدير بالذكر أن المناهج والكتب الدراسية التى تتبع فى المدارس التابعة لهيئة التعليم لندوة المجاهدين تتميز بمستواها العالى الجيد، وملائمتها لحوائج الأطفال المتعلمين و ميزاتهم العقلية والنفسية ، و فى كل من المواضع قد ألفت و نشرت هيئة التعليم كتبا دراسية جيدة على أحدث طريق تعليمية تتجاوب مع بيئة الطلاب الناشئة و مقدراتهم العقلية و خصائصهم النفسية.

## الكليات العربية:

إلى جانب المدارس التى توفر لأطفال المسلمين فرصة التعليم الإسلامى الإبتدائى والثانوى، هناك فى كيرالا معاهد علمية إسلامية تسمى بالكليات العربية ( Arabic Colleges) التى تعتنى بالدراسات العليا فى العلوم الإسلامية و اللغة العربية وآدابها ، ويلاحظ ان السلفيين هم الذين سبقوا غيرهم إلى تاسيس الكليات العربية وأعطوا القيادة لمسلمى كيرالا فى هذا المجال .

تدير المنظمات السلفية فى كيرالا عدة كليات عربية منها اللاتى تقربها الحكومة و تنتسب إلى الجامعة، و منها اللاتى لا تقربها الحكومة ولا تنتسب إلى الجامعة. و أما الكليات العربية السلفية التى لها انتساب إلى

Marfat.com

الـجـامـعة أى جامعة كاليكوت ( University of Calicut) و إقرار من قبل حكومة كيرالا فأسماؤها ما يلى:

١ – كلية "مدينة العلوم" بفلكل (Pulikkal)

٢ – كلية "سلم السلام" بأريكوت (Areacode)

٣ – كلية "روضة العلوم" بفروق (Feroke)

٤ – كلية "الأنصار" بولونؤر (Valavannur)

٥ – كلية "دارالعلوم" بوازكاد(**Vazhakkad**)

٦ – كلية "أنوار الإسلام" بكنيل (Kuniyil)

٧ – كلية "أنوار العلوم" النسائية بمونغم (Mongam)

ومـن الـكـليـات الـعـربية السـلفية المستقلة التى لا تنتسب إلى الجامعة ولا تقربها الحكومية:

١ – الـجـامـعة الندوية بأدونا( Edavanna) تـديـرها اللجنة المركزية لندوة المجاهدين مباشرا.

٢ – كلية المجاهدين بفرلى (Parali)

٣ – كـلية ك. م. مـولـوى التـذكـارية بتـرور نـغـادى (K.M.Moulavi Memorial Arabic College Tirurancadi)

٤ – كلية "نجاة الأنام" بشنكترا (Chungathara)

٥ – كلية "نصرة الإسلام" بكيدوتور (Kadavathur)

٦ – الكلية السلفية ببالشيرى (Balusseri)

٧ – كلية "دار الإرشاد" بفارال (Paral)

٨ – كلية "بستان العلوم" بكيفمنغلم (Kaipamangalam)

٩ – كلية "الصباح" بكوكور (Kokkur)

١٠ – الكلية السلفية بألمبلاد (Elampilad)

Marfat.com

و فـى هـذه الـكـليـات العربية يتبع مقرر دراسى يستغرق خمس سـنـوات فـالـطـلاب الـذيـن يـجتازون بنجاح يمنحون شهادة جامعية تسـمـى ب"أفـضـل الـعلماء" ومناهجه الدراسية تشتمل على القرآن ، و عـلـوم الـقـرآن ، و الـحـديث ، و علوم الحديث و الفقه و أصول الفقه، والأدب الـعربى القديم والحديث ، وعلوم النحو والبلاغة والفلسفة، و التصوف، والمنطق ، وتـاريخ الإسلام والعرب.

فـى الأيام الأخيرة لم يكن للذين يتخرجون فى الكليات العربية حاصلين على شهادة افـضل العلماء فرصة التعليم العالى، ولكن افتتح حديثا مقرر جديد باسم مقرر مابعد أفضل العلماء ( Post. Afzalul. Ulama Course) و هـو يستـغـرق سنتين ، و يهدف إلى التخصص فى أى مجال من هذه المجالات:

١ – الأدب العربى القديم.

٢ – الأدب العربى الحديث.

٣– تـأريـخ العرب و ثقافتهم . فلطالب أن يختار واحدا منها، و يـمـنـح لـلـذيـن يـجتـازون الإمتـحان بنجاج شهادة جامعية تسمى بـ "متخصص فى الآداب".

قـد تـخـرج مـن الـكـليـات العربية السلفية مئات من الطلاب و هم يـخـدمـون الأمة والـوطـن عـاملين فى ميادين شتى كمدرسى المدارس، ومـحـاضـرى الـكـليـات والـجامعات ، والموظفين فى المصالح الحكومية وغير الحكومية ، و دعاة الدين والواعظين ، وخطباء المساجد وأئمتها. فـالـخـدمـات الـجـليلة الضخمة التى يؤدونها فى سبيل دعوة الناس إلى الـقـرآن و السـنة والـديـن الـصـحيـح الـمطهر من أوساخ الشرك والبدع والـخـرافات ، وفى نشر العلوم الإسلامية واللغة العربية وثقافتها تكون

Marfat.com

فصلا ذهبيا مجيدا من تاريخ النهضة الإسلامية فى كيرالا الحديثة .

## الجامعة السلفية بكيرالا:

إلى جانب الكليات العربية الرسمية و غير الرسمية التى تقدم ذكرها قد فتحت "ندوة المجاهدين" قبل سنتين تحت إدارتها المباشرة جامعة ببلدة أدونا ( Edavanna) باسم الجامعة السلفية بكيرالا و هى توفر الفرص للمتخرجين من الكليات العربية للحصول على الدراسات العليا فى العلوم الاسلامية و التحقيق فيها على مستوى أعلى و أجود بحيث يمكنهم من القيام بأعباء الدعوة و الارشاد و الإفتاء بين الناس بكفائة و فعالية، و تعمل الآن فى الجامعة كلية الشريعة والمتوقع أن الكليات الأخرى ستفتح عن قريب إن شاء الله.

## الطباعة والنشر:

والآن نتحدث عن وسيلة هامة أخرى تستخدمها الحركة السلفية فى كيرالا لنشر العلوم الاسلامية و هى الطباعة والنشر ، و المعروف أن أى مبدء أو فكرة أو راى لا يمكن نشره و ترويجه بين الجماهير بالقاء الخطب و المواعظ ، وعقد المؤتمرات والندوات والحفل فقط بل يجب فيه أيضا الإلتجاء إلى الكلمات المكتوبة والمنشورة ، أى الكتب والصحف وغيرها من المنشورات ، و ربما تكون أكثر تأثيرا و فعالية من الكلمات المنطوقة ، فعرفت "ندوة المجاهدين بكيرالا" هذه الحقيقة ففتحت بإشرافهاقسما خاصا للطباعة والنشر.

و من أهداف القسم إصدار الكتب النافعة فى اللغة المحلية أى مليالم فى بيان التوحيد و رد الشرك ، و فى بيان السنة النبوية و قمع البدعة، وفى إزالة الشبهات التى تثار حول الإسلام و فى مناضلة

Marfat.com

المبادى والفلسفات الهدامة المخالفة للاسلام و فى إيضاح تعاليم الاسلام على طريق علمى يلائم روح العصر الحديث، و فى غيرها من المقاصد والمطالب، و منها أيضا نشر ترجمة و تفسير القرآن الكريم و كتب الأحاديث النبوية و كتب الأئمة من السلف الصالح فى لغة مليالم و يقوم هذا القسم أيضا بإصدار مجلة "المنار" و هى مجلة دينية ثقافية تصدر غرة كل شهر و تحمل المقالات المفيدة فى بيان عقائد وأعمال الإسلام الصحيحة و فى ايضاح المشاكل المتعلقة بالحياة المعاصرة على ضوء الكتاب والسنة.

و قد نشر قسم الطباعة والنشر لندوة المجاهدين كثيرا من المؤلفات الاسلامية التى لها فضل كبير فى دعوة الناس إلى دين الله و إظهار صورته الحقيقى لهم ففيما يلى عناوين أهمها و أسماء مؤلفيها:

١ – ترجمة القرآن الكريم و تفسيره للمولوى محمد الأمانى فى ١٢ أجزاء . و هو من أصح و أوثق تفاسير القرآن التى نشرت فى لغة مليالم و ينهج منهج المفسرين الثقات من السلف الصالح.

٢ – خطبة الجمعة للمرحوم المولوى محمد الكاتب المعروف باسم ك.م. مولوى (K.M.Moulavi)

٣ – صلاة التراويح للمرحوم المولوى شيخ محمد.

٤ – العبادة والإطاعة للمولوى ك. ب. محمد بن أحمد.

٥ – الغيب للدكتور م . عثمان.

٦ – أولياء الله للمولوى كنجيدو المدنى.

٧ – الشخصية الفذة لمحمد ﷺ للمولوى على عبد الرزاق المدنى.

٨ – أضواء القرآن الكريم على التاريخ القديم للدكتور م. عثمان.

٩ – الايمان بالله – فى الأديان المختلفة – إشترك فى تأليفه كل

Marfat.com

مـن الـدكتور م- عثمان ، و س - م- كووندن ( C.M.Govindan) ور. و. نـــارايـــنـن كـوتـــى ( R. V. Narayanan Kutty) و ف- و - جـــورج (P.V. George)

١٠ – إنما الأجر للعامل للمولوى كنجيدو المدنى.

١١ – الإسـلام و الـحـركـات الاصـلاحية الاجتماعية فى كيرالا للدكتور إ-ك-أحمد كوتى.

١٢ – الشيخ محمد بن عبدالوهاب للمولوى كنجى محمد الفرفورى.

١٣ – مدخل لتأريخ الحركة الاصلاحية للمولوى محمد الكتشيرى.

١٤ – مـوثـوقية الإنـجيـل إشتـرك فـى تـأليـفـه المولوى محمد الأمانى والمولوى على عبدالرزاق المدنى.

١٥ – الدين والعلم للأستاذ. أحمد كوتى.

١٦ – إعجاز القرآن العلمي للدكتور إ-ك- احمد كوتى.

١٧ – كيف تحقق المطالب لـ م- محى الدين الندوى.

وإلى جانب هذه الكتب التى نشرها قسم الطباعة والنشر لندوة الـمـجـاهـديـن مبـاشرا ، قد نشر الأفراد والجماعات والهيئات السلفية المختلفة فى كيرالا عشرات من المولفات الإسلامية لا يمكننى أن أذكر أسـمـائهـا لـضيق المقام ، وبعض هذه الكتب لها تأثير عميق واسع فى نشـر الدعوة الإسلامية مطهرة من شوائب الشرك والبدع والخرافات ، و إبـراز صـورتهـا الـصـحيحة أما م الناس، منها "كتاب التوحيد" ألفه العالم المصلح الكبير المولوى ف. عبد القادر الكننودى (المتوفى سنة ١٩٤٦م) ، و هـذا الـكتـاب الـذى صـدر سـنة ١٩٤٤م يتبيـن حـقيقة التوحيد ، و يرد على الاعتقادات والأعمال الخاطئة التى تخالف معناه الـصـحيـح . و بـذلك قـد أثـار ضبـحة عظيمة فى أوساط المحافظين ،

Marfat.com

والمبتدعين ، و أتى بانقلاب عظيم فى عقائد مسلمى كيرالا، و لا يزال تأثيره محسوسا فى هذ المجال ، و من هذا القبيل أيضا كتاب"ضوء الصباح" ألفه المولوى محمد عبدالقادر الوكمى رحمه الله الذى تقدم ذكره و يرد فيه على الإتهامات والانتقادات الخاطئة التى وجهها الأعداء إلى شيخ الإسلام ابن تيمية و الشيخ محمد ابن عبدالوهاب رحمهما الله و دعاواهم الكاذبة ردا مفحما.

و من تلك المؤلفات أيضا كتاب " التقليد دراسة" إشتركا فى تأليفه المولوى ك.ف. محمد بن أحمد والمولوى أ.ف. عبد القادر بن زين الدين يوضح حقيقة التقليد و معناه الحقيقى و موقف الاسلام منه، و هذا الكتاب فريد فى نوعه فى لغة مليالم.

## الكتاب و الأدباء السلفيون:

لا يسعنى المقام لذكرجميع أسماء الكتاب والأدباء السلفيين الذين ساهموا بكتاباتهم فى نشر العلوم الاسلامية و الثقافة العربية فى كيرالا و عددهم كثير جدا. و اكتفى بذكر أسماء بعضهم على سبيل المثال وفيهم من يرزق عندالله حالا . و من يرزق فى الدنيا.

المولوى محمد عبدالقادر الوكمى رحمه الله ، والشيخ محمدالكاتب المعروف بـــ ك.م. مولوى رحمه الله ، والمولوى إ.ك. كنج أحمد كوتى المعروف بـ إ. ك. مولوى( E.K. Moulavi )رحمه الله ، و المولوى ك.ف. محمد بن أحمد ، والمولوى أ.ف. عبد القادر بن زين الدين ، والمولوى محمد الأمانى ، والمولوى ف. عبد القادر الكننودى ، والمولوى شيخ محمد رحمه الله ، والمولوى ن. و. عبد السلام الأريكوتى، والدكتور م. عثمان ، والمولوى محمد كتشيرى، والمولوى على عبد الرزاق المدنى، و ك. ك. محمد عبد الكريم، والمولوى موسى الوانميلى، و الأستاذ ك. أحمد

Marfat.com

كوتى- والمولوى م- عبد الحميد الشريمندمى، والمولوى عبدالرزاق الشريمندمى والشيخ عمر أحمد المليبارى ، والسيد ثناء الله مكتى رحمه الله .والمولوى ف-ك- موسى ، والشيخ ت-ف- كتيامو ، والمولوى ك-ك- محمد جمال الدين رحمه الله، والمولوى كنج أحمد الفرفودى، والمولوى زهير الشنكترى.

فى كيرالا أدباء و كتاب يكتبون باللغة العربية نثرا و شعرا . ومما يلاحظ أن أكثرهم من السلفيين، فأذكرمنهم على سبيل المثال، المرحوم الشيخ محمد الكاتب(ك-م- مولوى)، والمولوى ك- ف- محمد بن أحمد ، والمرحوم المولوى محمد عبدالقادر الوكمى، والشيخ عمر أحمد المليبارى، والمرحوم المولوى شيخ محمد، والشيخ محى الدين الآلوائى الأزهرى، والمولوى محمد كنشيرى ، والأستاذ عبدالعزيز المنكادى.

و من شعراء العربية السلفيين أذكر المرحوم المولوى عبد الله النورانى، والمرحوم المولوى أبوليلى محمد بن ميران المعروف بـ ف . و. مولوى (P.V. Moualvi) والمرحوم المولوى أبو سلمى ك-ك- محمد جمال الدين ، والمرحوم المولوى محمدالفلكى، والمولوى على بن فريد الكوشنودى، والمولوى س.ف. ابو بكر، والمولوى محمد أبوالصلاح، والمولوى ن-ك- أحمد الكدتورى.

و جدير بالذكر أن هؤلاء الشعراء لم يقرضوا الشعر باللغة العربية لإرضاء قرائحهم فقط ، بل أيضا استخدموا الشعر كأداه قوية فعالة لنشر الدعوة الاسلامية الأصلية و تطهير الأمة المسلمة من أدناس الشرك والجهل.

## الصحف السلفية:

و قبل أن اختتم هذه المقالة لا بد لى من إشارة إلى دور

Marfat.com

الصحافة السلفية فى نشر العلوم الإسلامية فى كيرالا. كانت ولاتزال المنظمات السلفية تصدر عشرات من المجلات والدوريات لنشر رسالتها، منها مجلة 'المنار" الشهرية التى تقدم ذكرها و هى لسان ندوة المجاهدين الرسمية وأسبوعية الشباب التى ينشرها إتحاد الشبان المجاهدين و مجلة "اقرأ" الشهرية التى تصدرها حركة الطلبة المجاهدين وإلى جانب هذه الصحف الرسمية التى تباشر بنشرها المنظمات السلفية المذكورة هناك فى كيرالا صحف ومجلات شهرية، و نصف شهرية و أسبوعية تصدرها الأفراد والجماعات والهيئات السلفية المختلفة يضيق بنا المقام عن ذكر أسمائها ، فأكتفى بأن أقول ان هذه المنشورات تبذل جهودا محمودة لإبلاغ رسالة الاسلام الظاهرة و نشر علومه و ثقافته النيرةبين جماهير كيرالا و الله ولى التوفيق؟

بقلم : **الدكتور.إ.ك أحمد كوتى**

الأستاذالمساعد ، قسم اللغة العربية

جامعة كاليكوت ، كيرالا

• • •

Marfat.com

# ایک فارسی کتاب

مجھے بڑی مسرت ہے کہ آج ہم لوگ ہندوستان کے سب سے پرانے اور (ایک طبقہ کی نظر میں) سب سے زیادہ مقدس شہر میں جمع ہوئے ہیں، اسی کے متعلق شیخ علی حزیں نے کہا تھا:

از بنارس نروم معبد عام است اینجا
ہر برہمن بچہ، لچھمن ورام است اینجا

نیز ایک اور شاعر نے کہا تھا:

عشوہ گرہ بنارسی کشت مرا بنارسی

فارسی اور اردو کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب نے اس شہر میں قیام کیا تھا، نیز اس کی تعریف میں مثنوی ''چراغ دیر'' لکھی تھی، اس میں کہتے ہیں:

| | |
|---|---|
| سخن را نازش مینو قماشی | زگلہا نگ ستایشہای کاشی |
| تعالی اللہ بنارس چشم بد دور | بہشت خرم و فردوس معمور |
| بنارس راکسی گفتا کہ چین است | ہنوز از گنگ چینش برجبین است |
| فلک راقشقہ اش گر برجبیں نیست | پس ایں رنگینی موج شفق چیست |
| عبادت خانۂ ناقوسیان است | ھمانا کعبۂ ہندوستان است |

مرزا محمد جان بن موسی بیگ نصیبی نے ۱۲۳۷ھجری/۲۲-۱۸۲۱عیسوی میں لکھنو میں ''بحر وصال'' نام کی ایک مثنوی لکھی تھی، جس میں ملک حوز شہید اصفہانی اور بنارس کے راجہ کی چندا نامی بیٹی کے عشق کی داستاں بیان کی گئی ہے۔ اس کا ایک ۱۲۳۷ھجری ہی کا لکھا ہوا مصور قلمی نسخہ رضا لائبریری ''رامپور'' میں موجود ہے، جس کی کتابت شاید خود مصنف نے کی ہو۔

یہیں سے قریب جونپور ہے، جسے شیراز ہند کہا جاتا تھا، نیز سلاطین شرقی کے زمانے

Marfat.com

میں سات سو علماء کی پالکیاں نکلا کرتی تھیں، ملا محمود جونپوری نے اسی شہر میں ''شمس بازغہ'' جیسی کتاب لکھی، جسے بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ نیز سید محمد جونپوری جنہوں نے مہدوی تحریک چلائی، یہیں کے رہنے والے تھے۔

اعظم گڈھ بھی یہاں سے دور نہیں ہے، جہاں علامہ شبلی نعمانی نے دارالمصنفین کی بنیاد رکھی، اور دنیا کے علماء سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کے خالہ زاد بھائی مولانا حمید فراہی تھے، جو علمی دنیا میں شہرت کے مالک ہیں۔ بہت دنوں تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ فراہ وہی پھریا اسٹیشن ہے، جہاں اتر کر میں اپنے نانہیال جایا کرتا تھا۔

بہرحال اس سیمینار میں میرے مقالے کا عنوان ''اخلاقیات کی ایک نادر فارسی کتاب کا تنقیدی جائزہ'' ہے۔

پیغمبر نے فرمایا ہے: "بعثت لأتمم مکارم الاخلاق" یعنی میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ قرآن وحدیث اور پیغمبر واصحاب وائمہ کی سیرت ہمارے اخلاق کی ضامن تھی۔ مگر جب لوگوں نے بزرگوں کے بتائے ہوئے راستہ سے انحراف کرنا شروع کیا تو صوفیاء اور علماء نے لوگوں کو طرح طرح سے اس طرف متوجہ کیا، نیز ایسی کتابیں لکھی جانے لگیں جن میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ یونانی فلسفہ اور زرتشتی روایتوں سے مدد لی جانے لگی۔ قصوں اور افسانوں کی شکل میں کلیلہ ودمنہ، مرزبان نامہ وغیرہ نیز باقاعدہ علم اخلاق میں فارسی میں تین اہم کتابیں لکھی گئیں، ان میں سے اخلاق ناصری کو میں نے باقاعدہ پڑھا اور اخلاق جلالی کو برسوں پڑھایا ہے، اخلاق محسنی اسکول اور کالج کے نصاب میں آج بھی داخل ہے، مگر بے شمار ایسی اہم تالیفات ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ رہی ہیں اور ان کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔ انہیں میں سے گیارہویں صدی ہجری/سترہویں صدی عیسوی کے نصف آخر کی لکھی ہوئی ایک اہم کتاب ہے، جسے حافظ محمد سعید ابن حافظ کرم ابن حافظ سلطان محمود ابن حافظ عین الدین کھوکھر ثم الکولوی نے قطب الدولۃ مفتاح الملک محمد قطب علی خاں بہادر مستقیم جنگ، مصاحب خاص سلطان عالم کے ایماء پر لکھا تھا۔ یہ کتاب عبداللہ حاجی ولی محمد کے مطبع محمدی میں چھپی تھی، مگر

Marfat.com

نایاب اور نادر نسخہ کی طرح کمیاب اور گمنام ہے۔

یہ کتاب مصنف کے برسوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے، انہوں نے برسوں تاریخ اخلاق اور تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کر کے مختلف پرزوں پر اپنی یادداشتیں لکھی تھی، جنہیں بعد میں انہوں نے ایک کتاب کی شکل دی۔ نیز شہر متھرا میں جسے اسلام آباد بھی کہا جاتا تھا، اورنگ زیب کے جلوس کے چوتھسویں سال یعنی ذیقعدہ کے مہینہ میں ۱۱۰۲ ہجری/۱۶۹۱ عیسوی میں اس کتاب کو مکمل کیا۔ یہ اس طرح شروع ہوتی ہے:

''حمدی کہ حضرت آفریدگار را سزد جل جلالہ، کجا از زبان این حیران ہیچمدان کی زبون نفس دونست.....آید'' نیز اس میں آغاز کے علاوہ ایک مقدمہ اور پانچ باب ہیں اس مطبوعہ نسخہ میں ۱۳۰ صفحے ہیں، نیز اس کا سائز ۶ بائی ساڑھے ۹ ہے، اس کا سال طباعت نہیں دیا ہوا ہے، مگر ظاہری شکل سے پتہ چلتا ہے کہ غالبا یہ سو سال پرانی ہے اس میں نثر سے زیادہ نظم ہے، مگر بدقسمتی سے میرے پاس جو نسخہ ہے وہ کرم خوردہ ہے، جس سے بہت سے مقامات ٹھیک سے پڑھے نہیں جاتے۔

چونکہ یہ کتاب بے شمار منابع کا نچوڑ ہے، اسلئے اس کا نام ''منتخب'' رکھا گیا، جس سے اس کی تالیف کا سال بھی نکلتا ہے، جیسا کہ اس رباعی سے واضح ہوتا ہے:

این نسخہ کہ ہست ہوش دل را سببی ہر نکتۂ او بجان رسائد طربی
چون منتخب از قول بزرگاں آمد تاریخش از آں گفت خرد منتخبی

اس کے علاوہ ''تجربۂ محمد سعید کھوکھر'' سے بھی تاریخ نکالی گئی ہے۔ اس میں مقدمہ بہت اہم ہے، جس میں اس زمانہ کے لوگوں کے گرے ہوئے اخلاق کا رونا رویا اور سوگ منایا گیا ہے، نیز جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سب مؤلف کے تجربہ اور ذاتی مشاہدہ کا نتیجہ ہے، جسے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ایک رات دعائیں پڑھنے کے بعد مؤلف قبلہ رو ہو کر سر زانو پر رکھے ہوئے غم میں پڑے ہوئے تھے کہ غیب کا دروازہ کھلا اور انہیں عالم نہاں سامنے نظر آیا، انہوں نے دربان سے اندر جانے کی اجازت مانگی اندر جا کر انہیں ایک بہت عمدہ اور بلند عمارت دکھائی

Marfat.com

دی، جہاں پاک طینت لوگ اور زائرین کا مجمع تھا، ایک جوان نے ان کو دیکھ کر اپنے پاس بلالیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے تعجب سے کہا کہ آپ رہنمائی کریں اور یہاں کے متعلق بتلائیں، اس پر اس نے کہا کہ اس گنبد میں انصاف، صدق، مروت محبت، وفا، سخاوت، عفت، جوانمردی، غیرت، حمیت، حق پرستی وغیرہ مدفون ہیں، اور ان کی جگہ ظلم، کذب، بے مروتی، دشمنی، بیوفائی، بخل، بے عفتی، بزدلی، بے غیرتی، بے حمیتی، بے دینی وغیرہ نے لے لی ہے، انہوں نے ان قبروں کا طواف کیا اور سورۂ فاتحہ پڑھا۔

جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو ان کی سراسیمگی اور حیرت کی حد نہ رہی، کہ اس دنیا میں کیسے رہا جائے گا، کبھی سوچتے تھے کہ دنیا کو ترک کر کے دشت نوردی اختیار کریں اور کبھی خیال کرتے تھے کہ صلح کل پر چل کر سب سے مل کر رہیں، آخر افراط وتفریط چھوڑ کر بیچ کا راستہ اختیار کیا۔

ایک دن انہوں نے ایک جوان کو دیکھا جو ''عیار دانش'' کا مطالعہ کر رہا تھا، جس میں انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ رنج وغم کو اس کا شریک بتایا گیا تھا۔ بہر حال انہوں نے لوگوں کو جیسا دیکھا اور پایا ہے، ہو بہو اسی طرح بغیر کسی کمی یا زیادتی کے بیان کیا ہے۔

اس کے بعد سب سے پہلے مقدمہ ہے جس میں آدمیوں کی حقیقت و کیفیت اور زمانہ والوں کی اصلیت بیان کی گئی ہے۔ حکیم انوری کا یہ قطعہ لکھتے ہیں:

دلم از کار این جہاں بگرفت  کہ نہ عقدش نہ موضع ست ونہ حل

پھر مثال دیتے ہیں کہ آج کل خیر ایک اسم بے مسمی ہے، جب کہ شر گھروں اور بازاروں میں مَنوں کے حساب سے پایا جاتا ہے۔ لوگوں کی زبانیں ان کے دلوں سے مانوس نہیں ہیں۔ اگر بظاہر زبان دوستی کی بات کہتی ہے تو اندر سے کینہ کی تلاش رہتی ہے، لوگ نیکی کی جو باتیں زبان سے کہتے ہیں، وہ دل کے اندر نہیں ہوتیں، نیز جو بدی دل میں رہتی ہے، اسے زبان پر نہیں لاتے، شر کی جو بات کہتے اس سے دس گنا زیادہ عمل میں لاتے، نیز اس سے بھی زیادہ کی کوشش کرتے ہیں، اچھی باتوں میں سے ایک کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ مردوں اور عورتوں کو شفقت کی نظر سے دیکھنا چاہیئے، مگر لوگ انہیں شہوت کی نظر سے دیکھتے

Marfat.com

ہیں۔لوگوں کے عیوب کی پردہ دری اور رہنمائی کے لباس میں رہزنی کرتے ہیں، نیز لوگوں کو مکر اور رنج پہونچانے پر فخر کرتے ہیں۔اس سے قبل لوگ ایک دوسرے کو فائدہ پہونچانے کے لئے جانا کرتے تھے، جب کہ آج کل صرف شخصی استفادہ کے لئے ملتے ہیں، پچھلے زمانہ میں دوستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے لئے دعا کرتا تھا، جب کہ آج کل ایک دوسرے کو دغا دیتا ہے، عربی کی یہ مثل کہ " السلامة فی الوحدة والآفات فی الاثنین " آج کل بالکل ٹھیک اتر رہی ہے۔پچھلے دور میں دولتمند لوگ عقلا کے محتاج تھے، مگر آج کل عقلا روٹی کے لئے ترستے ہیں۔اس سے پہلے بادشاہ اور امراء فقراء کی محبت کی آرزو کرتے تھے، جبکہ آج فقراء ان کی محبت کے متلاشی ہیں، دولتمند قابل لوگوں کو تلاش کرتے تھے، مگر آج کل مسخروں کی فکر میں رہتے ہیں، اس سے قبل ہمت کی ضرورت پڑتی تھی۔جبکہ آج کل صرف پیسہ سے کام بنتا ہے، اس سے پہلے جو باتیں عیب تھیں، آج کل وہ ہنر سمجھی جاتی ہیں۔پچھلے دور میں علماء دینداری سے مزین ہوا کرتے تھے، جب کہ آج کل دولت اور دنیا داری پر فخر کرتے ہیں، پہلے فقر ریاضت اور تقوی پر فخر کیا کرتے تھے جب کہ آج کل لوگ عمدہ غذاؤں اور لوگوں سے خدمت لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔صلاح صرف نام کے لئے ہے، جب کہ فساد کے انبار لگے ہوئے ہیں، اسلام صرف کتابوں میں رہ گیا ہے، جب کہ مسلمان زندہ در گور ہو چکے ہیں، جھوٹ، غیبت، افسانہ اور دوسری مہمل باتوں میں ان کو جو مزا ملتا ہے، وہ قرآن مجید، حدیث اور دوسرے دینی علوم میں نہیں ملتا۔وعظ و نصیحت میں تو سب اپنے زمانہ کے لقمان، مگر زشت کرداری میں سب کے سب چھٹے ہوئے شیطان ہیں، چھوٹے بڑوں کے اور ہمسایہ، ہمسایہ کا دشمن ہے۔

مؤلف کے مخاطب مسلمان ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اے نام کے مسلمانوں اور رسمی دینداروں، جو رذالتوں کے جمع کرنے اور فضیلتوں کے ترک کرنے میں چابک دست ہو اگرچہ میں ناہنجار زمانہ والوں کی تھوڑی سی کیفیت بیان کر سکتا ہوں، لیکن کس سے کہوں اور کیوں کہوں؟

وہ اس زمانہ کے حکام کے متعلق فرماتے ہیں کہ آج کل کے اکثر ظالم امراء باوجود



Marfat.com

بلند مناصب اور ہر طرح کے آرام وآسائش کے خلیفہ اور بادشاہ وقت کی نافرمانی کر کے نامناسب کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کو دین اور شیطان کے حکم کو بادشاہ کے احکام پر ترجیح دیتے ہیں، بہت سے واقعہ اور خفیہ نویس جو بادشاہ کی طرف سے حقیقت کے بیان کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں، حق کو باطل اور کذب کو صدق کے لباس میں جلوہ گر کرتے ہیں، یہ لوگ لالچ میں پڑ کر صوبہ داروں اور سرداروں، فوجداروں اور دوسرے حکام سے ساز و باز کر کے بادشاہ کی نمک حرامی اور نفس الامر کو بیان کرنے میں چشم پوشی کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی ویرانی، معاملات کی خرابی فساد کی آگ زیادہ سے زیادہ بڑھنے اور بھڑکنے لگتی ہے، نیز راستے بند ہو جاتے ہیں اور تاجر و مسافر لوٹ لئے جاتے ہیں۔

اگر کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو اسے دیکھ کر طبیب کہتا ہے کہ صفرا بڑھ گیا، اور معدہ میں غلاظت ہوگئی ہے، نیز وہ جلاب اور معجون تجویز کرتا ہے، جراح کہتا ہے کہ اس کا خون فاسد ہو گیا ہے، اگر فلاں رگ نہ کھولی گئی تو مرض اور بڑھ جائے گا۔ جادوگر کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی جن یا پری کا سایہ پڑ گیا ہے اور وہ تعویذ دیتا ہے۔ منجم کہتا ہے کہ کوئی نحس ستارہ اس کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے مسلمانو شرم کرو، تم لوگ کب تک اپنے بھائیوں کو ستاتے رہو گے:

تا کی آزادی مسلمان اے مسلمان شرم دار
بودہ ای یک قطرہ آب و پس شوی یک مشت خاک

نیز فرماتے ہیں کہ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ حرام حلال پر ہنس رہا ہے، جہل علم پر فوقیت چاہتا اور حماقت عقل پر فضیلت طلب کر رہی ہے۔

پھر اپنے تلخ تجربات کی بنا پر کہتے ہیں کہ میں سن تمیز اور حد بلوغ سے برابر وفادار اور غمگسار دوست کی تلاش میں تھا، مگر دیکھا کہ تمام کے تمام لوگ صرف آزار پہونچانے کے درپے اور جامہ و دستار اور درہم و دینار کے طالب ہیں۔ جس کسی پر میں نے احسان کیا اس نے مجھے رلایا، جس کے ساتھ وفاداری کی، اس نے ظلم کیا، جس کے لئے دعائیں دیں، اس نے دغا کیا، جس کسی کو سلام کیا اس نے اس کے عوض میں گالیاں سنائیں، مگر مجبوراً رسمی

Marfat.com

دوستوں سے تعلقات پیدا کرنے پڑے اور لطف و مدارسے کام لینا پڑا، کیا کیا جائے لوگوں سے راہ و رسم رکھنی ہی پڑتی ہے۔

آگے چل کر کہتے ہیں کہ حسد، بدسگالی، بے ہمتی، دھوکا، بیوفائی، نمک حرامی اور دوسری برائیوں میں تمام دنیا کے لوگ ایک ہی طرح ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس کسی نے یہ قطعہ کہا تھا:

اگر قحط الرجال افتد بعالم انس کم گیری

اگر آج ہوتا تو اپنے کہے پر پشیماں ہوتا، اس لئے کہ آج تو یہ مصرعہ صادق آتا ہے:

لعنت بہ نیکاں، بدان را چہ گویم''؟

اور سبھی غدار، کینہ پرور اور حیلہ گر ہیں۔ آج صرف اسلام اور ایمان کا نام رہ گیا ہے، نیز تمام دنیا دجال کے لشکر کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں اب بھی امام مہدی کا ظہور کیوں نہیں ہوتا کہ وہ آتے اور لوگوں میں دین محمدی کا رواج ہوتا، آج کتنے راز ہیں جو دل کے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں، جن کے فاش ہونے کے ڈر سے زبان پر نہیں لایا جاتا۔

آج بے شمار لوگ ایسے دکھائی دیتے ہیں، جن میں کوئی ذاتی کمال نہیں ہے، صرف رسم و رواج کے پابند اور صورت پرست ہیں۔ نسب کو حسب پر ترجیح دیتے ہیں۔ پھر منیر لاہوری کا قول نقل کرتے ہیں کہ ایرانی و تورانی، سید و انصاری ہونے سے عزت نہیں بڑھتی ہے۔ اگر تنبولی استنبول سے بھی آئے گا تو اس کے پان کی قیمت وہی رہے گی۔ حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے بیٹوں کو ان کے آبا کی خدا پرستی سے کیا فائدہ ملا اور حضرت ابراہیم کو ان کی بت پرستی سے کیا نقصان پہونچا؟

مقدمہ کے بعد، پہلا باب انسان کے اجناس فضائل اور مکارم اخلاق کے بیان میں ہے۔ دوسرا باب مجرموں اور خطا کاروں کی تہدید سے متعلق ہے اس باب میں انہوں نے ملا معین الدین، صاحب معراج النبوت، سے استفادہ کیا ہے۔ یہ ملا معین وہی ہیں، جن کا دیوان غلطی سے بندہ نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی طرف منسوب کر دیا گیا اور ان کے نام سے شائع ہوا ہے۔

Marfat.com

پروفیسر غنی کو اصرار تھا کہ ہندوستانی فارسی، ایرانی فارسی سے بہتر ہے، جس کا براؤن نے مذاق اڑایا ہے اور صحیح بھی ہے۔ نیز غنی صاحب نے اپنی کتاب Pre Mughal Persian in Hindustan میں اپنی ہی مثال میں مطبوعہ دیوان خواجہ معین الدین چشتی سے بہت سی غزلیں دی ہیں اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہمارے ملک کی فارسی زبان وادب ایرانیوں کی فارسی نثر ونظم سے برتر ہے۔ مگر پروفیسر حافظ محمود شیرانی اور ان کے شاگرد پروفیسر ابراہیم ڈار صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ دیوان خواجہ معین الدین چشتی کا نہیں بلکہ مولانا معین ہروی کا ہے، اس لئے غنی صاحب کی اتنی محنت کئی صفحوں کی مثالیں بالکل بیکار ہو جاتی ہیں۔

بہر حال اس میں بھی پرانے ادوار کا ذکر کر کے اپنے زمانہ پر روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگ حرام کھانے پینے اور بدخوئی کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ اگر بادل سے آگ برسے تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ پیغمبر ﷺ تو دین کا تھوڑا سا بھی نقصان نہیں ہونے دیتے تھے، جب کہ آج کل ہوا پرست لوگ اسلام کو ریشم کے کپڑوں، سنہری انگوٹھیوں، عمدہ گھوڑوں اور غلاموں میں تلاش کرتے، نیز اپنا نام شمس الدین، نور الدین، نجم الدین اور سراج الدین رکھتے ہیں۔

تیسرے باب میں دوست و دشمن کا ذکر کیا گیا ہے، اس باب میں ایک جگہ پہلے تو کسی حکیم کا قول نقل کیا ہے کہ سچا دوست دوسری روح اور تیسری آنکھ ہوتا ہے، مگر پھر خود ہی کہتے ہیں کہ ایسا دوست دوسری روح اور تیسری آنکھ کی طرح نایاب بھی ہو گیا ہے۔

چوتھے باب میں معاملات کے انتظام، حکما و عقلا کی نصیحتیں اور خاموشی کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ نیز اسی باب میں بادشاہ زادہ والا جاہ سلطان محمد اعظم شاہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ تین قسم کے نوکروں کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہئے، لیکن اگر وہ کبھی آزاد ہو جائیں، تو پھر ان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئیے، ان میں سے ایک باورچی دوسرے حجام، تیسرے وہ ملازم جو ہر طرح سے محرم اور مقرب ہوں۔

پانچویں باب میں متفرق کلمات، نکتے اور لطیفے نیز امیر المؤمنین حضرت علی کے

Marfat.com

کلمات جمع کر دیئے گئے ہیں۔اس میں ایک جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ عمر شیخ ولد میرانشاہ ابن تیمور صاحبقراں کا جو فیروز کوہ وغیرہ کا بادشاہ تھا، شاہ رخ صاحبقراں سے جھگڑا ہو گیا۔اس جنگ سے پہلے وہ ۸۰۹ ہجری (۷-۱۴۰۶ عیسوی) میں حضرت شیخ محی الدین عربی طوسی کے پاس دعا کیلئے گیا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔اسی طرح سلطان محمود غزنوی سومنات پر حملے کے وقت امام مقری کی زیارت کو گیا جو اپنے زمانہ میں قطب اولیا تھے آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس سترہ سو ہاتھی، پانچ ھزار فرسنگ آباد ولایت اور ایک لاکھ فوج ہے، پھر بھی تم لالچ میں پڑ کر میرے ایسے فقیر کے پاس آ کر نعلین کے پاس کھڑے ہو، جب کہ خدا نے میرے جیسے پابرہنہ اور پھٹے ہوئے کمبل والے کو قناعت کی سلطنت عطا کی ہے۔

شیخ حامد کولوی کو سلمہ لکھا، نیز ان کی تعریف کی ہے، نیز بتلایا ہے کہ آج سالوں ہو گئے کہ وہ اپنے حجرہ سے باہر نہیں آئے ہیں۔مؤلف منتخب نے بار باران کے پاس جا کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تھی۔

خان اعظم عزیز مرزا کوکلتاش اکبر بادشاہ کا ایک لطیفہ بیان کیا گیا ہے کہ دولتمند آدمی کو عراقی، خراسانی ہندوستانی اور ماوراء النہری چار طرح کی بیویاں رکھنی چاہئے، عراقی بیوی مصاحبت کے لئے، خراسانی بیوی گھر کا انتظام کرنے کے لئے، ہندی بیوی زنا شوئی اور ماوراء النہری طلاق کے لئے۔دوسرا لطیفہ شیخ زین الدین خرافی کے پوتے شیخ زین صدر سے متعلق ہے جو بڑے فاضلی اور بابر اور ہمایوں کے امرا میں سے تھے۔جب وہ انتیس (۳۸) سال کے تھے تو کسی نے ان سے عمر پوچھی، انہوں نے جواب دیا کہ اس سے قبل پانچ سال تک وہ چالیس کے تھے، آج بھی چالیس کے ہیں نیز اس کے دو سال بعد چالیس کے ہوں گے۔

اس رسالے کو ختم کرتے ہوئے مؤلف کہتے ہیں کہ یہ نسخہ انہوں نے کسی شہرت و رواج کے لئے نہیں، بلکہ اپنے تہذیب و تنبیہ نفس کے لئے لکھا تھا نیز بتلایا ہے کہ ان کے آباء واجداد اور بھائی با کمال اور علوم دین کے ماہر تھے، لیکن ان کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ لوگ بھی کہیں گے کہ دوسروں کا ذکر کر کے فخر کرتا ہے۔

Marfat.com

آخر میں یہ رسالہ اس قطعہ پر ختم ہوتا ہے:

رسالہ ز حافظ محمد سعید — شد آخر ز توفیق پروردگار
بخوبی و رنگینی و دلکشی — رقم گشت بر صفحہ روزگار

صاحب منتخب نے اس کتاب کی تیاری میں خاص طور سے اخلاق ناصری سے استفادہ کیا ہے، مگر اخلاق جلالی اور محسنی کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ نیز انہوں نے بیشمار کتابوں اور علماء و حکما کا ذکر کیا ہے۔ کتابوں میں زھرۃ الریاض، روضۃ الأحباب، کشف الاسرار، حیات الحیوان، تفیف أبوالفتح بستی، قابوسنامہ، لباب الألباب، منشأت منشی چندر بھان برہمن وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

بعض بزرگوں کے مختصر حالات زندگی اور سال وفات وغیرہ بھی بیان کئے گئے ہیں، مثلاً ابوالفتح بستی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ۴۰۰ھ (۱۰-۱۰۰۹ء) میں انتقال کیا۔

خواجہ نظام الملک وزیر ملک شاہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بے حد کریم اور بلند ہمت نیز فاضل، عالم اور صاحب سخن تھے، بغداد میں مدرسہ نظامیہ ان کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں سے ہے۔ ۴۸۵ ہجری (۹۳-۱۰۹۲ء) میں ۱۲/ رمضان کو شہید ہوئے، ان کے صاحبزادے فخر الملک نے جو سلطان محمد بن ملک شاہ کے وزیر تھے، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کو اس مدرسہ میں پڑھانے کی دعوت دی تھی، لیکن انہوں نے بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا، خواجہ نظام الملک نے اپنے فرزند کو نصیحتوں سے پر جو خطوط لکھے تھے، اور جو پرانی قسم کی فارسی میں تھے، ان کا ایک خلاصہ تھوڑی سے تبدیلی عبارت کے ساتھ اس کتاب میں درج کیا گیا ہے۔

اسی طرح سے مؤلف نے خواجہ رشید الدین وزیر غازان و خدابندہ اور مؤلف تاریخ رشیدی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ طرح طرح کے علوم میں صاحب کمال تھے، نیز ان کی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ سلطان ابوسعید کے زمانہ میں خواجہ علی شاہ باقی کی سازشوں سے شہید ہوئے۔ نیز انہوں نے قتل کے وقت خواجہ علیشاہ کو لکھا کہ تم بغیر کسی گناہ کے مجھے قتل کروا رہے ہو، لیکن زمانہ تم سے یہ کینہ ضرور نکالے گا، فرق صرف اتنا ہوگا کہ میری قبر پرانی

Marfat.com

اور تمہاری نئی ہوگی۔ ''طاب ثراہ'' سے ان کی تاریخ شہادت نکلتی ہے، انہوں نے بھی اپنے صاحبزادے کو خطوط لکھے تھے جو نصیحتوں اور دانش سے پر تھے، لیکن چونکہ عبارتیں طولانی اور احادیث اور عربی و فارسی اشعار سے پر تھیں، اس لئے ان میں تھوڑا بہت تصرف اور منتخب کر کے اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔

ابو بکر بن طاہر ابہری حضرت شبلی کے ساتھیوں میں سے تھے، تین سو تیس ۳۳۰ھ (۹۴۲-۹۴۱ء) میں انتقال کیا، عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کرتے وقت کہا ہے کہ ان کو امام الاسلام کہتے تھے۔ ابو سلیمان عبدالرحیم دارانی کو یگانۂ وقت بتلاتے ہوئے کہا ہے کہ لوگ انہیں ریحان القلوب کہتے تھے۔

اس کتاب میں جن بے شمار انبیاء، اولیاء، علماء، حکما، صوفیہ اور بادشاہوں کا ذکر ملتا ہے یا جن کے اقوال نقل کئے گئے ہیں ان کی ایک ناقص فہرست یہاں دی جا رہی ہے:

حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت عائشہ، امام موسیٰ رضا، افلاطون، ارسطو، لقمان، بقراط، بطلیموس، جمشید، کیومرث، بزرجمہر، کیقباد، اسکندر، ذوالقرنین، آردشیر بابک، بہمن، خسرو، پرویز، نوشیرواں، امیر تیمور صاحبقراں، سلطان محمود خدا بندہ، ہشام ابن عبدالملک، حجاج، مولانا معین الدین، مولانا حسن علی خراس، یحییٰ معاذ رازی، شیخ محمود شبستری صاحب گلشن راز، امام قشیری، ابو حفص حداد، مولانا روم، بخشی، شیخ الرئیس بوعلی سینا، ابو حازم مکی، سید جلال بخاری، ابن عباس، ابن مالک، ابوھریرہ، عطاء سلمی، شیخ شبلی، شیخ زین العارفین خوافی، منصور حلاج، شیخ عبداللہ انصاری، علامہ روح اللہ، نسائی، خرقانی، محمد سماک، حسن بصری، مالک دینار، عبدالواسع، ذوالنون، ابراہیم ادھم، جعفر بن محمد، رابعہ، خواجہ معین الدین چشتی، ثعلبی، شیخ محمد علی تبریزی، ادریس بن سرو بن قتبان، شیخ ابوالحسن، دیو جانس کلبی، شیخ بھروز باقلی، شقیق بلخی، اصمعی، سعید خبیر، شیخ ابوالحسن خرقانی، ابو یعقوب، طوسی، حضرت سفیان ثوری، حکیم تقی الدین، ابوعبداللہ مختار، علی سہیل اصفہانی، معروف کرخی، یحییٰ خالد برمکی وزیر ہارون رشید، ابوالفتح بستی، ابو سعید ابوالخیر، فضل عیاض، بایزید

Marfat.com

بسطامی، فرید الدین عطار، شیخ عبدالقادر بدایونی، ابو الفضل، علامی، افضل خان، وزیر صاحبقراں ثانی، حضرت شاہ عزیز اللہ، شیخ حامد کولوی۔

بزرگوں اور علماء حکماء کے اقوال کے علاوہ مؤلف نے اپنے معاصرین اور دوستوں سے بھی استفادہ کیا نیز جگہ جگہ اپنے نقطۂ نظر کو پیش کیا گیا۔

حافظ سعید شاعر بھی تھے، اس لئے کہ ایک جگہ وہ کہتے ہیں :مؤلف این تالیف گوید:

فرد

مشکل دوستی نمود م حل — تف برین نام ور حساب جمل
در سرو ...... گردن عنقا — دوستی را نیافتم یک جا
چون بہ...... تلاش کرد خرد — لیس از ...... شد پیدا

منتخب کی عبارت مسجع اور مقفی ہے، نیز زبان و بیان کے لحاظ سے سبک ہندی سے پر ہے۔

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے میں کہوں گا کہ یہ کتاب دراصل ہماری گرتی ہوئی اخلاقی قدروں کا ایک مرثیہ ہے، نیز ضرورت ہے کہ اس کے بعض حصے مع ترجمہ کے شائع کئے جائیں۔

(پروفیسر سید امیر حسن عابدی دہلی)

• • •

Marfat.com

# علوم اسلامیہ
## اور ہندوستان کے فارسی دانشور

اسلام کی تفسیر و ترویج میں عربی کے بعد سب سے زیادہ فارسی زبان نے خدمت انجام دی ہے، عربی زبان کی اولیت اور اولویت مسلم ہے کیونکہ وہ لسان اللہ اور لسان الرسول ﷺ ہے، البتہ غیر عرب دنیا میں جن زبانوں نے اسلام کی خدمت کی ہے، ان میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے فارسی زبان سب پر مقدم ہے اور فارسی زبان میں اسلامی ادب کا جو شاندار ذخیرہ ہے اس پر مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

فارسی ادب کا باقاعدہ مدون آغاز تیسری صدی ہجری سے ہوتا ہے جب طاہری (۲۰۸-۲۵۹ھ) اور صفاری (۲۵۷-۲۹۸ھ) خاندان نے خلافت عباسیہ سے تقریباً الگ اور مستقل ہو کر مشرقی ایران میں اپنی حکومت قائم کی۔ لیکن اس دور کی کوئی مکمل فارسی تصنیف ہم تک نہیں پہونچی ہے، البتہ سامانی (۲۸۹-۳۸۹ھ) حکومت کی تاسیس کے بعد نثر اور نظم دونوں میں مدون فارسی آثار ملتے ہیں، فارسی شاعری کا باوا آدم رودکی اسی دور کا شاعر ہے، اور فارسی نثر میں تاریخ طبری اور تفسیر طبری کے تراجم اسی دور میں ہوئے، یہ دونوں ترجمے سامانی فرمانروا ابو صالح منصور بن نوح (۳۵۰-۳۶۶ھ) کے حکم سے انجام پائے اور خوش قسمتی سے دونوں فارسی آثار محفوظ ہیں اور شائع ہو چکے ہیں۔

تفسیر طبری کے ترجمہ نے فارسی ادب میں اسلامیات کی نہایت عمدہ مثال قائم کی اور بعد میں بہت سے علماء نے فارسی زبان میں قرآن کریم کے ترجمے کئے، عہد اورنگ زیب میں ملا صفی الدین اردبیلی نے تفسیر طبری کا دوبارہ فارسی میں ترجمہ کیا، یہ ترجمہ شہزادی زیب النساء کی فرمائش پر اس کے بیت العلوم میں انجام پایا اور اس کا نام زیب التفاسیر رکھا گیا۔

یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ فارسی نثر کے جو ابتدائی مدون آثار ملتے ہیں ان میں متعدد آثار قرآن کریم کے فارسی تراجم پر مشتمل ہیں۔ یہ آثار فارسی نثر کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت

Marfat.com

رکھتے ہیں، علاوہ ازیں ان تراجم نے غیر عرب دنیا تک اسلام کو پھیلانے میں جو خدمت انجام دی، اس کی اہمیت اظہر من الشّمس ہے۔

یہاں اس نکتہ کا ذکر بھی ضروری ہے کہ فارسی میں حمد ونعت کا جو عظیم الشان اور متنوع ذخیرہ ہے وہ اسلامی ادب میں خاص اہمیت کا حامل ہے، فارسی دانشوروں نے حمد ونعت میں ایسے نکات پیدا کئے ہیں اور اسلوب و بیان کی ایسی جدتیں نکالی ہیں کہ ہر ادیب یا شاعر دوسرے پر فوقیت لے جاتا ہوا نظر آتا ہے، یہاں مثال کے طور پر شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی گلستاں سے حمد کا ٹکڑا پیش کیا جاتا ہے:

''منت خدائے راعزوجل کہ طاعتش موجب قربت است وبشکر اندرش مزید نعمت، ہر نفسیکہ فرومی رود مُمِدّ حیات است و چوں برمی آید مفرح ذات، پس درھر نفسے دو نعمت موجود است وبرھر نعمتے شکرے واجب''۔

از دست وزبان کہ برآید  کز عہدۂ شکرش بدر آید

﴿اعملوا آل داود شکرا و قلیل من عبادی الشکور﴾۔

حمد کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شروع ہوتی ہے یہاں شیخ سعدی نے نعت میں جو عربی شعر لکھا ہے وہ عربی ادب میں یقیناً کم نظیر ہے۔

بلغ العلی بکمالہ  کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ  صلوا علیہ و آلہ

ہر فارسی ادیب وشاعر کے لئے اسلامی علوم اور عربی زبان کا علم موجب افتخار تھا اور آج بھی ہے وہ اپنی تحریروں یا اشعار میں قرآنی آیات یا احادیث یا بزرگان دین کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اس کو مایۂ فضیلت سمجھتے ہیں، حتی کہ فارسی کی غزلیہ شاعری میں بھی قرآن کریم کی آیات اور قصص قرآنی کی تلمیحات بکثرت موجود ہیں۔

حافظ شیرازی جن کی رندی مشہور عالم ہے اپنے حافظ قرآن ہونے پر فخر کرتے ہیں:

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ  بقرآنی کہ تو در سینہ داری

ہندوستان میں فارسی کے آخری عظیم شاعر علامہ اقبال کو اسلامیات کا عظیم مفسر کہا

Marfat.com

جائے تو بیجا نہ ہوگا، علامہ اقبال نے اپنے فارسی اشعار کے ذریعہ روح اسلام کی جس طرح تعبیر فرمائی ہے وہ اسلامی شاعری میں بے نظیر ہے، ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں مسلمان فاتحین نے دہلی کو اپنا پایہ تخت بنایا اور قلیل عرصے میں شمالی اور مرکزی ہندوستان کے اکثر علاقوں کو اپنے زیر نگیں کرلیا، ان مسلمان حکمرانوں کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ علماء کرام کو بھی اپنے ساتھ لائے، اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے مفتوحہ علاقوں میں بیشمار مدارس اور مکاتب کھل گئے۔ اور یہاں کے عام باشندے جو ابھی تک تعلیم کی نعمت سے محروم تھے (کیونکہ پاٹھ شالا میں ہر شخص تعلیم کا مجاز نہیں تھا) نہ صرف فارسی اور عربی زبان سے بہرہ ور ہوئے بلکہ اسلامی علوم سے بھی فیضیاب ہوئے، سرزمین ہند میں اسلامی تبلیغ و اشاعت انہی علماء کرام کے ہاتھوں ہوئی۔ ان علماء میں وہ مشائخ کرام بھی شامل تھے جو کتاب وسنت کی روشنی میں دین مبین اسلام اور حسن خلق کی تلقین فرماتے تھے۔

ہندوستان میں تعلیم کی نشر واشاعت میں علماء کرام نے جو اہم رول ادا کیا ہے اس کی صحیح معنوں میں تحقیق تجزیہ اور تحلیل کی ضرورت ہے، تاکہ ہم ان اسلاف کی علمی خدمات سے روشناش ہوسکیں۔

ہندوستان میں آنے والے مسلمان بڑی حد تک عربی زبان سے نا آشنا تھے بعض نے مدارس میں عربی پڑھی تھی، اس کے مقابلہ میں فارسی تقریباً ان کی مادری زبان تھی، اس لئے ہندوستان میں تعلیم کا آغاز فارسی زبان سے ہوتا تھا اور پھر عربی کی تعلیم دی جاتی تھی، یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ علماء نے فارسی زبان سے اسلامی علوم پر تالیفات کا سلسلہ شروع کیا، آنے والے ادوار میں یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ساتویں صدی ہجری سے آج تک ہندوستان میں فارسی زبان کے اندر اسلامی علوم پر جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان کا اگر تحقیقی جائزہ لیا جائے تو فارسی کے اسلامی ادب کا ایک وقیع اور اہم ذخیرہ ہمارے سامنے آئے گا۔ لیکن بدقسمتی سے فارسی کے بیشتر دانشوروں نے فارسی ادبیات کو انشاء اور شاعری

Marfat.com

تک محدود رکھا اور دوسری اصناف کی طرف کم توجہ دی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان میں علماء کرام کے تذکرے بہت کم لکھے گئے، کم از کم فارسی میں ان کی تعداد انگشت شمار بھی نہیں ہے، عہد اورنگ زیب کے امیر بختاور خان نے مرآۃ العالم کے نام سے ایک عمومی تاریخ لکھی تھی اس کی آخری جلد میں مشائخ اور علماء کا تذکرہ ہے، اس فصل میں جن علماء کے تراجم دئے گئے ہیں وہ بیشتر عہد اورنگ زیب سے متعلق ہیں، اس لحاظ سے یہ تذکرہ بہت اہم ہے۔ علاوہ ازیں مختلف ادوار میں جو تاریخی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بھی ضمنی طور پر علماء کرام کا تذکرہ ہے۔ ان سب مواد کو جمع کیا جائے اور انہیں جدید تحقیق کے اصول کے مطابق مرتب کیا جائے تو ہندوستان میں علوم اسلامیہ کے ارتقاء میں مسلمانوں نے جو خدمات انجام دی ہیں اس کی صحیح تصویر سامنے آسکے گی۔ کیونکہ اس طرح نہ صرف علماء کرام کے تراجم محفوظ ہو جائیں گے بلکہ ان کی جملہ تالیفات کا ریکارڈ بھی محفوظ ہو جائے گا۔

ہندوستان کے فارسی اور عربی ادب میں اسلامیات کا جو وقیع ذخیرہ ہے اس کی ایک جامع اور مشروح فہرست تیار کرنا آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ فارسی اور عربی کے ہزاروں قلمی نسخے دستبرد زمانہ کی نذر ہو رہے ہیں، کیا ہی عمدہ ہو کہ جامعہ سلفیہ اس سلسلے میں مثبت قدم اٹھائے اور اپنے چند فاضل اساتذہ اور طلبہ کی مدد سے یہ اہم کام انجام دے تاکہ ہندوستان میں اسلامی علوم کا جو ذخیرہ مدون ہوا ہے اس کی ایک فہرست مرتب ہو جائے۔

آنے والے ادوار میں اس فہرست کی وقعت حاجی خلیفہ کی کشف الظنون سے کم نہیں ہوگی۔

فارسی میں ایسے متعدد آثار ہیں جن کے عربی ترجمے سے دنیائے عرب کو استفادہ کا موقعہ ملے گا۔ خصوصا علماء اور مشائخ کے تراجم، اخلاقیات، عرفانیات، تاریخ وغیرہ میں فارسی دانشوروں نے بہت اہم خدمت انجام دی ہیں، مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''انفاس العارفین'' جو ان کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم کے حالات

Marfat.com

پر مشتمل ہے، بہت اہم کتاب ہے، شاہ صاحب فتاوای عالمگیری کے مؤلفین میں تھے لیکن کچھ عرصہ بعد اورنگ زیب نے انہیں اس عہدہ سے ہٹادیا تھا، تعجب نہیں کہ اس کی وجہ شاہ صاحب کا فقہ حنفی کے سلسلہ میں مخصوص عقیدہ ہو، بہر حال اس کتاب کے عربی ترجمے سے دنیائے اسلام کی ایک ایسی شخصیت جہاں عرب سے متعارف ہوگی جس کے خاندان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دور زوال میں قرآن وحدیث کی شمع کو روشن رکھی۔ ایسی اور بہت سی کتب ہیں جن کو عربی میں ترجمہ کر کے ہم ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت اسلام سے عرب دنیا کو روشن کرا سکتے ہیں؟

( پروفیسر نورالحسن انصاری )

دانش گاہ دہلی، دہلی

Marfat.com

# فقہی ادب کی ترویج واشاعت میں
# ہندوستانی علماء کا حصہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ تو اسلام کی ابتدائی صدیوں ہی سے شروع ہو گیا تھا، تجارت پیشہ جنوب کی طرف سے آئے تو مجاہدین محمد ابن قاسم کی سرکردگی میں شمال مغرب کی طرف سے داخل ہوئے، کچھ دنوں کی آمد و رفت کے بعد چھٹی صدی ہجری (۱۱۹۸ء) میں دہلی پر شہاب الدین غوری کا قبضہ ہوا۔

غوریوں کی آمد کو ہم برصغیر کی تاریخ میں ایک اہم موڑ اس وجہ سے قرار دے سکتے ہیں کہ اسی کے ساتھ ساتھ باہر کے مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنانے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا- اب خواہ وہ غوری رہے ہوں یا خلجی، لودی رہے ہوں یا مغل، سب نے برصغیر کو اپنا وطن سمجھا اور یہ سوچ کر یہاں بسے کہ یہی ان کا وطن ہے اور یہیں انہیں جینا اور مرنا ہے، یہ درست ہے کہ عالمی اسلامی برادری کے ممبر ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اپنا رشتہ آفاقی اسلامی دنیا سے کبھی نہیں توڑا۔ لیکن اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کہ انہوں نے ہر میدان میں اپنی انفرادیت کو باقی رکھنے اور دوسروں سے منوانے کی پوری کوشش کی، خواہ وہ میدان تعمیر کا رہا ہو یا تہذیب کا، تعلیم کا رہا ہو یا تبلیغ کا۔

شہاب الدین غوری کی تخت نشینی سے ہندوستان میں ''دور سلطنت'' کی ابتدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے بغیر قاعدہ قانون کے کوئی بھی سلطنت بہت دنوں تک نہیں چل سکتی (۱۱۹۸ء) سے لے کر (۱۸۵۷ء) تک، جب انگریزوں نے آخری مسلمان بادشاہ کو تخت سلطنت سے بے دخل کیا، ہندوستانی حکومت خواہ وہ سلاطین کی رہی ہو، خواہ مغلوں کی، اسلامی شریعت کو اصولی طور پر سرکاری قانون کی حیثیت سے تسلیم کرتی رہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقہ اسلامی کا دور دورہ اگر ایک طرف قاضیوں اور شیوخ الاسلام کی عدالتوں میں رہا تو دوسری طرف اس کی گونج

Marfat.com

مدارس ومکاتب میں سنائی دیتی رہی۔

برصغیر میں جتنے فقہاء گزرے ہیں اور فقہ واصول فقہ پر انہوں نے جو کچھ کام کیا ہے صرف اس کی سرسری فہرست بھی اگر کوئی گنوانے بیٹھے تو اس کے لئے ایک مجلس کافی نہ ہوگی، جہاں تک تصنیفات کا تعلق ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میدان میں ''فتاوی تاتار خانیہ'' کو اولیت کا درجہ ہے حاصل ہے۔

تاتارخاں، سلطان غیاث الدین تغلق (تاج پوشی ۱۳۲۰ھ) کے دربار کا ایک عالم و فاضل امیر تھا۔اس کے ایک ہم عصر عالم، عالم بن علا دہلوی نے اس کے فیصلوں اور فتووں کو کتابی شکل میں مختلف ابواب کے تحت فتاوی تاتارخانیہ کے نام سے دو جلدوں میں مرتب کیا تھا جو ایک زمانہ تک عمال حکومت کے لئے ایک راہ نما کتاب کا کام دیتی رہی۔

(موجودہ زمانہ میں یہ کتاب تقریباً ناپید ہو چکی تھی، اس کا ایک نیا تحقیقی اڈیشن کئی جلدوں میں مولانا قاضی سجاد حسین وزارت تعلیم وثقافت حکومت ہند کی مالی امداد سے شائع کر رہے ہیں)۔

بہر حال انفرادی تصنیفات سے قطع نظر ریاست کے اہتمام میں فقہ کے جو مجموعے ہندوستان میں مرتب ہوئے ان میں تاریخی اعتبار سے دوسری لیکن کیفیت کے اعتبار سے اہم ترین کتاب فتاوی عالمگیری ہے جسے فتاوی ہندیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب اورنگ زیب عالمگیر (تاج پوشی ۱۶۵۷ء) کے عہد حکومت میں فرمان سلطانی کے تحت علماء کے ایک بورڈ کی نگرانی میں مرتب کی گئی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب تقریباً پورا ہندوستان اسلامی حکومت کے زیر نگیں تھا اور شہر وقصبات ہر جگہ قاضیوں کی عدالتیں قائم تھیں ان کی سہولت کے لئے اورنگ زیب نے یہ کتاب خاص طور سے مرتب کروائی تھی۔ ہندوستان کے فقہی ادب کے ذخیرہ میں فتاوی عالمگیری کو ہمیشہ نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ (اس صدی کے شروع میں مولوی سید امیر علی نے اس کا اردو ترجمہ نول کشور پریس سے شائع کرایا تھا، فتاوی عالم گیری کو مرتب کرنے میں جن علماء کا ہاتھ رہا ہے ان کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون مولانا مجیب اللہ ندوی کے قلم سے ''فتاوی عالم گیری اور اس کے مرتبین'' کے عنوان سے آج سے

Marfat.com

تقریباً ۴۰ برس قبل رسالہ معارف اعظم گڈھ میں قسط وار شائع ہو چکا ہے)۔

فتاوی تاتار خانیہ اور فتاوی عالم گیری فقہی ادب کے دو ایسے مجموعے ہیں جن کی تالیف کا سہرا کسی نہ کسی طور حکومت کے سر بندھتا ہے۔ لیکن جہاں تک انفرادی تصنیفات کا تعلق ہے ان کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی ہند کی تاریخ میں کوئی صدی ایسی نہیں گزری ہے جب فقہ کی کسی نہ کسی صنف پر کام نہ کیا گیا ہو۔

اس دور کی دیگر تصنیفات میں: فوائد فیروز شاہی، فتاوی ابراہیم شاہیہ اور فتاوی حمادیہ بھی قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ بالا کتابیں اس دور کی پیداوار ہیں جب عدالتوں میں اسلامی شریعت کا سکہ چلتا تھا اس لئے قضاۃ اہم فقہاء کی رایوں کو مجموعوں کی شکل میں اپنی سہولت کی خاطر خود یا دوسرے علماء سے مرتب کروایا کرتے تھے پھر وہ وقت بھی آیا جب عدالتوں کے علاوہ مدارس میں بھی اس فن کا بول بالا ہوا کیونکہ یہیں سے حکومتوں کو قضاۃ اور مفتی مل سکتے تھے مدرسوں میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ عام طور سے طلبہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئیں تھیں ۔ یہ کتابیں عموما متداول کتابوں کی یا تو شرح ہوتی تھیں یا حاشیے ۔ اس قسم کی حاشیوں اور شرحوں کی فہرست بہت طویل ہے، ۔ مثال کے طور پر اگر ہم صرف دو مشہور فقہی کتابوں ہدایہ اور شرح وقایہ کو لے لیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ ہدایہ پر تقریبا ۱۵ر ہندوستانی علماء نے اپنے حاشیے چڑھائے ہیں اور شرح وقایہ کو ۱۸ علماء نے اپنے حاشیوں سے مزین کیا ہے۔

درسی کتابوں کے علاوہ متعین موضوعات مثلا رویت ہلال، اصول سماع، حرمت غنا ومزامیر، صلاۃ جمعہ، حلال وحرام جانوروں کی فہرست، مہر وجہیز وغیرہ پر بھی ہندوستانی علماء نے بے شمار فقہی مجموعے مرتب کئے تھے، جن کی فہرست دینا ممکن نہیں ہے۔ (تفصیلات کے لئے مولانا عبدالحئ الحسنی کی عربی کتاب "الثقافة الاسلامية فی الهند" مولانا ابوالعرفان ندوی کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" ملاحظہ ہو)۔

گیارہویں صدی ہجری (۱۷ویں صدی عیسوی) میں ہندوستان کے مشہور عالم ملا

Marfat.com

محبّ اللہ بہاری (وفات ۱۶۳۶ء) نے اصول فقہ میں ایک درسی کتاب ''مسلم الثبوت'' کے نام سے لکھی تھی جو اپنے مطالب کے لحاظ سے خاصی مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں آٹھ شرحوں کا ذکر کیا ہے۔

نویں صدی ہجری (۱۵ویں صدی عیسوی) کے مولانا ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کی اصول میں مشہور کتاب ''المنار'' کی بھی کم از کم تو ہندوستانی عالموں نے شرحیں لکھی ہیں۔ شیخ احمد امیٹھوی معروف بہ ملا جیون (وفات ۱۱۳۰ھ) نے اس کی شرح نورالانوار کے نام سے لکھی جو آج بھی مدارس میں رائج ہے۔ اس کے علاوہ ملا نظام الدین نے ''الصبح الصادق'' کے نام سے المنار کی شرح لکھی۔ ملا صاحب نے علامہ ابن ہمام کی ''تحریر الاصول'' کی بھی شرح لکھی ہے۔

شاہ ولی اللہ کثیر التصانیف عالم تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، کلام، غرضیکہ علم کا کوئی بھی ایسا میدان نہیں ہے جس میں ان کے قلم نے جوہر نہ دکھائے ہوں۔ انہوں نے اجتہاد و تقلید کے موضوع پر بھی ایک معرکۃ الآراء کتاب* عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' کے نام سے لکھی ہے۔ ویسے تو صرف اجتہاد و تقلید کے موضوع پر حکیم عبدالحی کی مذکورہ بالا کتاب میں ۳۷ کتابوں کے نام دیکھے جا سکتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ اجتہاد کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی عالم شاہ صاحب کی عقد الجید سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔

علم الفرائض پر لکھی جانے والی کتابیں عام مطالعہ کے لئے نہیں ہوتیں یہ خاصا پیچیدہ فن ہے جس میں علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم ریاضی کی بھی خاصی واقفیت ضروری ہوتی ہے۔ عام لوگوں کو علم الفرائض پر کتابیں پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اس کے باوجود، اس صنف میں بھی علمائے ہند نے خاصا وقیع ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اس موضوع پر عربی، فارسی اور اردو کی منثور اور منظوم کتابوں اور رسالوں کی تعداد مولانا عبدالحی کی فہرست کے مطابق ایک کم چالیس ہے۔

﴿ ۲ ﴾

جب ہم برصغیر کے فقہی میدان میں خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے انیسویں صدی

Marfat.com

میں داخل ہوتے ہیں جس وقت ہندوستان سے مسلم حکومت عملاً ختم ہو چکی ہوتی ہے تو ہم ایک نئی صورت حال سے دو چار ہوتے ہیں۔ اس وقت تک اسلامی نظام قضا کے قائم ہونے کی وجہ سے انفرادی طور پر کسی شخص کو مفتیوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ ہر قسم کے مسائل کا فیصلہ عدالتوں کے ذریعہ ہو جاتا تھا۔ انیسویں صدی سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتیں جگہ جگہ قائم ہونے لگیں، اگر چہ کمپنی نے بہت دنوں تک التزاماً مفتیوں کو باقاعدہ ملازم رکھا تا کہ وہ دائرہ شریعت میں آنے والے مسائل میں کمپنی کے ججوں کی رہنمائی کر سکیں تاہم ایسا نظر آتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان تبدیلی کی وجہ سے شرعی مسائل میں رہنمائی کی خاطر التزاما ایسے علماء کی طرف رجوع کرنے لگے تھے جو کمپنی کے ملازم نہ تھے۔ اس رجحان سے ایک علمی فائدہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنی سہولت کی خاطر اپنے پسندیدہ آزاد علماء کے جوابات کو مجموعوں کی شکل میں مرتب کرنے کی داغ بیل ڈالی، میرے اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ہم ابتدائی انیسویں صدی کے دو ایسے عالموں کو لیں جن میں سے ایک کمپنی کا ملازم ہو اور دوسرا نہ ہو تو ہمیں اس غیر ملازم عالم کے فتووں کا مجموعہ اکثر و بیشتر حالات میں دستیاب ہو جائے گا لیکن ملازم عالم کا کوئی مجموعہ ملنا تقریباً ناممکن ہوگا۔ مثلاً شاہ عبدالعزیز (وفات ۱۸۲۹ء) اور مولانا فضل امام خیر آبادی (وفات ۱۸۲۹ء) صدر الصدور ایسٹ انڈیا کمپنی ہم عصر اور ہم شہر ہیں، جہاں تک علمیت کا سوال ہے مولانا فضل امام کو شاہ صاحب کے کم درجے پر نہیں رکھا جا سکتا لیکن آج ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم یہ بتا سکیں کہ دہلی کے لوگ مولانا فضل امام سے بھی فتوے حاصل کرتے تھے جب کہ شاہ صاحب کے فتاوی دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، اور کہا یہ جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے جتنے فتوے دیئے تھے وہ سب کے سب ان دونوں جلدوں میں نہیں آ سکے ہیں۔

اس نئے دور کا سب سے پہلا مجموعہ شاہ عبدالعزیز کا مجموعہ فتاوی عزیزی ہی ہے جو دو جلدوں میں پہلی بار (۹۶-۱۸۹۴ء) فارسی زبان میں شائع ہوا تھا، شاہ عبدالعزیز کے علاوہ ختم انیسویں صدی کے ایک دوسرے مشہور عالم مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کے فتاوی بھی تین جلدوں میں "مجموعۃ الفتاوی" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں، بیسویں صدی میں اس قسم کے کئی

Marfat.com

مجموعے شائع ہوئے۔ مثلاً فتاوی نذیریہ از مولانا نذیر حسین محدث دہلوی، فتاوی رشیدیہ از مولانا رشید احمد گنگوہی، فتاوی امدادیہ از مولانا اشرف علی تھانوی، اور بالکل اپنے زمانے میں فتاوی رحیمیہ از مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری، اس سلسلے میں ہم فتاوی دیوبند کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کر سکتے جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور اپنے وقت کے اہم مفتیوں کے فتووں کا مجموعہ ہیں۔

فتووں کے ان ہندوستانی مجموعوں میں جو انیسویں اور بیسویں صدی کی پیداوار ہیں، ہمیں جس قسم کے سوال و جواب ملتے ہیں انہیں ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) عقائد (۲) عبادات (۳) عائلی قوانین (۴) دنیاوی معاملات۔

قسم اول میں عام طور سے ایسے فتاوی ملتے ہیں جن میں توحید، رسالت، حشر و نشر وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔ عبادات کے تحت روزہ، نماز، وضو، حج، زکاۃ وغیرہ کے مسائل ملتے ہیں، تیسری قسم میں شادی، طلاق، خلع، وراثت، اور وصیت وغیرہ کے متعلق فتوے ہیں اور چوتھی قسم میں عموماً عصری مسائل پر بحث ہوئی ہے، مثلاً انیسویں صدی میں دارالحرب اور دارالاسلام کا قضیہ، نیز مغربی لباس، اور مغربی تعلیم سے متعلق بحث اور بیسویں صدی میں بینکنگ، لائف انشورنش، کمرشیل انٹرسٹ فیملی پلاننگ وغیرہ سے متعلق مسائل، دور وسطی کے فقہی ادب کے برخلاف موجودہ اور گذشتہ صدیوں کے فتاوی کے مجموعے مسلمانوں کی سماجی زندگی کے مطالعہ کے لئے ایک اہم ماخذ کا کام دے سکتے ہیں، کیونکہ ان فتووں سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے مسلمان کس قسم کے مسائل سے دوچار تھے۔

بیسویں صدی میں فتاوی کے مجموعوں کے علاوہ اردو زبان میں فقہ کے مختلف موضوعات پر بھی وقیع کتابیں لکھی گئیں، اور اہم پرانی کتابوں کے ترجمے بھی کئے گئے۔

اردو زبان میں فقہی ادب کا جائزہ لیتے وقت ہم مولانا اشرف علی تھانوی کی بہشتی زیور کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مولانا تھانوی نے دراصل اس کتاب کے ذریعہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

اس قسم کی ایک دوسری اہم کتاب مولانا امجد العلی کی بہار شریعت ہے جو ہندوستانی مسلمانوں کے ایک دوسرے بڑے طبقہ کی ذہنی تشفی کرتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں بنیادی طور

Marfat.com

سے فقہ حنفی کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں لیکن دونوں مصنفین کے نقطۂ نظر کا فرق اس وقت نمایاں طور سے سامنے آجاتا ہے جب وہ سنت و بدعت یا فاتحہ وایصال ثواب جیسے موضوعات پر اپنے خیال کا اظہار کرتے ہیں۔

طالب علموں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے مفتی کفایت اللہ مرحوم نے سوال و جواب کے انداز میں ضروری شرعی مسائل کو مختلف ابواب کے تحت ''تعلیم الاسلام'' میں مرتب فرمایا ہے۔ اس قسم کی ایک اور کتاب مولانا مجیب اللہ ندوی نے بھی ''اسلامی فقہ'' کے عنوان سے شائع کی ہے۔

اس صدی میں متعین فقہی موضوعات پر بھی علماء نے یا تو اپنی تصنیفات شائع کی ہیں یا کسی دوسری زبان سے ترجمے کئے ہیں۔

بیسویں صدی کے شروع میں جب مسلم پرسنل لا کا مسئلہ سامنے آیا تو مولانا اشرف علی تھانوی نے الحیلۃ الناجزہ لکھی جو اس زمانے کے قانون سازوں کے لئے ایک رہنما کتاب قرار پائی۔ ہمارے اپنے زمانہ میں مولانا محمد تقی امینی نے ''احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھ کر اجتہاد کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے ایک قطب نما مہیا کیا۔

بہر حال اس مختصر سے مقالہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی خدمات کا پورا پورا جائزہ لینا تو کسی طور ممکن نہیں ہے اس لئے مذکورہ بالا فہرست کو کسی طور بھی جامع نہ سمجھا جائے۔ لیکن اس سرسری جائزہ سے کم از کم اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ فقہی ادب کے میدان میں ہندوستانی مسلمانوں نے جو کچھ کیا اسے عالم اسلام کے فقہی ادب کے مقابلہ میں پورے اطمینان کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے۔

پروفیسر مشیر الحق
مطالعات اسلامی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

• • •

Marfat.com

# علمائے ہند کی چند عربی تفسیریں

اسلامی علوم میں علماء ہند کا حصہ اسلامی ملکوں سے کم نہیں ہے، مگر ڈاکٹر زبید احمد کے بقول ہندوستان کی عربی پیداوار یہاں کی فارسی پیداوار کے مقابلے میں بہت کم ہے اور جو کچھ ہے اس میں جدت اور ابتکار کی کمی ہے، اولاً تو معقولات کے بڑھے ہوئے شغف نے منقولات کی جانب توجہ کا زیادہ موقع نہیں دیا اور جس قدر توجہ کی گئی وہ شروح وحواشی کے دائروں تک محدود رہی۔

ثانیاً یہاں عربی تصنیف و تالیف کا باقاعدہ جب آغاز ہوا تو اس زمانہ میں بلاد اسلامیہ کی عام علمی جدوجہد کا عہد زریں ختم ہو چکا تھا اور بعض علوم عربیہ پختگی وارتقا کی اس حد کو پہنچ چکے تھے جس کے آگے مزید ترقی کے امکانات کم تھے، علوم کی ترقی وتوسیع کے لئے جس قسم کا مجتہدانہ ذوق ونظر درکار تھا وہ تقریباً مفقود ومعدوم تھا الا ماشاء اللہ۔

تفسیر اور قرآنی علوم بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں، اس فن کی تہی مائیگی کا حال مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے نہایت دردانگیز طریقہ پر کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لے کر قرون اخیرہ تک جس قدر مفسر پیدا ہوئے ان کا طریق تفسیر ایک رو بہ تنزل معیار فکر کی ایک مسلسل زنجیر ہے، جس کی ہر پچھلی کڑی پہلی سے پست تر اور ہر سابق لاحق سے بلند تر واقع ہوئی ہے۔(۱)

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ، ''چوتھی صدی ہجری کے بعد علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجتہدانہ دور ختم ہو گیا اور شواذ ونوادر کے علاوہ عام شاہراہ تقلید کی شاہراہ ہو گئی، اس داء عضال نے جسم تفسیر میں بھی پوری طرح سرایت کی، ہر شخص جو تفسیر کے لئے قدم اٹھاتا کسی پیش رو کو اپنے سامنے رکھ لیتا تھا اور پھر آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہتا، اگر تیسری

(۱) ترجمان القرآن ج ۱ ص ۹ مطبوعہ زمزم کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔

Marfat.com

صدی میں کسی مفسر سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو ضروری ہے کہ نویں صدی کی تفسیروں تک وہ برابر نقل در نقل ہوتی چلی آئے، کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ چند لمحوں کے لئے تقلید سے الگ ہوکر تحقیق کرے کہ معاملہ کی اصلیت کیا ہے؟ رفتہ رفتہ تفسیر نویسی کی ہمتیں اس قدر پست ہوگئیں کہ کسی متداول تفسیر پر حاشیہ چڑھا دینے سے آگے نہ بڑھ سکیں بیضاوی اور جلالین کے حاشیے دیکھو ایک بنے ہوئے مکان کی لیپ پوت کرنے میں کس طرح قوت تصنیف رائیگاں گئی ہے۔

زمانے کی بدذوقی نے بھی ہر کج اندیشی کو سہارا دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرون اخیرہ میں درس وتداول کے لئے وہی تفسیریں مقبول ہوئیں جو قدما کے محاسن سے یک قلم خالی تھیں، وقت کا یہ سوء انتخاب ہر علم وفن میں جاری رہا ہے، جو زمانہ جرجانی پر سکاکی کو اور سکاکی پر تفتازانی کو ترجیح دیتا تھا، یقیناً اس کے دربار سے بیضاوی وجلالین ہی کو حسن قبول کی سند مل سکتی تھی۔

متداول تفسیریں اٹھا کر دیکھو جس مقام کی تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہوں گے وہاں اکثر اسی قول کو ترجیح دیں گے جو سب سے زیادہ کمزور اور بے محل ہوگا، جو اقوال نقل کریں گے ان میں بہتر قول موجود ہوگا لیکن اسے نظر انداز کر دیں گے (۱)''۔

اس مضمون میں ہندوستان کی چند ایسی عربی تفسیروں کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے جو بعض حیثیتوں سے ممتاز اور ان میں یک گونہ بدیع الخیالی اور اپج بھی پائی جاتی ہے۔

## تبصیر الرحمان وتیسیر المنان

اس کے مصنف شیخ علاء الدین علی ابن احمد مہائمی شافعی تھے، یہ خاندان نوایت کے قبیلہ پرو سے تعلق رکھتے تھے، ان کے خاندان نوایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آ کر ہندوستان پہنچا تھا، شیخ علی (۷۷۶ھ) میں بمبئی کے قریب ماہم میں پیدا ہوئے ان کے والد شیخ احمد بھی بڑے عالم اور ولی کامل تھے، انہوں نے اور شیخ کی والدہ نے بیٹے کی تعلیم وتربیت نہایت شوق وذوق سے کی۔

---

(۱) ایضاً ص ۱۴-۱۵۔

Marfat.com

شیخ نے مفسر، محدث، فقیہ اور صاحب کشف وکرامات کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی، ان کے حلقۂ درس سے بہت سارے لوگ فیضیاب ہوئے، ماہم کے قاضی بھی رہے، (۸۳۵ھ) میں واصل بحق ہوئے۔

شیخ کے علمی و تصنیفی کارنامے گوناگوں ہیں، تفسیر، فقہ، کلام اور تصوف میں متعدد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، ان تصنیفات میں ان کی تفسیر سب سے مہتم بالشان ہے، اس کا پورا نام ''تبصیر الرحمان وتیسیر المنان بعض مایشیر إلی اعجاز القرآن'' ہے، لیکن یہ تفسیر رحمانی وتفسیر مہائمی کے ناموں سے مشہور ہے، اور مطبع بولاق مصر سے (۱۲۹۵ھ) میں دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے، گو اس میں عام تفسیروں ہی کا تتبع کیا گیا ہے اور یہ جلالین کے طرز کی اس سے مشرح اور جامع شرح ہے تاہم آیات کے باہمی ربط، دلچسپ پیرایہ بیان اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے ہندوستان کی اکثر تفسیروں سے یک گونہ ممتاز ہے، اس کے شروع میں ایک مقدمہ جس میں اللہ اور اس کے کلام کی عظمت وخوبی کا ذکر کیا ہے اور قرآن مجید کے معجزہ ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں، پھر آیات، احادیث اور سلف کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر مکمل علم وواقفیت کے بعد پوری احتیاط سے کرنی چاہئے۔

سورہ فاتحہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کی تفسیر میں کدو کاوش کی ہے پہلے اس کی فضیلت واہمیت بیان کی ہے، پھر سورہ فاتحہ کے مختلف ناموں کو لکھ کر ان سے موسوم کئے جانے کی وجہ بتائی ہے اور بسم اللہ کے اس کا جز ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی ہے اور بڑی دقت نظر سے ہر ہر آیت کا مطلب ومفہوم بیان کیا ہے۔

تفسیر رحمانی کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

## ۱- ربط آیات

اس تفسیر کی سب اہم خوبی ربط آیات ہے، مصنف نے اپنی تفسیر میں نظم قرآن پر خاص طور سے بحث کر کے ایک آیت کا دوسری سے ربط وتعلق واضح کیا ہے اور پوری سورہ کے مضمون کی اس کے مختلف اجزاء سے مطابقت دکھائی ہے۔

Marfat.com

## ۲-سورتوں کا تعارف

مصنف کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ ہر سورہ کا پہلے مختصر تعارف قلم بند کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس کا یہ نام کیوں پڑا، اگر کسی واقعہ یا کسی پیغمبر کی وجہ سے نام پڑا ہے تو اس کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہیں، مثلاً سورۂ آل عمران کے متعلق یوں رقمطراز ہیں کہ:

''اس سورہ میں آل عمران یعنی حضرت عیسیٰ، یحییٰ، مریم اور ان کی ماں کے اصطفا اور برگزیدگی کے بارہ میں جس قدر ذکر ہے اور کسی کے بارے میں نہیں ہے، اسی (۸۰) سے زیادہ آیتوں میں ان کا بیان ہے، آل عمران کی اس برگزیدگی کا تذکرہ آنحضرت ﷺ کی برگزیدگی کو ثابت کرنے کے لئے کیا گیا ہے، اس سورہ کا ایک نام ''الزھراء'' بھی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کی اس سورہ میں پوری وضاحت کی گئی ہے جس کو یہود و نصاریٰ نے گڈمڈ کر دیا تھا۔

## ۳-بسم اللہ کی ہر سورہ میں نئی تشریح

ہر سورہ کے شروع میں اس کے مضمون کی رعایت سے بسم اللہ کی تشریح کی ہے، اس کی مثال کسی اور تفسیر میں نہیں ملتی مثلاً سورۂ الحمد سے پہلے بسم اللہ کی تشریح سورۂ بقرہ کی تشریح سے مختلف کی ہے، اسی طرح بقرہ کی تشریح آل عمران کی تشریح سے جدا ہے۔

## ۴-حروف مقطعات کی توجیہ

عام مفسرین کے خیال میں حروف مقطعات آیات متشابہات میں ہیں اس لئے وہ عموماً ان سے سرسری گذر گئے ہیں، مگر شیخ مہائمی کے نزدیک یہ حروف زبان کا ایک اسلوب ہیں، چنانچہ وہ ان حروف کو مختلف لفظوں کا مخفف مانتے ہیں، قرآن مجید نے ان لفظوں کے بجائے ان کے ایک حرف کو استعمال کیا ہے، مثلاً سورہ روم میں الٓمٓ کے متعلق یہ لکھتے ہیں:

''میں اللہ ہوں جس کا علم محیط ہے یا میرا لطف و کرم سب کو محیط ہے یا اللہ کا لطف آزمائشوں سے متصل ہوتا ہے یا لطف میں اعتبار انجام کا ہوتا ہے''۔

## ۵-معنی و مفہوم کی اہمیت کا لحاظ

اس تفسیر میں زبان و بیان سے زیادہ قرآن کے مطلب و مفہوم کا خیال رکھا گیا ہے،

Marfat.com

اس بنا پر اس میں نحو وصرف کے پیچیدہ مسائل اور لغوی تحقیق وتدقیق سے زیادہ سروکار نہیں رکھا گیا ہے، بلکہ مختصر جملوں اور واضح اشارات سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں، احادیث و آثار کے حوالے بھی بعض جگہ دئے ہیں اور بعض جگہ عقلی اور فلسفیانہ توجیہات، صوفیانہ نکات اور عارفانہ حقائق بھی بیان کئے ہیں۔

مصنف کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ انہوں نے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا ہے وہ اہم حقائق اور دقیق مطالب بھی بہت اختصار سے قلمبند کرتے ہیں۔

علامہ مہائمی کو فلسفہ وحکمت سے خاص مناسبت تھی، ان کی کوئی تصنیف بھی فلسفیانہ اور حکیمانہ مباحث سے خالی نہیں ہے، تفسیر میں بھی حکماء اور فلاسفہ کے خیالات نقل کئے ہیں۔ان کی عقلی اور فلسفیانہ توجیہات کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر پر اعتراض کیا ہے اور اس کے مطالعہ سے نقصان کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔

## سواطع الالہام

ابوالفیض فیضی کی تصنیف ہے، اس کے والد شیخ مبارک ناگوری علوم میں کمال رکھتے تھے اور چار جلدوں میں تفسیر کبیر کے انداز پر ایک تفسیر لکھی تھی جس کا نام ''منبع عیون المعانی ومطلع شموس المثانی'' تھا۔ فیضی نے از ابتدا تا انتہا انہیں سے تعلیم حاصل کی تھی، وہ (۹۵۴ھ) میں آگرہ میں پیدا ہوا اور (۱۰۰۴ھ) میں وفات پائی۔

اس نے اپنے علم وفضل کی وجہ سے اکبر کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل کرلیا تھا، پہلے چہارصدی منصب پر فائز ہوا پھر ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، عربی فارسی اور سنسکرت کا جید عالم تھا، مختلف زبانوں میں ایک سو سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑیں، وفات کے وقت اس کے کتب خانہ میں ۴۳۰۰ کتابیں موجود تھیں۔

فیضی کے علم وفضل، لیاقت وقابلیت، دقت نظر، جودت طبع اور ذہانت وطباعی کے تمام لوگ معترف ہیں، اس کے عقائد کی وجہ سے ملا عبدالقادر بدایونی اس کے بڑے مخالف اور نکتہ چیں ہیں مگر ان کو بھی اس کی علمی قابلیت کے سامنے سرنگوں ہوجانا پڑا ہے۔

فیضی کی شہرت عام شاعری کی مرہون منت ہے، جس میں وہ یکتائے روزگار تھا

Marfat.com

مولانا شبلی فرماتے ہیں کہ: ''فارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص پیدا کیے جن کو اہل زبان کو بھی چار و نا چار ماننا پڑا، خسرو اور فیضی.....
مگر افسوس یہ ہے کہ شاعری کی شہرت نے فیضی کے اور تمام کمالات پر پردہ ڈال دیا''۔

سواطع الالہام فیضی کا بے مثال اور عظیم الشان کارنامہ ہے جو صنعت مہملہ میں غیر منقوط لکھی ہے، اسے لکھنے کا جب ارادہ کیا تو مشق کے طور پر پہلے موارد الکلم صنعت اہمال میں لکھی اس میں مذہبی مسئلے اور اخلاقی مقولے صنعت مہملہ میں درج ہیں اور یہ کلکتہ سے طبع ہو چکی ہے۔

فیضی نے دو ڈھائی برس کی مدت میں یہ کتاب لکھی تھی اور (۱۰۰۲ھ) میں اس کی تصنیف سے فارغ ہوا تھا، اس تفسیر پر اس کو بڑا ناز تھا، اس نے دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اکثر فخر سے اس کا تذکرہ کیا ہے، دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب ابتدا کی تو والد کو دکھایا، وہ بہت خوش ہوئے اور بعض فقرے بدل دئے۔

سواطع الالہام سات سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جو دو حصوں میں ہے، پہلے حصہ میں اپنا، اپنے والد اور بھائیوں کا حال قلمبند کیا ہے اور دوسرے میں قرآنی علوم پر بحث و گفتگو ہے، ہر حصہ میں متعدد ابواب ہیں جن کا نام مصنف نے ساطع رکھا ہے، ایک سطر سے ۳۰، ۴۰ سطروں تک کے ساطع ہیں۔ سب سے طویل ساطع میں اپنے والد کا تذکرہ کیا ہے، مصنف نے اپنے والد بھائیوں اور دوسرے ان تمام ناموں کا ذکر جن میں نقطے ہیں معمہ اور لغز کی صنعت میں کیا ہے، مقدمہ کے آخر میں ایک نظم اسی صنعت کی پابندی کے ساتھ ہے، اس میں اس تصنیف کی تعریف کی ہے۔

تفسیر میں سورتوں کے مختلف ناموں، ان کی وجہ تسمیہ، شان نزول، مکی یا مدنی ہونے کی صراحت کی ہے اور ان کا تعارف کرایا ہے، تحریر اور عبارتیں مختصر، مفہوم سہل انداز میں پیش کیا ہے مگر صنعت گری کی وجہ سے تعقید و اغلاق پیدا ہو گیا ہے،

فیضی اور ابوالفضل الحاد سے متہم کئے جاتے ہیں، لیکن ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں:

''اس تفسیر میں اول سے آخر تک کوئی بات الحاد کی نہیں ملتی، اہل سنت والجماعت کے

Marfat.com

صحیح عقائد کے مطابق یہ تفسیر لکھی گئی ہے'' (روداد ادارۂ معارف اسلامیہ اجلاس دوم ص ۴۰۵)

مولانا شبلی فیضی پر عائد کئے گئے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فیضی نے تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی ہے، لیکن ایک ذرہ مسلمات عام کے شاہراہ سے نہیں ہٹا، حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا، ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھا لیکن وہ ان تمام عقائد کا معترف نظر آتا ہے جن کو معتقدات عوام کہتے ہیں..... سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی ہم جو کچھ سنتے ہیں زبانی سنتے ہیں، تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجدی نظر آتا ہے'' (شعر العجم جلد سوم ص ۵۱)

ملا عبدالقادر بدایونی کی مخالفت کے تو اور اسباب ہیں جن پر بحث کی گنجائش نہیں البتہ صفت اہمال کی وجہ سے عام طور پر اسے فضول، لغو اور مہمل کام قرار دیا گیا ہے، علامہ شبلی فرماتے ہیں:

''سخت تعجب ہے کہ فیضی جیسے حکیم اور فلسفہ پسند شخص نے کیونکر یہ بیہودہ مغز کاوی گوارا کی، تفسیر کو پڑھ کر بجز اس کے کہ جا بجا مہمل الفاظ جمع کر دیئے ہیں اور کچھ اثر طبیعت پر نہیں ہوتا'' (شعر العجم حصہ سوم ص ۵۹)

خالص تفسیری نقطہ نظر سے سواطع الالہام چاہے اہم نہ ہو لیکن اس کی ادبی حیثیت اور فیضی کی غیر معمولی ذہانت سے انکار مشکل ہے، یہ عربی زبان پر اس کی غیر معمولی قدرت کا بین ثبوت ہے، اس کے زمانے کے متعدد اہل علم نے اس پر تقریظیں بھی لکھی ہیں اور اس کی تاریخیں بھی کہی ہیں جن میں فیضی کے غیر معمولی کمال اور عربی دانی کا مکمل اعتراف کیا گیا ہے۔

## تفسیر مظہری

یہ پانی پت کے شہرہ آفاق قاضی ثناء اللہ کی تصنیف انیق ہے وہ کبیر الاولیاء شیخ جلال الدین کی اولاد میں تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، قاضی صاحب کا خاندان علمی حیثیت سے بہت ممتاز تھا، قاضی صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، پہلے اپنے وطن پانی پت کے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ

Marfat.com

تہہ کیا پھر دہلی آ کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے فقہ وحدیث کا درس لیا، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ عابد سنامی سے بیعت ہوئے، ان کے بعد حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے متوسل ہوئے، قاضی صاحب کی صفائی ذہن، جودت طبع، قوت فکر اور سلامت طبع وصف وستایش سے بالاتر ہے، فقہ میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل تھا، ان کا خود بیان ہے کہ اللہ نے مجھے فقہ، حدیث اور تفسیر میں رائے صائب عطا فرمائی ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہا کرتے تھے اور ان کے پیرومرشد مرزا صاحب نے علم الہدی کا لقب دیا تھا۔

ان کے شیخ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صلاح وتقوی کے لحاظ سے روح مجسم ہیں اور مروج شریعت ومنور طریقت ہیں یکم رجب ۱۲۲۵ھ (۱۲/ اگست ۱۸۱۰ء) کو وفات پائی۔

قاضی کی تصنیفات کی تعداد تیس سے اوپر ہے ان میں تفسیر مظہری اور (مالا بدمنہ) بہت اہم اور مشہور ہیں (میرزا مظہر جانجاناں اور ان کا کلام ۸۷ تا ۸۹)

تفسیر مظہری دس جلدوں پر مشتمل ہے اس کا نام قاضی صاحب نے اپنے پیرومرشد سے محبت وتعلق کی بنا پر ان کے نام پر رکھا ہے یہ تفسیر معانی بے بہا اور نکات عالیہ سے پر ہونے کی بنا پر ہندوستان کی عربی تفسیروں میں بہترین اور اہم خیال کی جاتی ہے اس میں فقہ، تصوف، قرأت، اعراب اور نحو کے مسائل سے زیادہ تعرض کیا گیا ہے، قرآنی قصص کے سلسلہ میں ان اسرائیلی روایات کی تردید بھی کی ہے جو کتب تفسیر میں بار بار ذکر کی گئی ہیں، احکام ومسائل کی تشریح ووضاحت اس تفسیر کی نمایاں خصوصیت ہے، فقہی واحکامی آیتوں کی تفسیر میں مسئلہ کا عنوان قائم کر کے فقہاء کے اقوال ودلائل پیش کرتے ہیں اور اپنا نقطۂ نظر بھی تحریر کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص مسلک کی پابندی نہیں کرتے بلکہ جو کچھ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے اسے ترجیح دیتے ہیں۔

## فتح البیان فی مقاصد القرآن

یہ نواب صدیق حسن خاں صاحب امیر بھوپال کی عربی تفسیر ہے، ان کا وطن قنوج تھا مگر ولادت ننہیال بانس بریلی میں (۱۲۴۸ھ) میں ہوئی، ۵ برس کی عمر میں باپ کے سایہ

Marfat.com

عاطفت سے محروم ہو گئے، ۲۱ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہوئے، حصول معاش کے لئے بھوپال کا رخت سفر باندھا، مگو کچھ عرصہ بعد حالات ایسے نا مساعد ہوئے کہ وطن واپس آ گئے (۱۸۵۷ء) کے ہنگامہ میں بلگرام پہونچے، یہ زمانہ بڑی عسرت اور تکلیف سے گذرا، اسی اثنا میں نواب سکندر بیگم کی طلب پر دوبارہ بھوپال تشریف لے گئے مگر پہونچنے میں تاخیر ہوئی جس کی وجہ سے ملازمت نہیں ملی اور وطن کے قصد سے واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ٹونک میں قیام کیا مگر یہاں دل نہ لگا ۴ ماہ کی چھٹی لی، اس عرصہ میں پھر بھوپال سے بلاوا آیا اور ۷۵ روپئے ماہ وار پر تقرر ہوا، اور مدار المہام مولانا محمد جمال الدین کی دختر ذکیہ بیگم سے نکاح ہوا، ان کے عہدہ میں بھی ترقی ہوتی رہی چنانچہ نواب صاحب نے پورے خاندان کو بھوپال بلایا اور یہاں مستقل سکونت پذیر ہو گئے، نواب سکندر جہاں بیگم کی وفات کے بعد ان کی صاحبزادی نواب شاہجہاں بیگم سریر آرائے سلطنت ہوئیں، انہوں نے نواب صاحب کی لیاقت و دیانت کی بنا پر انہیں امور سلطنت میں شریک بنالیا وہ بیوہ تھیں اس لئے نواب صاحب سے نکاح بھی کر لیا، علم و امارت کے اس اجتماع سے نواب صاحب کو علمی خدمت کا نہایت زریں موقع نصیب ہوا اور انہوں نے بہت سی نادر و نایاب کتابیں زر کثیر صرف کر کے عرب ملکوں سے چھپوایا مگر آخر میں پھر ناخوش گوار واقعات پیش آئے اور بالآخر استسقاء کے مرض میں ۱۳۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

نواب صاحب نے مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں لگ بھگ سوا دو سو کتابیں لکھیں جن میں یہ تفسیر بھی ہے جو دس جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی تھی، اس کے حاشیے پر ابن کثیر کی تفسیر بھی ہے۔

اس تفسیر میں آں حضرت ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ سلف کی تفسیر و تشریح کو مناسب انداز میں بڑی خوبی اور سلیقہ سے پیش کیا گیا ہے، عبارت اور پیرایہ بیان سہل ہے، نہ بیجا طوالت ہے اور نہ غیر ضروری اختصار۔

نواب صاحب نے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ تفسیر کی کتابوں کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم کے اندر مجرد روایات کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، دوسری قسم کی تفسیروں میں محض

Marfat.com

درایت پر اقتصار ہے اور تیسری قسم کی تفسیریں روایت و درایت دونوں کی جامع ہیں، اس آخری نوعیت کی سب سے عمدہ تفسیر امام شوکانی کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اکثر خیال ہوتا تھا کہ ایسی تفسیر لکھوں جو روایت و درایت کو حاوی اور تفسیر بالرائے سے پاک ہو۔

علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور بھی ان کے پیش نظر رہی ہے اور اصلا ان کی تفسیر کو ماثوری ہی کہا جا سکتا ہے، ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ آثار اور اقوال سلف سے تجاوز نہ کریں کیونکہ احتیاط و سلامتی اور تفسیر بالرای سے بچنے کی مناسب راہ یہی ہے، ان کا خیال ہے کہ سلف نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اضافہ کی گنجائش نہیں، تاہم اس تفسیر میں ضعیف روایتوں کی نشاندہی، اسباب نزول، وجوہ اعراب، اختلاف قرأت، لغوی تحقیق اور فقہی مسائل وغیرہ سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔

نواب صاحب کی یہ خصوصیت بھی لائق ذکر ہے کہ وہ متضاد حدیثوں اور مختلف اقوال میں جمع و ترجیح سے کام لیتے ہیں اور اسرائیلیات کی تردید کرتے ہیں، مقدمہ میں علم تفسیر کی عظمت و اہمیت اور ابتدا سے اپنے زمانہ تک کے اہم مفسرین اور ان کی تفسیروں کا ذکر ہے آخر میں اپنی تفسیر کی غرض و نوعیت بھی بتائی ہے۔

## تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن

یہ جماعت اہلحدیث کے سرخیل اور مشہور مناظر اسلام ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تفسیر ہے، مولانا ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور مدرسہ فیض عام کانپور سے (۱۳۱۴ھ) میں فراغت حاصل کی، قومی سیاسیات کی مجلسوں میں بھی کبھی کبھی شریک ہوتے تھے۔ تحریک ندوۃ العلماء کے رکن رکین تھے (۱۹۱۲ء) میں ندوہ کی تحریک اصلاح کے سلسلہ میں جب حکیم اجمل خاں مرحوم کی دعوت پر دہلی میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا تو علامہ شبلی مرحوم کی تحریک پر مولانا ہی صدر مجلس قرار پائے، اسی زمانہ میں مولانا شبلی کی دعوت پر وہ انجمن اصلاح المسلمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر بھی تشریف لائے۔

مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے وہ نہایت ذہین، حاضر جواب اور فن

Marfat.com

مناظرہ کے امام تھے، آریہ سماجیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے ہر وقت تیار اور کمر بستہ رہتے تھے، اس سلسلہ میں ملک کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا تھا، بیسویں صدی کے شروع میں آریہ سماجیوں کا فتنہ بہت بڑھا ہوا تھا، اگر مولانا ان کے سامنے نہ آتے تو مسلمانوں کی مغلوبانہ مرعوبیت خدا جانے کہاں تک پہنچ جاتی۔ انہوں نے بے شمار مناظروں میں حصہ لیا اور ہر جگہ کامیاب رہے، اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا، اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے زندگی بسر کر دی، ان کے ہفتہ وار اخبار ''اہل حدیث'' نے دین کی حمایت و مدافعت میں بے مثال خدمت کی ہے۔

تقسیم کے بعد مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے سر سے جوئے خون گذر گئی، مولانا بھی سخت آلام سے دو چار ہوئے، ان کا کتب خانہ لٹ گیا ان کے صاحبزادے عطاء اللہ صاحب بحالت نماز شہید کر دیئے گئے؛ مولانا خاندان کے ساتھ بہ ہزار دقت و خرابی گوجرانوالہ پہنچے اور ۱۶ر مارچ ۱۹۴۸ء کو بعارضہ فالج وفات ہوئی۔

مولانا نے مخالفین اسلام کے رد میں درجنوں رسالے اور کتابیں لکھیں، اہم تصنیف اردو اور عربی میں قرآن پاک کی تفسیریں ہیں، عربی تفسیر ان کا زیادہ ممتاز کارنامہ ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہے اسی لئے ہندوستان میں تفسیر قرآن پر ہونے والے عربی کاموں میں اس کو خاص اہمیت و عزت حاصل ہے، مولانا ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں یہ تفسیر القرآن یفسر بعضه بعضا کا بہترین مرقع ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن نے اپنے سمجھنے والوں کے لئے اپنے ہی جیب و دامن میں کیا کچھ بھر رکھا ہے، اس سے مولانا کے مطالعہ قرآن اور دقت نظر کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اصحاب علم اور ارباب نظر نے مولانا کے کام کو پسند کیا اور ان کی سعی کی داد مصر کے رسائل نے بھی دی، ذیل میں ہم مولانا سید سلیمان ندوی کا تبصرہ نقل کرتے ہیں اس سے ان کی تفسیر کی بعض نمایاں خوبیوں پر روشنی پڑتی ہے، لکھتے ہیں:

''مولانا کے ہمیشہ یادگار کاموں میں سب سے بڑا کام یہ ان کی عربی تفسیر ہے، یہ

Marfat.com

غالبا اسلام میں پہلی تفسیر ہے جو اس اصول پر لکھی گئی ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے حالانکہ یہ اصول کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا نظری حیثیت سے علماء میں مدتوں سے مسلم ہے مگر عملی حیثیت سے اس کو کر کے کسی نے دیکھایا نہ تھا، یا کسی نے دکھایا بھی ہو تو اس وقت موجود نہیں، اس بنا پر اس تفسیر کی یہ خصوصیت بہت کچھ تعریف وتوصیف کی مستحق ہے، مصنف ہر آیت کی تفسیر میں دوسری آیتوں کا حوالہ دیتے جاتے ہیں جن سے پہلی آیتوں کی پوری تشریح ہو جاتی ہے۔

اس تفسیر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جلالین کے اصول پر مختصر لکھی ہے، پوری تفسیر ۴۰۰ صفحوں کی ایک جلد میں ختم ہو گئی ہے اس لئے وہ طلبہ کے لئے اور عربی مدرسوں کے نصاب تعلیم کے لئے کار آمد ہو سکتی ہے، اور کہا جا سکتا ہے کہ عربی مدرسوں میں اگر جلالین کی جگہ اس تفسیر کو رواج دیا جائے تو آج کل کی ضرورتوں کے لحاظ سے بہت بہتر ہے، ضرورت ہے کہ اہل علم اس کو اپنے مطالعہ میں رکھیں اور اگر خدائے تعالی ان میں سے کسی کو توفیق دے تو اس اصول کو اور ترقی دے اور اس طرز پر قرآن کی اس سے بہتر خدمت کرے'' (معارف اکتوبر ۱۹۲۹ء)۔

صاحب تفسیر ماجدی مولانا عبدالماجد رقم طراز ہیں:

''مولانا کی اردو تفسیر بھی مختصر تفسیروں میں اچھی ہے لیکن عربی تفسیر کا نمبر اس سے بڑھا ہوا ہے، قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے کی ہے، ہم معنی آیتیں خوب یکجا مل جاتی ہیں'' (معاصرین ص ۱۲۴)۔

یہ تفسیر عرصہ ہوا شائع ہوئی تھی اسی اہتمام سے دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

## حاشیہ بیضاوی

یہ ملا عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی کا حاشیہ ہے، انہوں نے اپنے وطن سیالکوٹ میں ملا کمال الدین کشمیری سے درس لیا تھا جو حضرت مجدد الف ثانی کے بھی استاد تھے، عہد جہانگیری میں اپنے شہر ہی میں مسند درس پر رونق افروز ہوئے، شاہجہاں کے دور میں کئی بار اس کے دربار میں تشریف لے گئے، اس نے انہیں دو بار چاندی سے تولا، اس طرح ہر دفعہ

Marfat.com

چھ ہزار روپئے ملے، شاہجہاں نے متعدد گاؤں بھی انہیں بطور جاگیر دیا تھا اور رئیس العلماء کا خطاب بھی دیا تھا، اس طرح عیش وفراغت سے تصنیف وتدریس کا کام انجام دیتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ساٹھ برس تک ان کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا، سیالکوٹ میں ربیع الاول (۱۰۶۷ھ) میں وفات پائی۔ درجنوں شروح وحواشی اور تصنیفات یادگار چھوڑیں، جن کو عرب وعجم میں حسن قبول نصیب ہوا۔ ڈاکٹر زبید احمد لکھتے ہیں: ''علامہ سیالکوٹی عہد شاہجہاں کے ملک العلماء تھے، اور کئی تصانیف کے مالک، آپ کے حواشی کی شہرت آپ کی حین حیات ہی میں ہند سے نکل کر قسطنطنیہ تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ حاجی خلیفہ نے جو آپ کا ہم عصر تھا، آپ کے بعض حواشی کا ذکر اپنی مشہور فہرست الکتب کشف الظنون میں کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بیضاوی کے ہندوستانی حاشیوں میں ملا صاحب کا بڑا اہم رول ہے، اس حاشیہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) متن بیضاوی کے الفاظ مغلقہ کی لغوی، صرفی، ونحوی تشریح وتوضیح (۲) مبہم عبارت کی توضیح (۳) بیضاوی کی بیان کردہ احادیث کی تنقید (۴) بیضاوی شافعی تھے اور سیالکوٹی حنفی تھے اس لئے یہ حنفی مسائل کی تائید میں دلائل پیش کرتے ہیں۔

ملا صاحب نے بیضاوی کے مختصر اور چھوٹے جملوں اور مبہم عبارتوں کی توضیح وتفصیل آسان زبان میں کی ہے اور مشکل مقامات کو بھی حل کر دیا ہے، زبان وبیان اور لغت کی باریکیوں کا ذکر کیا ہے، مشکل الفاظ اور طرز ادا کی تشریح کی ہے، بیضاوی نے تفسیر میں جو حدیثیں نقل کی ہیں محشی نے ان کے علاوہ بھی حدیثیں لکھی ہیں، جن حدیثوں کی سند درج نہیں ہے ان کی سند تحریر کی ہیں، اگر بیضاوی نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تو سیالکوٹی نے حاشیہ میں وہ نام بھی دے دیا ہے اور روایتوں کے صحت وضعف کو بھی واضح کیا ہے، اس طرح یہ حاشیہ پر از معلومات اور ملا صاحب کی قرآن فہمی کا نمونہ ہے، یہ مصر اور ہندوستان سے طبع ہو چکا ہے مگر ہندوستانی اڈیشن میں صرف پارہ سیقول کے آخری حصہ تک کا حاشیہ چھپا ہے۔

Marfat.com

## التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ

یہ عہد عالمگیری کے نامور فاضل اور علوم دینیہ کے مشہور عالم و محقق شیخ احمد بن ابی سعید صالح امیٹھوی معروف بہ ملا جیون کی تصنیف لطیف ہے، ملا صاحب نسبا صدیقی تھے، ۲۵ رشعبان ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۶ء) بروز شنبہ کو امیٹھی میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اطراف واکناف کے علماء سے درس لیا، ۱۳ برس کی عمر میں والد نے وفات پائی، ۲۲ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں مہارت حاصل کر کے امیٹھی میں مسند درس کو رونق بخشی، حافظہ نہایت قوی اور بے مثال تھا، طویل عبارتیں اور ورق کے ورق ازبر تھے جن کو زبانی پڑھ دیتے تھے۔

دہلی میں پندرہ برس تک تدریس کی خدمت انجام دی۔ پچپن برس کی عمر میں حرمین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ برس تک وہیں مقیم رہے، واپسی میں دکن میں قیام کیا اور عالم گیر کے دربار میں رسائی ہوئی، وہ ملا صاحب کا شاگرد تھا اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس کی فوج میں چھ برس تک کسی منصب پر فائز رہنے کے بعد پھر بیت اللہ کا قصد کیا اور تین سال بعد دکن واپس ہوئے، اس کے بعد دلی اور لاہور کا سفر کیا۔ ملا جیون مدۃ العمر تدریس وتصنیف کے شغل میں منہمک رہے یہاں تک کہ ۱۱۳۰ھ میں دلی میں انتقال ہو گیا لاش وطن لائی گئی اور اسی کی خاک کا پیوند ہوئے، تصنیفات میں تفسیر احمدی اور نور الانوار بہت مشہور ہیں۔

تفسیر کا آغاز امیٹھی میں حسامی پڑھنے کے زمانہ میں ۱۶ برس کی عمر میں (۱۰۶۴ھ) میں کیا تھا شرح مطالع پڑھنے کے زمانہ میں ۲۱ برس کی عمر میں (۱۰۶۹ھ) میں اس کو مکمل کرلیا اور جب امیٹھی میں درس دینا شروع کیا تو (۱۰۷۵ھ) میں اس پر نظر ثانی کی، اس وقت ملا صاحب کی عمر ۲۷ برس تھی۔

یہ مکمل قرآن کی تفسیر نہیں ہے بلکہ صرف ان آیات کی ہے جن سے احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں، اسکے باوجود اس کو بڑی شہرت ومقبولیت نصیب ہوئی، شروع میں تفسیر کی نوعیت واہمیت اور اس کے مآخذ تحریر کرنے کے بعد ان تمام سورتوں کی فہرست دی ہے

Marfat.com

جن سے احکام نکلتے ہیں اور جن سے نہیں نکلتے ان کی بھی فہرست دی ہے، آیتوں کی تفسیر سے پہلے یہ بتاتے ہیں کہ اس سے کون سا مسئلہ نکلتا ہے، شان نزول اور الفاظ ولغات کے استعمال لفظی ترکیبیں اور اعراب پر بحث وگفتگو بھی کرتے ہیں۔

تفسیر کی ابتدا سورہ بقرہ کی آیت ﴿هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا﴾ سے کی ہے اور اس سے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس کا خاتمہ سورہ کوثر پر کیا ہے جس سے حوض کوثر کا وجود استنباط کیا ہے، یہ تفسیر مطبوع ہے۔

## تفسیر نظام القرآن وتاویل الفرقان

یہ مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر ہے، ان کا اوڑھنا بچھونا قرآن مجید ہی تھا اور وہ مدت العمر اس میں غور وفکر فرماتے رہے، اس لئے ان کی اکثر تصنیفات کا موضوع یہی ہے جن میں قرآنی علوم ومعارف پر بحث کی گئی ہے اور قرآن کے اسرار وحقائق کی گرہ کشائی کی گئی ہے، وہ ''نظام القرآن وتاویل الفرقان'' کے نام سے ایک مہتم بالشان تفسیر لکھ رہے تھے جس کے نوٹس اور اشارات مکمل ہو چکے تھے مگر پورے قرآن مجید کی تفسیر مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف چند ہی سورتوں کی تفسیر لکھ سکے تھے کہ داعی اجل کا پیام آ گیا۔

مولانا کی کتاب اصول التاویل اور تفسیر کا دیباچہ شائع ہو چکا ہے، ان دونوں میں ان کے اصول تفسیر اور نظریہ تاویل کی مکمل وضاحت موجود ہے وہ نظم قرآن اور قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے کرنے پر اصل زور دیتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن مجید ایک منظم ومربوط کتاب ہے جس کا مفہوم سیاق وسباق، نظائر قرآن اور کلام عرب سے متعین کرنا چاہئے۔

مولانا پہلے سورہ کا عمود متعین کر کے بتاتے ہیں کہ پوری سورہ اسی مرکزی مضمون کو نمایاں کرتی ہے، ماقبل ومابعد کی سورتوں سے زیر تفسیر سورہ کا تعلق بیان کرتے ہیں، مشکل لفظوں کی تحقیق کرتے ہیں، لغوی تحقیق اور زبان کے اسالیب واستعمالات کی وضاحت کیلئے عرب کے جاہلی شعرا وخطبا کے کلام سے مدد لیتے ہیں، احادیث وآثار اور تورات سے اپنے خیال کی تصدیق کرتے ہیں، طویل سورتوں کے مختلف اجزا کی علیحدہ علیحدہ تشریح کرتے ہیں

Marfat.com

اوران کے باہمی ربط ونظم کو بھی نہایت خوبی سے واضح کرتے ہیں، ہر آیت کا باہمد گر تعلق بھی پوری شان دلربائی سے بیان کرتے ہیں پوری سورہ میں جو اہم حقائق ونکات بیان کئے گئے ہیں ان کو شرح وبسط کے ساتھ پیش کرتے ہیں، سورہ کے دلائل اور طرز استدلال کی خوبی و دلنشینی کو نمایاں کرتے ہیں، کسی آیت کے غلط مفہوم یا سورہ کی غلط تاویل کی مدلل طور پر تردید کرتے ہیں اور اپنی اختیار کردہ اور مرجح تاویل کے محاسن بتاتے ہیں، سورتوں کے زمانہ نزول کی تعیین اور ان کے اسباب نزول وغیرہ پر بھی اپنے مخصوص انداز میں عالمانہ وفاضلانہ بحث کرتے ہیں۔

ہم مولانا کی تفسیری خصوصیات کو نمایاں کرنے کے لئے ان کی ایک تفسیر سورہ والشّمس کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں اس سے اہل نظر کو معلوم ہوگا کہ ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

مولانا فراہیؒ کے نزدیک اس سورہ میں قریش اور ان کے بد بخت سردار کو ان کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے، اس لئے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی جو سراسر توحید اور کمزوروں کی ہمدردی اور جزا وسزا کی تعلیمات پر مشتمل تھی تکذیب کی تھی۔ ان کے نزدیک یہ سورہ ایک مثال ہے جو قریش کو متنبہ کرنے کے لئے ان کے سامنے رکھی گئی ہے، اور جو کچھ وہ اپنے رسول کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے انجام کو ان کے سامنے پہلے سے رکھدیا گیا ہے تاکہ وہ آگاہ ہو جائیں۔

ماقبل ومابعد سے اس سورہ کا ربط یہ بتایا ہے کہ سابق سورہ میں اصحاب المیمنہ واصحاب المشئمہ کا ذکر تھا، موخر الذکر سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی اور اس کی امانت اور بیت اللہ کے فرائض میں بدعنوانیاں کر کے بدبختی میں پڑے، اس سورہ میں اس شقاوت کے انجام کی تفصیل کی ہے اور قوم ثمود کے اس بد بخت ترین لیڈر کو بطور مثال پیش کیا ہے جس نے اپنی سرکشی سے پوری قوم کو تباہی کے گڈھے میں

Marfat.com

گرادیا تھا۔ قریش نے بھی ثمود اور اس کے بدبخت انسان کی روش اختیار کر رکھی ہے، بیت اللہ کے مقاصد ایمان، صبر، مرحمہ، اور حق وصبر کی دعوت کو برباد کرنے اور رسول کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو ان کے بربادی کا موجب ہوگا۔

اس تنبیہ وانذار کے بعد سلسلہ سخن خلق خدا کے ساتھ محبت و ہمدردی کے مضمون کی طرف متوجہ ہوگیا تھا اور اختصار کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے نیکوکاروں اور مال کو سمیٹ کر رکھنے والے بخیلوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ انہیں کے انجام کار کی تفصیل سورہ واللیل میں آئی ہے، گویا یہ پوری سورہ و قد خاب من دسھا کے اجمال کی تشریح ہے اور قد افلح من زکھا میں جس فلاح کی طرف اشارہ ہے اس کا ذکر مجمل چھوڑ کر سورہ لیل میں اس کی توضیح کی ہے۔

سابق ولاحق سے تعلق سے قطع نظر یہ سورہ اپنے اندر ایک مستقل تعلیم حکمت رکھتی ہے یعنی اس میں سرکشی اور تکذیب کے نتائج پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کو سابق ولاحق سے ملا کر دیکھا جائے تو اس بیماری (سرکشی، تکذیب اور بدبختی) کی جڑ کا سراغ لگ جائیگا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس تمام مقاصد کی بنیاد اور برائیوں کا سرچشمہ قساوت قلب ہے۔

سورہ کے نظم اور اس کے اجزاء کا باہمی تعلق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی پندرہ آیتوں مین خدا کے قانون جزا وسزا کی شہادت کا ذکر ہے، ابتدائی دس آیتوں میں عام دلائل فطرت بیان کئے گئے ہیں اور بقیہ پانچ آیتوں میں مسلم تاریخی شہادتیں مذکور ہیں، اور قرآن مجید سے اس اسلوب اور طریقہ بیان کی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ وہ تاریخی دلائل کے پہلو بہ پہلو فطری دلائل بیان کرتا ہے جس کا انداز کبھی قسم کا ہوتا ہے جیسے یہاں اور سورہ فجر میں ہے، اور کبھی غیر قسم کا جس کی مثال ﴿أولم یھدھم کم أھلکنا من قبلھم من القرون الخ — سجدہ: ۲۶ — ۲۸﴾ اور ﴿اقتربت الساعة وانشق القمر و ان یروا آیة الخ — قمر: ۱ — ۵﴾ سے پیش کی ہے، پھر وہ آفتاب و ماہتاب، رات اور دن اور زمین و آسمان کی شہادت کا عمومی پہلو واضح کر کے بتاتے ہیں کہ ان چیزوں کی

Marfat.com

گواہی کس بات پر پیش کی گئی ہے یہ بڑی دقیق بحث ہے، لکھتے ہیں کائنات کی ہر چیز میں اللہ کی کسی صفت کا جلوہ ہوتا ہے جو اس کی صفات حسنہ کی گواہی دے رہی ہے۔ اللہ کبھی کبھی دقیق اور چھوٹی نشانیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ اس کی نشانیاں بے شمار ہیں اور ان کو کوئی گن نہیں سکتا، لیکن اس کا عام دستور یہ ہے کہ وہ صرف اپنی بڑی نعمتوں کو یاد دلاتا ہے، جن کا وہی انکار کر سکتا ہے جو بالکل بہرا ہو، نیز وہ اپنی قدرت وحکمت کی بالکل کھلی ہوئی نشانیوں کا حوالہ دیتا ہے جن کو ہر احساس رکھنے والا انسان بغیر کسی کاوش کے دیکھ لے، مثلاً سورج، چاند، رات، دن، آسمان وغیرہ اس کے ثبوت میں سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی اور سورہ بقرہ کی ﴿والهكم اله واحد الخ﴾ آیات نقل کی ہیں۔

اس تمہید سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب وماہتاب کی گردش روز وشب کی آمد وشد زمین وآسمان کی خلقت اور ان کے عجائب کے اندر توحید، رحمت الٰہی، عدل، قانون جزا وسزا اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی بے شمار نشانیاں ہیں، اس عمومی شہادت کی توضیح کے لئے وہ ان آیات سے معاد کے ظاہری وباطنی دلائل پیش کرتے ہیں کہ اس سورہ میں مقابلہ کا اسلوب ہے، یعنی جن چیزوں کو شہادت میں پیش کیا ہے ان کے مقابل اور جوڑے کا ذکر کیا ہے یعنی سورج کے ساتھ چاند، دن کے ساتھ رات اور آسمان کے ساتھ زمین کا ذکر ہے اور قرآن سے ثابت کیا ہے کہ اشیاء کے جوڑے جوڑے ہونے میں ہمارے لئے بہت سی دلیلیں ہیں۔ یہ سیاق کلام ہم کو اس تقابل کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اس نظام کائنات کے ہر گوشہ میں موجود ہے اور تمام سعی وعمل کے ہنگامہ کا اصل محرک ہے، اور جو خود ہمارے نفس کی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کیونکہ نفس انسانی کا تمام شرف وکمال اس ریاضت پر مبنی ہے جو اس کو دو بالکل متضاد میلانات کی کشاکش کے اندر کرنی پڑتی ہے۔

کائنات کی ہر چیز ایک پہلو سے بالکل کامل اور مستقل نظر آئے گی دوسرے پہلو سے ناقص اور محتاج، اس میں حسن وحکمت کا اصلی جمال اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑے سے مل کر اپنے نقص اور احتیاج کے خلا کو پر کر لیتی ہے۔

یہ دنیا متضاد عوامل اور مختلف مد مقابل قوتوں کی ایک رزمگاہ ہے یہاں زندگی اور

Marfat.com

موت، تخریب اور تعمیر کی ایک باہمی آویزش ہر گوشہ میں پائی جاتی ہے، جن کی نگاہیں تہہ تک پہنچنے کی عادی نہیں ہیں وہ اس حالت سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا مختلف الاغراض اور جنگ جو دیوتاؤں کا ایک اکھاڑا ہے، مجوس اسی ثنویت کے چکر میں پھنس گئے اور بت پرست قوموں کے عقائد ونظریات کی گمراہی ثنویت سے بھی بڑھ کر ہے، حالانکہ یہ محض فکر ونظر کی کوتاہی ہے جن کی نگاہیں ان حکمتوں اور مصلحتوں تک پہنچ گئیں جو اس تصادم اور کشاکش کے اندر پوشیدہ ہیں ان کو صاف دکھائی دیا کہ اس دنیا کی خالق صرف ایک ہی قادر وقیوم ذات ہے، پس نگاہ کو ان مصالح تک پہنچنا چاہئے جو اس تصادم سے پیدا ہوئے ہیں، اس وقت نظر آئیگا کہ ہر چیز جوڑوں کے اتصال اور ان کے باہمی تعلق سے وجود میں آئی ہیں، یہ پوری دنیا مختلف اجزاء وعناصر اور متضاد قوی اور عوامل کی ایک نہایت دل فریب اور حسین وحدت ہے اور یہ تمام متضاد حالتیں یمین ویسار، رات ودن، آسمان وزمین، سردی وگرمی، خوشی اور غمی، نیکی اور بدی اسی وحدت کے احوال وعوارض ہیں ﴿سبحان الذی خلق الأزواج کلها مما تنبت الأرض و من أنفسهم ومما لا یعلمون۔ یاسین: ۳۶﴾ باعظمت وہ ذات ہے جس نے پیدا کئے تمام جوڑے نباتات زمین کی قسم میں اور خود ان کے اندر سے اور ان چیزوں کے اندر سے جن کو وہ نہیں جانتے۔

اس آیت سے اس قانون کی ہمہ گیری واضح ہوتی ہے اس پر جس قدر غور کرو اسی قدر اللہ کی عظمت اور اس کی رحمت بے نقاب ہوتی ہے اور ہم کو اس کی تسبیح اور حمد کی دعوت دیتی ہے۔

پہلے واضح ہو چکا ہے کہ اس سورہ میں قریش کے لئے ایک عام انداز وتخویف ہے اور روئے سخن خصوصیت سے قریش کے سردار ابولہب کی طرف ہے، قریش اور ثمود کی مناسبت بہت واضح ہے، قریش تمام عرب کے سردار تھے، ان کے منصب کی عظمت اور ان کی عام ذہنی بلندی سے پورے ملک میں ان کو ایک نمایاں تفوق وبرتری کی جگہ دے دی تھی، کسی زمانہ میں یہی حیثیت ثمود کو حاصل تھی، ان کی تمدنی وصنعتی ترقی کا ذکر سورہ فجر میں بھی ہے، عرب ان کے تمدنی آثار کی مثالیں دیا کرتے تھے، دونوں قوموں کے سرداروں

Marfat.com

میں اس سے زیادہ گہری مناسبت تھی، قریش کے ابولہب اور ثمود کے قدار ایک ہی قسم کا کردار ہے جو دو بھیسوں میں دو جگہ نمودار ہو گیا ہے، یہ دونوں بد بخت ترین خلائق تھے، یہ دونوں اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے اور بالآخر دونوں ہی نے اپنی قوموں کو ہلاکت کے گڈھے میں گرایا۔ غرض ان گونا گوں مناسبتوں کی وجہ سے قرآن مجید نے ثمود اور ان کے سردار قدار کو قریش اور ان کے سردار ابولہب کے سامنے بطور مثال اور نمونہ عبرت کے پیش کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ اب خدا کے عذاب کے پوری طرح مستحق ہو چکے ہیں لیکن نبی اور مومنین کے ایمان کی برکت کی وجہ سے ابھی وہ اس کی زد سے محفوظ ہیں، جس روز یہ امان اٹھ جائے گی اور پیغمبر اپنی جماعت کے ساتھ ان کو چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا عذاب الٰہی آ دھمکے گا۔

﴿وماكان الله ليعذبهم و أنت فيهم و ماكان الله معذبهم و هم يستغفرون۔ انفال: ۳۳﴾۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ ان کو عذاب دیتا در آں حالیکہ تم ان کے اندر موجود تھے اور نہیں تھا ان کو عذاب دینے والا در آنحالیکہ وہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوں۔

اس سورہ میں مولانا قریش کی ہلاکت کا ایک نہایت لطیف اشارہ یہ بتاتے ہیں کہ ثمود کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر کو جھٹلانے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ ناقہ کو ہلاک کر دینے کے بعد اپنے پیغمبر کو قتل کر دینے کا بھی ارادہ کیا، سورہ نمل میں ﴿قالوا تقاسموا بالله لنبيتنه و أهله الخ﴾ میں اسی کا ذکر ہے قریش کے اپنے پیغمبر کے ساتھ معاملہ کا ذکر بھی سورہ انفال میں ﴿وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك﴾ کہہ کر کیا گیا ہے، دونوں واقعات میں کس قدر مشابہت ہے، قریش کے معاملہ کی اٹھان بالکل ثمود ہی کے انداز پر تھی، اس وجہ سے پہلے سے معلوم تھا کہ ان کی سرکشی بالآخر کس نتیجہ تک پہنچے گی، ثمود کا واقعہ اسی لئے سنایا گیا کہ قریش اپنے آغاز و انجام کی حکایت پہلے سے سن رکھیں اور اگر اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیں تو عبرت حاصل کر لیں، قرآن نے واقعہ کی تفصیل کے بجائے اہم پہلوؤں کی طرف اشارے کر دیئے یہ اس کا عام

Marfat.com

انداز ہے۔

﴿ھل اتاك حدیث الجنود فرعون و ثمود بل الذین کفروا فی تکذیب واللہ من ورائھم محیط – بروج:۱۷ – ۲۰﴾ کیا تم نے لشکروں کی سرگذشت سنی، فرعون اور ثمود کی؟ بلکہ کافر لوگ تکذیب کے درپے ہیں اور اللہ ان کے آگے سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

اس کے بعد مولانا قوموں کے مواخذہ کا قانون الٰہی یہ بتاتے ہیں کہ اللہ نافرمانی کی وجہ سے ان کو فوراً تباہ نہیں کرتا بلکہ ان کے بہت سے گناہوں سے درگذر فرماتا اور مہلت دیتا ہے تاکہ جو توبہ کرنا چاہیں وہ توبہ کرلیں اور جو ہلاک ہونا چاہیں وہ پورے طور پر عذاب کے مستحق ہو جائیں، اس کی مثال میں یہود کو پیش کرتے ہیں کہ ان کی نافرمانیوں پر بار بار سزا دی گئی لیکن جب تک حضرت زکریا و یحییٰ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے زعم کے مطابق قتل کر کے اپنا پیمانہ لبریز نہیں کرلیا اس وقت تک اللہ نے نہ ان سے شریعت چھینی اور نہ اپنا رشتہ کاٹا۔

ان مقدمات کو پوری طرح ذہن نشین کرانے کے بعد وہ امت مرحومہ کی تاریخ کے بعض اوراق الٹتے ہیں اور ان کی روشنی میں ایسے نتائج و احوال کا ذکر کرتے ہیں جو ماضی میں ہو چکے ہیں، اور ضروری ہے کہ آئندہ بھی واقع ہوں کیونکہ یہ چیز منجملہ سنت الٰہیہ کے ہے جس کی نسبت قرآن نے کہا ہے کہ اس میں تبدیلی نہ پاؤ گے یعنی سرکشوں اور مفسدوں کی گرفت کا وہ قانون جو اٹل ہے اور جو ہمیشہ بے لاگ ظہور میں آتا ہے۔

آخر میں ولا یخاف عقباھا کی تفسیر کرتے ہوئے پہلے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ قرآن جس طرح اگلے صحیفوں کا مصداق اور ان کی تکمیل کرنے والا ہے اسی طرح ان کے اختلافات میں فیصلہ کی کسوٹی ہے، اس نے جا بجا اپنی یہ حیثیت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہے، پس جس طرح وہ ان کی بہت سی باتوں کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح ان کی بہت سی باتوں کی پرزور تردید بھی کرتا ہے جو یہود نے ان میں ملا دی تھیں اور جن کو حقیقت سے کوئی علاقہ نہیں، مثلاً ﴿ولقد خلقنا السماوات والأرض و ما بینھما فی

Marfat.com

ستة أيام﴾ اور ہم نے پیدا کیا آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں ۔یہاں تک تو بعینہ تورات کے بیان کی تصدیق تھی پھر فرمایا: ﴿وما مسنا من لغوب — ق:۳۸﴾ اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں محسوس ہوئی۔

یہ ٹکڑا قرآن مجید کے مہیمن اور حکم ہونے کو نمایاں کرتا ہے، اس میں تورات کے باب پیدائش کے اس بیان کی تردید ہے جو یہود نے اس میں ملا دیا ہے کہ:

''خداوند نے چھ دن کام کیا اور ساتویں دن آرام کیا''۔

از: ضیاء الدین اصلاحی

دار المصنفین، اعظم گڈھ

• • •

Marfat.com

# ہندوستان میں
# علوم اسلامیہ کے فروغ میں کتب خانوں کا حصہ

اسلام میں علم، کتاب اور درس وتدریس کی تاریخ کے صفحات الٹئے تو اندازہ ہوگا کہ اس کی عظمت تقدیس اور تحفظ میں کیا کیا مصائب جھیلے گئے ہیں، تشنگان علم نے کن کن سنگلاخ زمینوں کی پیمائش کی ہے اور کن ناپیدا کنار سمندروں کے سینے چیر کر رکھ دئے۔ کتاب اللہ کی تذہیب وزیبائش سے لے کر تفسیر، فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، نجوم، طب، تاریخ، انشاء، شاعری اور دیگر اصناف علم میں جو گرانقدر خدمات انجام دی گئی ہے ہیں ان کے اجمال کا احاطہ بھی کارے دارد۔

یہ سب اسی کتاب کے طفیل تھا جس میں ﴿علم الإنسان ، مالم یعلم ﴾اور ﴿و علم آدم الأسماء ﴾اور ﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق ﴾جیسی آیات بابرکات کی بدولت علوم کو فروغ عطا ہوا، علم کے شیدائی اور جویا صحراء عرب سے نکل کر عراق، مصر، افریقہ، ایران، خراسان اور ماوراء النہر کی سرحدوں کو پار کر کے چین تک پہونچے، قلم اور روشنائی کے ذریعہ صفحہ قرطاس پر ثبت ہونے والا علم جہاں جہاں پہونچا، جوہر شناسوں نے اسے آنکھوں سے لگایا، قدر دانوں نے دست بدست منتقل کیا، اہل استعداد نے از راہ قدر دانی ان کی پذیرائی کی اور نگہداشت کے سامان مہیا کئے اور اس طرح علوم کو عالم اسلام میں وہ بے مثال مرتبہ ملا جس کا دنیا کی کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی (۱)۔

ہندوستان بھی اس دولت بے بہا کے حصول، اس کی حفاظت اور فروغ میں کسی

---

(۱) مدرسہ نظامیہ (۱۰۹۲)، مدرسہ مستنصریہ، قرطبہ (۱۲۳۳)، سلطان عبدالعزیز، قاہرہ بنو عمار، تریپولی، الحکم مستنصر، قرطبہ۔ ابونصر بغداد کے کتب خانے ممتاز شہرت کے حامل تھے، بیت الحکمت کے علاوہ دنیائے اسلام کے ۳۶ عدد کتب خانے اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، بیت الحکمت کے نگراں سھل بن ہارون اور سعید بن ھارون تھے۔

Marfat.com

دوسرے ملک سے پیچھے نہیں رہا۔

عہد اسلامی کے ہندوستان میں تصنیف و تالیف کی روایت صوفیاء، علماء، مشائخ، شعراء اور ادباء کے متواتر آنے والے قافلوں کے ساتھ ساتھ جاری رہی اور عالم اسلام کے کسی گوشہ میں تصنیف ہونے والی چیز ان کے سینوں زبانوں اور ہاتھوں کے ذریعہ یہاں پہونچتی رہی (۲) اور ملک کے ممتاز شہر کے باشندے ان علوم سے اپنے سینے منور کرتے رہے مولانا حکیم سید عبدالحئ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے سندھ اور ملتان کے ریگستانوں میں علم کے ذرے چمکے اور ان کی جگمگاہٹ اتنی بڑھ گئی کہ رفتہ رفتہ سارے ہندوستان میں ان کی روشنی پھیل گئی اور جب ملوک غزنویہ نے لاہور کو ہندوستان کا دارالسلطنت قرار دیا تو اس شہر نے سب سے پہلے اس روشنی سے فائدہ اٹھایا، جب دہلی فتح ہوئی تو بادشاہوں کی قدر دانی سے علماء باکمال ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر دہلی آنے لگے اور ایسے جلیل القدر علماء دہلی میں مجتمع ہو گئے جس کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آتے اور فیضیاب ہوتے تھے''۔ (ص ۹)

چنانچہ دہلی کو رشک بغداد، قاہرہ کا مدمقابل اور قسطنطنیہ کا ہم پلہ کہلایا۔

در ہر صورت آئندہ کے ہندوستان میں حمید الدین ناگوری، ملا مبارک فیضی، ملا عبدالنبی، ملا طاہر فتنی سے لے کر شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی یا بعد تک جن کثیر التصانیف بزرگان دین کی تفسیریں، شرحیں اور مواعظ و ملفوظات اگر دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گئیں تو وہ ان کتب خانوں کی بدولت جو سرکاری یا شخصی طور پر کتابوں کی سرپرستی کرنے والوں کے ذریعہ ہندوستان کے علمی مراکز میں قائم ہو کر اسلامی سوسائٹی کا جز ولاینفک بن گئے تھے۔

بھکر، تھٹہ، ملتان، لاہور، اُچہ، دہلی، اکبرآباد، دکن، گجرات، بنگال کی سرکاروں اور

---

(۲) ہندوستانی عالم سدھانت نے خلیفہ بغداد کے حکم سے عربی میں ابن المقفع کے ذریعہ پنچ تنتر کا ترجمہ کلیلہ دمنہ کے نام سے کرایا۔

Marfat.com

ان کے درباروں نے علماء، مصنفین اور شعراء کونوازنے اوران کے آثار کوگرانقدر صلہ دینے کا جوسلسلہ شروع کیا تو ہر طرف سے اہل علم جوق در جوق اپنے کارنامے لے کر حاضر ہونے لگے۔ قاضی عضد کو دہلی آنے کی دعوت دی گئی، سعدی ہوں یا حافظ یہاں نہ آسکے لیکن غزلیں اور کلام بھیج کر خاطر خواہ انعام کے مستحق قرار پائے۔ گلستاں اور بوستاں کے پر کیف تحائف اسی عہد میں لودیوں اور مغلوں کے ذاتی کتب خانوں کا جز بنے۔

یہ بات باقاعدہ طور پر معلوم نہیں ہوسکی کہ علم کے سرمایہ کو باقاعدہ محفوظ کرنا کب شروع کیا گیا، قطب الدین ایبک اور غیاث الدین بلبن کے خزانہ عامرہ کی تعداد میں محمد بن تغلق نے نادر کتابوں کا اضافہ کیا۔ یہ وہی سلطان تھا جس نے صرف چند کتابوں کے عوض ایک شخص کو بیس (۲۰) ہزار طلائی مثقال انعام میں دئے تھے اور اس کے جانشین فیروز تغلق نے قلعہ نگرکوٹ کی فتح میں جوالامکھی نامی کتب خانہ سے ہندو مذہب اور فلسفہ دیدانت کی تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) کتابیں حاصل کی تھیں (۱) اور مولانا اعز الدین خالد خانی نے جو چند تراجم کئے تھے ان میں دلائل فیروز شاہی آج بھی دستیاب ہے۔ (۲)

مغلوں نے جہاں ہندوستان میں ہر شعبہ کو ایک حسن اور تنوع بخشا وہاں کتب خانہ کو بھی ایک فن کی حیثیت دی، ظہیر الدین بابر کو لاہور کی فتح میں غازی خاں کا بیش بہا علمی خزانہ ہاتھ آیا تو اس کی بیگم نوبہار نے امرتسر میں پہلا سرکاری کتب خانہ قائم کیا۔ اپنے جہیز میں شاہنامہ فردوسی، ابن عربشاہ اور شرف الدین یزدی کے ظفر نامۂ تیموری ساتھ لائی تھی اور مزید کتابوں کو جمع کرنے کے لئے یہ اعلان کرایا کہ جو شخص بھی کسی اچھی کتاب کا کوئی نسخہ خزانہ عامرہ میں لائے گا منہ مانگا دام پائے گا، دہلی آکر بابر نے نوبہار کی نگرانی میں کتب خانہ کی خاص عمارت تعمیر کروائی، علماء وفضلا کے مشورہ سے کتابوں کو زبان وعلوم کے لحاظ سے درجہ بندی کروائی اور دارالترجمہ کے شعبہ کی ابتداء کروائی جو اکبر کے دور حکومت

---

(۱) ٹکسلا، نالندہ، بنارس، وکرم شلا، میتھلا، اونت پوری، مشرق میں، ولبھی اور کنہری گجرات اور مغربی گھاٹ اور مغربی ہندوستان میں، جیسلمیر، سورت اور احمد آباد میں بھی ہندو عہد کے اکثر کتب خانے موجود تھے۔

(۲) فتاوی تاتارخانی اسی قسم کے اداروں کی وجہ سے تاتارخاں کی نگرانی میں تدوین ہوئی۔

Marfat.com

میں اپنے کمال کو پہونچا۔

ف ہمایوں بادشاہ از بام افتاد کی تاریخ شیر منڈل کی یاد دلاتی ہے(۱)، جو اس کی ذاتی لائبریری اور رصد گاہ تھی، کتابوں کے اس شیدائی نے جان بچا کر بھاگنے کے عالم میں بھی اونٹوں پر اپنا ذاتی کتب خانہ اپنے ساتھ رکھا، ہمایوں نے بابر کے کتب خانہ سلطنتی کے متعدد نسخوں کو مصور کرانے کے لئے معروف نقاش بہزاد کو بلوایا اور تاریخ تیموری اور ریاض الادویہ تصویروں سے آراستہ ہوئیں۔ کتب خانہ کے ناظم نظام معروف بہ باز بہادر نے شیر منڈل اور کتب خانہ سلطنتی کا جو ذخیرہ ترتیب دیا تھا وہ اکبری عہد میں مثمن برج آگرہ میں واقع کتب خانہ کی عمارت کی زینت بنیں۔

اکبری دور میں شاہی کتب خانہ کی شہرت بیرون ملک پہونچی اور عالم اسلام کے دانشمندوں اور تشنگان علم کی کشش کا باعث بنی۔ کتب خانہ اسکندریہ اور جامع ازہر کی شہرت پھیکی پڑ گئی۔ اس کتب خانہ میں مصنفین اور مترجمین کی بڑی تعداد کے بیش بہا آثار اور نوادر کے علاوہ اعتماد خاں گجراتی اور فیضی کے ورثہ کی ۴۶۰۰ کتابیں جو طب، نجوم، حکمت، تصوف، ہندسہ، ہیئت، فقہ اور حدیث پر مشتمل تھیں، داخل کتب خانہ ہوئیں، ملا عبدالنبی کو انوار المشکاۃ کا نسخہ اعتماد خاں گجراتی کے ذخیرہ سے ملا، یونانی، سریانی، سنسکرت، عربی اور فارسی کے علماء کا ایک گروہ تراجم میں مشغول تھا تو صدھا کاتبوں، خوشنویسوں، نقاشوں، مصحح اور جلد سازوں اور مصوروں کا جم غفیر، ان تصانیف کو بہتر سے بہتر بنانے میں مصروف رہتا، معجم البلدان، چنگیز نامہ، ظفر نامہ، عیار دانش، نل و من، مہابھارت، رامائن اور کلیلہ و دمنہ، شاہنامہ، گلستاں، مثنوی مولوی خاقانی، حافظ کے کلام کے درجنوں نسخے مترجم اور مصور موجود تھے، قصہ امیر حمزہ کی بارہ جلدوں کی تقریباً ۱۴۰۰ تصویریں موجود تھیں۔ تورات اور انجیل کے مترجم نسخے علیحدہ تھے۔

کہا جاتا ہے کہ اکبری عہد کا کتب خانہ حرم کے اندر اور باہر دو حصوں میں تقسیم تھا۔

---

(۱) اسے خانہ طلسم بھی کہا جاتا تھا جہاں جائے نماز، کتابیں، قلمدان، جزدان مصور کتابیں اور خطاطی کے نمونے بھی اپنی اپنی جگہ پر ہوتے۔

Marfat.com

مقامی زبانوں میں ہندی، کشمیری اور بیرونی میں یونانی اور عربی اور فارسی کے سکشن جدا جدا تھے۔ اخلاق ناصری، کیمیائے سعادت، قابوس نامہ، حدیقہ سنائی، مکتوبات شرف منیری، معجم البلدان، وفیات البدری، روضۃ الاحباب، تفسیر حسینی، تفسیر کشاف، اقبال نامہ جیسی اخلاقی، ادبی، دینی اور تاریخی کتابوں پر مشتمل اس کتب خانہ میں ۳۷ ہزار کتابیں مختلف علوم وفنون سے متعلق موجود تھیں جن میں تقریباً ۲۵ ہزار نسخے خوشخط، مصور اور مجلد تھے۔ اس کتاب خانہ کے کتابدار ملا پیر بلال اور عنایت اللہ شیرازی نہ صرف نگرانی پر مامور تھے بلکہ آنے جانے والے ملکی اور غیر ملکی مہمانوں کی پذیرائی قیام اور دیگر سہولتوں کا انتظام بھی ان کے ذمہ تھا، اس وقت اس کتب خانہ کی مالیت دوسو پچاس لاکھ روپئے تھی جو آج کے ۵ سو ملین روپئے کے برابر ہے۔

جہانگیری خزانہ عامرہ میں یورپین مصنفین کی کتابوں کا اضافہ ہوا۔ مشہور ایرانی عالم زمخشری کی تفسیر کو ۲ ہزار طلائی سکہ کا ہدیہ دے کر نایاب نسخہ کا اضافہ کیا گیا جو آج خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے، جہانگیر نے مصوری سے شوق کی بنا پر نقاشی اور مصوری کے شاہکاروں کا ایک الگ شعبہ قائم کیا اور کہا جاتا ہے کہ یورپ کے آرٹ اور نقاشی کی گیلریاں اسی کی نقل میں ہیں، جہانگیر نے گجرات کے سفر میں ایک نادر کتب خانہ حاصل کیا جس میں وہاں کے مشائخ کی طرف سے ہدیہ کئے ہوئے تفسیر حسینی، تفسیر کشاف اور روضۃ الاحباب کے نسخے بھی تھے۔

عبدالرحیم خانخاناں اپنی علمی سرپرستی میں بے مثال کردار ادا کر گیا ہے نادر اور بیشتر کتابوں کا عمدہ ذخیرہ ذاتی طور پر جمع کر رکھا تھا۔ عبدالباقی کی مآثر رحیمی میں ایک کتب خانہ کی قلمی تصویر ہے جس میں ایک فرد کھڑا ہو کر کتاب پڑھ رہا ہے اور ایک جماعت سامنے بیٹھی ہوئی سن رہی ہے، اس تصویر سے تین باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱-تعمیر کتب خانہ۔ ۲-ترتیب کتب۔

۳-طریقہ کتب بینی اور کتاب کا استعمال۔

اس طرح کتب خانے شاہی، صوبائی، مدارس اور مخصوص لوگوں کے ذریعہ وجود

Marfat.com

میں آتے۔

شاہ جہانی عہد نے کتب خانہ کے شعبہ کواور رونق بخشی اور تاریخی کتابوں کی تصنیف و تالیف کا مرکز شاہی کتب خانہ ہی تھا۔عبدالحمید لاہوری، طباطبائی اور محمد امین قزوینی، صادق خان اور صالح کنبوہ کے منثور و منظوم بادشاہ ناموں کے مذہب اور مصور نسخوں کی بڑی تعداد نے خزانہ عامرہ کو مالا مال کیا۔اسی کے دائرۃ المعارف میں لغت ناموں کا سلسلہ شروع ہوا، منتخب اللغات شاہجہانی اسی کی علمی دلچسپیوں کا ثمرہ تھی، اس دائرۃ المعارف کو بعد میں چہار عنصر دانش کے نام سے پکارا گیا جہاں اور دوسرے علوم کے علاوہ زیج شاہجہانی جیسی علم نجوم اور ہیئت سے متعلق کتاب کا اضافہ ہوا۔شاہ جہانی دائرۃ المعارف کا انچارج عبدالرحمٰن شیدائی تھا اور بعد میں میر صالح ولد عبداللہ مشکین رقم کتب خانہ کے داروغہ بنے۔

اورنگزیب نے بھی اپنے جنگی مشاغل اور ملکی مہمات کی مصروفیت کے باوجود کتابوں کے ذخیرہ کرنے اور فتاوائے عالمگیری جیسی مشہور و معروف کتاب کی تدوین میں انتہائی ذوق وشوق کا ثبوت دیا، علماء اور فقہاء کو شاہی کتب خانہ کی تفسیر، حدیث اور فقہ پر مشتمل کتابوں سے استفادہ کرنے کی ہر قسم کی آسانی فراہم کی۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ اورنگزیب کے دینی اور شرعی رجحان سے اب حدیث، فقہ، اصول فقہ اور شریعت سے متعلق تصنیفات و تالیفات کا نیا دور شروع ہوا اور خزانہ عامرہ اب صرف داستانوں اور اخلاقیات یا دنیوی علوم کی تصانیف کا ذخیرہ نہیں بلکہ دین شرع اور اسلامی تاریخ کے موضوعات کا مرکز بنایا گیا۔

اورنگ زیب نے اپنے آخری عہد میں دکن کی چڑھائی میں مشہور و معروف عالم، فاضل، وزیر محمود گاوان کا ذاتی کتب خانہ پایا جہاں تین ہزار کتابوں کا فقید المثال خزانہ ہاتھ آیا اور جس میں متعدد نسخے ہرن کی کھال پر لکھے ہوئے تھے۔ان سب کو کتب خانہ سلطنتی کا حصہ بنا دیا گیا۔

یہ تو ان کتب خانوں کے بارہ میں ہے جن کو مورخین، تذکرہ نگاروں اور ملفوظ نگاروں نے بقدر ذوق اور ضرورت اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا تھا ورنہ ان آٹھ نو سو برسوں میں ملک کے قریہ قریہ، قصبات اور شہروں میں بے شمار کتب خانے رہے ہوں گے جو

Marfat.com

نوادرات اور بے مثال قلمی نسخوں سے معمور رہے ہوں گے اور انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ردی کے بھاؤ ایسے ہی فروخت ہوئے ہوں گے جیسے خزانہ عامرہ اور شاہی کتب خانوں کے وہ آثار جن کے کاتبوں نے ''تمت تمام شد کار من نظام شد'' یا ''ہمیشہ نماند سیہ بر سفید'' نویسندہ را ہست فردا امید یا پھر قاریا بر من مکن قہر و عتاب'' یا ''عرض نقشے است کز ما یاد ماند'' جیسے دعائیہ مصرعہ اور قطعات لکھے تھے اور ترقیموں میں سرپرست معنون کی جانے والی شخصیات کے نام ونسب کو سراہنے کے بعد دن، مہینہ سال اور صبح وشام تک کا ذکر کرتے، اور اسی نیک نیتی کی برکت ہوتی کہ ان کتابوں کو احترام، اہتمام اور ذوق وشوق سے باپ دادا کی میراث بنا کر رکھا جاتا۔

تاریخ تعلیم، مصنفہ پروفیسر نوشہ علی میں تقریباً ۹۰ عدد ایسے کتب خانوں کی فہرست دی گئی ہے جو تاریخی حیثیت سے ممتاز رہے ہیں۔

یہ ان لاتعداد ہندوستانی کتب خانوں میں سے ہیں جہاں علوم اسلامی کے تقریباً صد در صد موضوعات پر تصنیف کی ہوئی علماء، مشائخ، فلاسفہ، دانشمندوں، شاعروں، مورخوں اور مترجمین کی کتابیں محفوظ کی گئیں اور آج اگر ہم ان کتابوں سے استفادہ کر رہے ہیں تو جہاں ایک طرف ہم ان کے لکھنے والوں کے نام نامی یاد کرتے ہیں، وہیں ہمیں ان علمی ذخائر کی سرپرستی کرنے والوں، نگہداری کرنے والوں اور ہر حال میں اسے قائم ودائم رکھنے والوں کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے؟

از: شعیب اعظمی
استاد فارسی شعبہ اسلامک وعرب ایرانین اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

• • •

Marfat.com

# علوم اسلامیہ میں
# ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ

الحمدلله رب العلمين ، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين ، وعلى آله وصحبه أجمعين ۔ أما بعد :

دنیا کے سب سے بڑے معلم اخلاق حضرت خاتم النبیین ﷺ پر غار حراء میں پہلی وحی خداوندی کا ظہور ہوا، تیئیس برس کے بعد اس وحی مبین کے اختتام کا اعلان میدان عرفات میں ہوا اور اس طرح دین حق کی تکمیل ہوئی اور بارگاہ صمدیت سے تا قیام قیامت اسی دین کو قبولیت اور پذیرائی کا شرف بخشا گیا، اور یہ وحی اپنی حقانیت کی بناء پر اتنی پرکشش اور جاذبیت سے مملوء تھی کہ اس پر ایمان لانے والے تمام دنیوی مال ومتاع سے بے نیاز ہوکر بیشمار مصائب وآلام پر صابر وشاکر رہ کر بالآخر اپنے اثاثہ، عزیز واقارب، مکانات اور دیگر دنیوی عیش وعشرت کے سامان کو خیر باد کہتے ہوئے اپنے وطن مالوف سے روانہ ہوئے ۔اس قسم کی قربانیوں سے اقوام عالم کی تاریخ خالی ہے اور اسی اعتقاد اور جہد مسلسل سے اس کے ماننے والے صاحب وحی ﷺ کے انتقال پر ملال کے بعد بعونہ تعالی قریب قریب سارے حجاز پر حکمراں ہوکر قرآن وسنت کے آئین کے تحت حکومت کرنے لگے، اور پچاس سال کے قلیل عرصے میں اس دین کی نورانی شعاعیں تاشقند وسمرقند واستنبول وقبرص اور افریقہ کو منور کر گئیں ۔اس پر مستزاد یہ کہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ہی دین حق کی تبلیغ وتشہیر پر اپنے مال ومتاع اور جان عزیز کو قربان کرنے والے مجاہدین باب السلام سے برصغیر میں داخل ہو چکے تھے اور ان جانبازوں کی سیرت اور کمال درجے کی امانت داری وپارسائی اور دیانتداری کو دیکھ کر ہی اسلام کی آواز حق مشرق بعید سے آگے کی بستیوں اور دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی، اور چونکہ ان بزرگوں کے قلوب واذہان میں ''بلغوا عنی ولو

Marfat.com

آیۃ ''اور'' وأجودهم بعدی رجل علم علماً فنشر علمه '' کے معانی اور مطالب پوری طرح جاگزیں ہو چکے تھے اس لئے یہ جہاں کہیں پہونچے دوسروں کو دین حق کی دعوت دیتے رہے، اور اپنی کوششوں سے دوسروں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں ہر جگہ کامیاب و کامراں رہے۔ اسلامی علوم وفنون کی پوری تندہی سے آبیاری کرتے رہے، یہی وجہ ہے کہ محدث جلیل ربیع بن صبیح وغیرہ جیسے اعاظم رجال برصغیر کے سمندری ساحلوں کے کنارے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ رحمهم الله ۔

وقت گذرتا گیا اور مسلمانوں نے دوسرے ادیان باطلہ کی آمیزش کو اسلام میں داخل کرنا شروع کیا حتی کہ نوبت باینجا رسید کہ بیشتر مسلمان:

ترے دین وعمل سے آرہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

کا مثیل بنتے گئے اور نام نہاد صوفیوں اور درویشوں کے بے سند طریقوں کے دلدادہ بننے لگے نیز محدث جلیل حضرت عبداللہ بن مبارک کے فرمان:

و هل افسد الدين إلا الملوك وأحبار سوء و رهبانها

کے مصداق اکثر و بیشتر سلاطین وطن کی تعیش پسندی اور رقص وسرود کی مجالس ومحافل اور ان کی بے عملی اور بے حسی سے اسلامی حقائق کو بڑا زک اور نقصان پہونچا، اور انہیں کے درباروں میں غیروں کے عقائد واعمال گھل مل گئے اور شرک اکبر کے لئے دروازے کھلنے لگے اور نئی نئی بدعتیں وجود پذیر ہوئیں، اور ان شرکیات و بدعات میں بے عمل درویشوں اور قبر کے پجاریوں نے بھی بدترین رول ادا کیا، جس کے استیصال کے لئے خداوند علیم وحکیم نے شاہ ولی اللہ دہلوی کو پیدا کیا جنہوں نے قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا، اور اس پر انہوں نے اپنوں اور غیروں کے ہدف ملامت سے بے نیاز ہو کر ایک اہم کارنامہ انجام دیا جو قیامت تک موصوف کے حق میں صدقہ جاریہ رہے گا۔ نیز اسلام کے اسرار ورموز اور حقائق ومعارف کو حجۃ اللہ البالغہ کی شکل میں زندہ جاوید بے نظیر اور لاثانی یادگار کے طور پر چھوڑ گئے۔

Marfat.com

شاہ صاحب کی وفات (۱۱۷۶ھ) کے بعد انہیں کے صاحبزادوں میں سے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نے قرآن حکیم کے تراجم اور حواشی اردو میں لکھے اور یہ اردو داں طبقہ کے لئے بڑے ہی سودمند اور نفع بخش ثابت ہوئے، نیز دود مان ولی اللہ کے چشم وچراغ شاہ اسماعیل شہید نے شرک و بدعت کی تردید میں تقویۃ الایمان تصنیف کی، اور خود بالاکوٹ کے شہداء کی صف اول کے شہسواروں میں ثابت قدمی سے جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوکر شہادت پائی، اور بعد میں یوما فیوما یہ مدرسہ سید نذیر حسین محدث دہلوی متوفی (۱۳۲۰ھ) کی ذات کی طرف منتقل ہوا جنہوں نے کثیر تعداد میں عباد الرحمٰن کو حدیث کے اصلی خدو خال سے واقف کرایا اور مدت مدید تک درس حدیث کی مسند پر متمکن رہے۔ مزید برآں معیار الحق اور فتاوی نذیریہ جیسی قابل قدر اور مستند کتابیں تصنیف کیں، اگرچہ فتاوی کو کتابی شکل میں مدون کرنا بھی آپ کے شاگردوں ہی نے انجام دیا بہرحال مرحوم نے اس کے علاوہ بے شمار وقت کے عظیم المرتبت تلامذہ اپنی یادگار چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہوئے فرحمہ اللہ تعالی۔

برصغیر میں اکثر و بیشتر علماء تقلیدی زنجیروں میں مقید تھے اور اپنے اپنے حلقۂ درس میں کتاب اللہ کی تفسیر اور حدیث نبوی کی تشریح کے بدلے صرف فقہ کی حدود تک ہی درس و تدریس کا کام ہوتا تھا تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے رب کائنات کی طرف سے برصغیر کے مسلمانوں کو سید صدیق حسن خاں کی ذات ایک نعمت عظمی ثابت ہوئی جنہوں نے سلفی المشرب ہوتے ہوئے تقلیدی زنجیروں کو توڑنے کے لئے اور مسلمانوں کو خالص توحید وسنت سے منور مسلک کی طرف منقلب کرنے میں کافی جد و جہد کی، اور دوسو سے زیادہ کتابیں تصنیف کر کے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اور انہیں کے ہم مسلک شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے سنن ترمذی کی عربی میں بے نظیر شرح اور شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے ابوداود کی عربی شرح عون المعبود لکھ کر حدیث نبوی کی قابل تعریف خدمت کا فریضہ ادا کیا۔

کتاب مبین کا یہ ایک معجزہ ہے کہ اس کے بیان کردہ حقائق میں سے (ودوا ما عنتم) کے ذریعہ مسلمانوں کو اس امر سے مطلع کیا جاتا ہے کہ اعداء الدین ہمیشہ مسلمانوں

Marfat.com

کے خلاف مضرت کے متمنی رہیں گے گویا ان کا طرز عمل ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' ہوگیا، چنانچہ برطانیہ کے نصرانیوں نے ایک جعلی اور بناوٹی نبی کی ساخت میں بڑی گہری سازش سے منصوبہ بنا کر مسلمانان ہند کے اندر افتراق و انتشار کا ایک خطرناک فتنہ کھڑا کیا، اور اسی جعلی اور بناوٹی مسیح موعود قادیان کے متنبی کاذب کی کذب گوئی، دغابازی، جعلسازی اور فریب کاری کا قلع قمع کرنے میں ایک کشمیری النسل یگانۂ روزگار مناظر اسلام نے بے مثال کردار کا مظاہرہ کیا اور وہ ہیں شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نور اللہ مضجعہ، جن کے کارناموں کو آئندہ نسلیں انشاء اللہ العزیز قیامت تک قدر کی نگاہوں سے دیکھتی رہیں گی، اور قادیانی کذاب کی تردید و تنقیص میں ان کی بلند پایہ تصانیف سے بھی اہل اسلام مستفید اور مستفیض ہوتے رہیں گے، وباللہ التوفیق۔

اگرچہ قادیانی کذاب کے رد میں دیگر بزرگوں مثلاً محمد حسین بٹالوی اور محمد ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اپنا فرض ادا کیا مگر ان اصحاب اور ان جیسے دوسرے علماء و فضلاء میں علامہ امرتسری کا کارنامہ سب سے مقدم ہے، نیز نصاری و ملحدین اور دیگر اعداء الدین کے رد میں مرحوم کی تصانیف سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، اسی لئے برصغیر کی بیشتر بستیوں میں کسی نہ کسی جامعہ، اکیڈمی، دارالعلوم اور اخبار و ماہنامہ وغیرہ کو جماعت اہل حدیث کے زعماء نے مرحوم کے نام کے ساتھ بطور یادگار معنون کیا ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

برصغیر کے مسلمانوں نے اسلامی علوم کے فروغ کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، سیرت، تاریخ اور فصاحت و بلاغت وغیرہ قسم کے ہر فن میں بفضلہٖ تعالیٰ قابل تعریف کارنامے انجام دیئے ہیں، چنانچہ تفسیر کے ضمن میں سید صدیق حسن خاں صاحب کی عربی تفسیر فتح البیان اور ترجمان القرآن بلطائف البیان اور سید احمد حسن دہلوی کی احسن التفاسیر، وحید الزماں کی تفسیر وحیدی، مولانا ثناء اللہ صاحب کی تفسیر ثنائی اور تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، عبدالستار صاحب کی تفسیر ستاری سید عبداللہ غزنوی صاحب کے اولاد و احفاد کا ترجمہ قرآن اور اس کے قیمتی حواشی وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است　　ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

Marfat.com

کا نقشہ دل پر مرتسم ہوتا ہے اور مومن کا دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ بلا شک قرآن منزل من اللہ ہے، اور اس کے فیوض و برکات اور روشن حقائق انشاء اللہ المستعان تا ابد قائم و دائم رہیں گے، اسی طرح قرآن مجید کا اردو ترجمہ کرنے میں شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، فتح محمد خاں جالندھری، عبدالماجد دریابادی، شیخ الھند محمود الحسن دیوبندی، مولانا محمد جونا گڈھی) و غیرھم کی مساعی جمیلہ قرآن حکیم کی اشاعت و ترویج میں اہم خدمات ہیں، اور ان کے حق میں صدقہ جاریہ بھی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کا انگریزی میں قرآن عزیز کا ترجمہ اور حواشی بھی ایک بے نظیر اور فقید المثال کارنامہ ہے، اور یورپ اور امریکہ وغیرہ میں اسی کی وساطت سے کتاب مبین کے اسرار و رموز اور عادلانہ و مربیانہ نظام سے لاکھوں لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں، علاوہ ازیں جزوی تفسیر میں جسٹس محمد سلیمان منصور پوری کی سورہ یوسف کی تفسیر، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی تفسیر واضح البیان اور تفسیر سورۂ کہف، حمید الدین فراہی کی تفسیر سورہ تحریم وغیرہا بھی ایک گراں قدر تفسیری خدمت ہے، اسی طرح علامہ ابن تیمیہ کی تفسیر سورۂ اخلاص کا اردو میں ترجمہ کرنا بہر حال تفسیری خدمت میں شامل ہے اور امام ابن تیمیہ کی یہ تفسیر بزبان حال:

گفت تا کے در ہوس گردی اسیر　　آ ب و تاب از سورۂ اخلاص گیر

کا درس دے رہی ہے۔

حدیث کی شرح کے سلسلہ میں شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ''تحفۃ الاحوذی'' شمس الحق عظیم آبادی کی ''عون المعبود'' نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ''الروضۃ الندیۃ'' کا مطالعہ کرتے وقت قرون اولی کے محدثین کرام کی یاد تازہ ہوتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ:

نکتہ سنجاں را صلائے عام دہ　　از علوم اُمی پیغام دہ

کی ترویج و تشہیر کے لئے ان بزرگوں نے اپنی زندگیوں کو فی سبیل اللہ وقف کر رکھا تھا۔

فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اسی طرح محمد طاہر پٹنی کی تذکرۃ الموضوعات اور علی متقی برہان پوری کی کنز العمال بھی

Marfat.com

خدمت حدیث کے بارے میں قابل تعریف کام ہے۔ نیز وحید الزماں حیدر آبادی نے بخاری و مسلم اور دیگر کئی کتب حدیث کا اردو میں ترجمہ کیا اور ان کے حواشی لکھے، جس سے اللہ کے بے شمار بندے حدیث کی معرفت سے مستفید اور مستفیض ہوئے، اور ان کے بھائی بدیع الزماں صاحب کا ترجمہ ترمذی بھی ان کے حق میں بعونہ تعالیٰ صدقہ جاریہ ہے۔ محمد داؤد راز صاحب اگر چہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں تاہم بخاری کا ترجمہ اور حواشی لکھ کر حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں ایک جاندار اور شاندار کارنامہ انجام دیا۔ علامہ امرتسری کے فتاوی کو کتابی شکل میں مدون کرنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے، عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی کے فرزندوں کی مشکاۃ المصابیح اور ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ کرنا اور حواشی لکھنا بڑی حد تک کامیاب اور سود مند کوشش ہے۔ ان بزرگوں نے اس کے علاوہ درس و تدریس اور رسائل و اخبارات کے ذریعہ بھی مسلمانوں کو توحید و سنت سے روشناس کیا۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی شہرۂ آفاق تصنیف کتاب التوحید کا محمد بن یوسف السورتی نے اردو میں ترجمہ کیا۔ فقہیات میں شیخ محی الدین نومسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ''فقہ محمدیہ اور طریقہ احمدیہ'' اور ''البلاغ المبین'' قابل تحسین تصنیفات ہیں۔ اور موجودین میں سے شیخ الحدیث عبید اللہ الرحمانی بارك الله فی ایامه و ارزاقه کی شرح مشکاۃ ''مرعاۃ المفاتیح'' ایک علمی شاہکار ہے اور نئی مبسوط اور نئی تحقیق اور ریسرچ (Research) میں بے نظیر و بے مثال اور یگانۂ روزگار بھی۔ مبالغہ نہ ہو تو اس سے قبل اس قسم کی شرح کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ اللہ کرے کہ مصنف حفظہ اللہ و رعاہ کو کتاب کی تکمیل کی سعادت نصیب ہو اور جامعہ سلفیہ بنارس کو اس کی اشاعت کی توفیق نصیب ہو آمین۔ نیز شیخ الحدیث عطاء اللہ حنیف بھیوجیانی شفاہ اللہ کی شرح نسائی بھی ایسی ہی ایک بار آور کوشش ہے۔

سیرت کے مطالعہ کے لئے جسٹس محمد سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعالمین'' عبدالرؤف دانا پوری کی ''اصح السیر'' غلام رسول مہر اور ابوالکلام آزاد کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ''رسول رحمت'' (ﷺ) اور سید سلیمان ندوی کی ''سیرۃ النبی'' (ﷺ) وغیر ذلک بڑی اہمیت کی حامل ہیں جن میں حضرت صادق مصدوق (ﷺ) فداہ ارواحنا کی پیغمبرانہ زندگی

Marfat.com

پر سیر حاصل معلومات درج ہیں جن کے مطالعہ سے:

زبانم چوں ازاں حرفے سراید　　دل و جانم زلذت پر برآید

کی قسم کی محبت نبوی کا سوز و گداز دل پر مرتسم ہوتا ہے چنانچہ "ودرعه مرهونة عند يهودی بثلاثين صاعا من شعير" کو پڑھ کر ایمان و یقین محکم سے محکم تر ہوتا ہے اور دل و دماغ سے مومنانہ آواز نکلتی ہے کہ واقعی حضرت صادق و مصدوق ﷺ ھادیٔ برحق ہیں فصلوات الرحمن وسلامه عليه۔

حق تلفی ہوگی کہ اگر ہم ان عظیم المرتبت شخصیات کے زمرے میں علامہ اقبال کا تذکرہ نہ کریں کیونکہ ان کے منظوم کلام میں بادیٔ النظر میں یہی مترشح ہوتا ہے کہ ان کا قلب و ذہن حضرت خاتم النبیین ﷺ کی محبت سے سرشار، مملوء اور معمور ہے، اور قرآن عزیز کے منزل من اللہ ہونے میں ان کا کلام بزبان حال:

آں کتاب زندہ قرآن حکیم　　حکمت اولا یزال است و دقدیم

نوع انساں را پیام آخریں　　حامل او رحمة للعالمین

شہادت حق پیش کر رہا ہے اور:

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

قسم کا عدیم النظیر کلام پیش کرنا اسی درویش صفت مرد جلیل اور شاعر اسلام کا حصہ ہے، جس نے ملائیت کی شاطرانہ اور مکارانہ چالوں سے بے نیاز ہو کر مسلمانان ہند کو نئے عزم اور نئے جوش اور جزبہ سے متعارف کریا اور کشمیری النسل ہونے کی صورت میں:

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ　　بتے می تراشد ز سنگ مزارے

کہہ کر کشمیری مسلمانوں کو مردہ پرستی اور قبر پرستی کی نحوست سے باز رہنے کی تلقین کی، نور الله مضجعه۔

غرض علوم اسلامیہ کے تمام پہلوؤں پر یہاں کے مسلمانوں نے اپنا پورا پورا حق ادا کیا، اور اپنی اسلامی ثقافت اور ملی تہذیب کو زندہ رکھنے کے لئے خداوند ذوالمنن کے فضل و

Marfat.com

کرم سے جگہ جگہ دینی درسگاہیں قائم کیں، چنانچہ کافرانہ اور الحاد پسند حکومت کے تحت بھی پورے ملک میں ان کا جال بچھا ہوا ہے اور مزید کوششیں بھی جاری ہیں۔

مومنو! اذن خداوندی سے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ اور پیغمبرانہ زندگی میں ان سے لاتعداد محیر العقول معجزات کا صدور ہوا جنہیں صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور وہ بعینہ کتب احادیث وتفاسیر میں منقول ہیں، اور آئندہ زمانہ میں واقع ہونے والے واقعات اور پیشین گوئیوں کے حق میں:

أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا  به موقنات إن ما قال واقع

ان کی عقیدت رہی اور ہماری بھی ہے چنانچہ آپ (ﷺ) کے انتقال کے بعد آپ کی بیان کردہ پیشین گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

(عبدالرشید بٹ طاہری)
پرنسپل الکلیۃ السلفیۃ - بربرشاہ، سری نگر، کشمیر

• • •

Marfat.com

# اسلامی علوم میں
# ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ

اسلام ایک علمی مذہب ہے، یعنی اگر ایک طرف اسلام کا دامن علم وعرفان اور فکر و دانش کے خزانوں سے مالا مال ہے، تو دوسری طرف اسلام کے ماننے والوں کو علم سیکھنے اور اس میں شوق و دلچسپی پیدا کرنے کی نہ صرف ترغیب دی جاتی ہے بلکہ تاکیدی حکم ہوتا ہے، چنانچہ قرآن عزیز کے نزول کا آغاز بھی ایسی ہی آیات سے ہورہا ہے جن میں پڑھنے لکھنے کا حکم ہے اسی پر بس نہیں بلکہ قرآن نبی اکرم ﷺ کو "رب زدنی علما" کی تعلیم دے کر زیادتی علم کے لئے بارگاہ رب العزت میں بار بار دعا کرنے کی تاکید کررہا ہے۔ نیز رب العالمین بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة﴾ یعنی رسول کی بعثت کے جہاں اور مقاصد ہیں وہیں ایک مقصد کتاب اور حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خود ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے کہ: "إنما بعثت معلما" یعنی مجھے معلم بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے، ایک اور موقع پر علم کی اہمیت وحیثیت کو واضح فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" علم ایک ایسی محبوب اور قابل توجہ شیء ہے جس کا طلب کرنا ہر مسلمان کی زندگی کا ایک فریضہ ہے۔

علم اور اہل علم کی فضیلت کے باب میں بھی آپ کے ارشادات علم کے مقام ومرتبہ کو نمایاں کرتے ہیں اور لوگوں کے اذہان وقلوب کو علم کی طرف مائل کرتے ہیں۔

علم کے بارے میں قرآن عزیز واحادیث پاک کی یہ ترغیبات تھیں جن کی بنا پر اسلام جہاں بھی اور جس ملک میں بھی گیا اسلام کے ماننے والوں نے علم کے ساتھ پورا پورا

Marfat.com

اعتنا برتا، اور علم کے ساتھ اپنی پوری دلچسپی اور گہری وابستگی کا اظہار کیا۔

اسلام جب ہندوستان پہونچا تو ہندوستان میں بھی مسلمانوں نے اسلامی علوم کے حصول میں اور اس کے فروغ واحیاء میں بھرپور کوششیں کیں اور اس میں دلچسپی اور مستعدی دکھائی، ہم تاریخ کے حوالوں سے اسی مدعا کو آئندہ سطور میں پیش کرنا چاہتے ہیں، ویسے تو اسلام قرن اول ہی میں ہندوستان میں آ گیا تھا اور اسلام کے ساتھ علم کا چرچا یہاں ہونے لگا تھا اور اس کے اکا دکا واقعات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، جیسا کہ تاریخ ملت جلد دہم کے مصنف مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی ہندوستان میں اسلام کے دور اول کے احوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''عربوں نے بلا امتیاز ذات و پات تحصیل علم اور ترقی فنون کا ذوق پیدا کر دیا جو لوگ یہاں سے مسلمان ہوئے وہ علم کے ایسے متوالے ہوئے کہ وطن کو چھوڑ کر علمی مراکز میں پہونچے، بہت سے وہ تھے جن کو عرب وطن جاتے ہوئے اپنے ساتھ لیتے گئے اور ان کی تعلیم و تربیت مثل اولاد کے کی، کوتاہ بیں مورخین ان کو غلام قرار دیتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ عربوں نے نئی پود کو لیجا کر کچھ سے کچھ بنا دیا، یہاں وہ بے نام و نشان رہتے تھے مگر آج تاریخ کے اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں، رجال کی کتابوں میں سندھ کے متعدد علماء و محدثین کے نام ملتے ہیں (۱)''

مگر باقاعدہ حکومت کے ساتھ اسلام ہندوستان میں سلطان شہاب الدین غوری کے دور میں آیا ہے اور جب سے اب تک ہندوستان میں اسلامی علوم کا دور دورہ ہے، ہند کے مسلمانوں نے علوم اسلامیہ کی بے پناہ خدمت کر کے تاریخ کے اوراق میں اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے۔

سلطان شہاب الدین غوری کے دور سے آج تک اگر بنظر غائر نگاہ ڈالی جائے تو ایک سے ایک مفسر، محدث، فقیہ، مورخ اور ارباب علم و قلم کا نام ملتا ہے جن کے علمی کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان اہم کارناموں کی تفصیل پیش کریں دو باتوں کی طرف مزید اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔

---

(۱) تاریخ ملت ج ۱۰ ص ۱۴۔

Marfat.com

پہلی بات یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل علم پر برہمنوں کی اجارہ داری تھی انہوں نے اپنے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کے لئے علم کا دروازہ بند کر رکھا تھا اور یہ ماحول بنا رکھا تھا کہ برہمنوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں پڑھ سکتا ہے حتی کہ مذہبی کتابیں بھی دوسرا کوئی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اسلام نے آ کر برہمنوں کی اس اجارہ داری کو ختم کر دیا اور اعلان کر دیا کہ علم پر کسی کا ٹھیکہ ہی نہیں ہر کوئی علم سیکھ سکتا ہے اور اس میں کمال حاصل کر سکتا ہے چاہے وہ کسی بھی برادری اور ذات سے تعلق رکھتا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلم سلاطین کا رویہ بھی علم کے سلسلہ میں بہت حوصلہ افزا رہا، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہندوستان کے مسلم سلاطین کی اکثریت اکبر جیسے چند بد دینوں کو چھوڑ کر متدین اسلام پسند اور اسلامی شعار کا پاس ولحاظ رکھنے والی تھی۔ اور غالبا اسی کا نتیجہ تھا کہ ان سلاطین ہند نے اپنے اپنے دور میں علوم اسلامیہ کی اشاعت اور اس کے فروغ واحیاء کے لئے بھرپور کوششیں کیں، علماء کرام کے وظیفے مقرر کئے مدارس قائم کر کے طلبہ کے لئے کھانے پینے رہنے سہنے اور دیگر قسم کی سہولتیں فراہم کیں، اور خود بھی اپنے اپنے دور کے علماء سے تعلق برقرار رکھ کر ان کو اپنے دربار میں جگہ دی ان سے علمی مسائل میں استفادہ کرتے ان سے دینی اور اسلامی موضوعات پر کتابیں تصنیف کراتے اور ان کے اکرام واجلال میں سرمو بھی فرق نہیں آنے دیتے چاہے ذاتی طور پر ان سلاطین ہی کے جذبات کو ٹھیس پہونچ رہی ہو۔

ہندوستان میں علوم اسلامیہ کی مقبولیت اور اس کے یہاں پر پھلنے پھولنے میں یہ دو باتیں بہت اہم داعیہ اور سبب ہیں۔

ان چند تمہیدی کلمات کے بعد اب میں اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتا ہوں، علوم اسلامیہ میں ہندوستانی مسلمانوں کے حصہ کا ایک حصہ تو وہ مدارس ہیں جو ہندوستان میں غزنوی سلاطین کی فاتحانہ طور پر آمد کے بعد قائم ہوئے اور جن کے قیام کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، ممکن ہے محمد بن قاسم کی آمد کے بعد بھی مدارس ومکاتب قائم ہوئے ہوں مگر تاریخ کی کتابیں ان کے ذکر سے خاموش ہیں، ان مدارس میں اپنے وقت کے علماء و

Marfat.com

فضلاء اور باکمال لوگوں نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم وفنون کی تدریس وتعلیم کا سلسلہ جاری کیا، ان مدارس کے انتظام وانصرام کے سلسلہ میں تاریخ کے حوالوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مدارس دوطرح سے چل رہے تھے، بعض تو وہ تھے جو حکومت کے زیر انتظام اور ارباب حکومت ہی کی نگرانی میں اپنا کام کرر ہے تھے، طلبہ کے کھانے اور رہائش کے انتظام سے لے کر اساتذہ کے وظائف اور تنخواہوں تک کا مکمل بار حکومت برداشت کرتی تھیں۔ اور دوسرے وہ تھے جن کو بعض خیر پسند اور علم دوست حضرات بذات خود اپنے خرچ پر چلاتے تھے یا مسلمانوں کی جماعت باہم مل کر اس کی دیکھ بھال کرتی اور اس کے اخراجات کے لئے مالیات فراہم کرتی تھی، مگر اس قسم کے پرائیویٹ مدارس کو بھی حکومت کی طرف سے کچھ نہ کچھ امداد ملتی رہتی تھی جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم اس بات کو ثابت کریں گے۔

اور علوم اسلامیہ میں ہندوستانی مسلمانوں کے حصہ کا دوسرا حصہ وہ تصنیفات و تالیفات ہیں جو تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ وسیرت اور دیگر اسلامی علوم وفنون ہیں جنہیں اپنے اپنے دور کے علماء باکمال ویگانۂ روزگار فضلاء نے تحریر فرمائی ہیں، جس کی تفصیل ہم آئندہ سطور میں ان شاء اللہ پیش کریں گے۔

مرکزی دارالعلوم کے ادارۃ البحوث الاسلامیہ نے ابھی چند سال پہلے نہایت ہی محدود پیمانہ پر مدارس اور تصنیفات کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی ہے جو ماضی قریب کے ہندوستانی مسلمانوں کے کارناموں پر مشتمل ہے، ضرورت ہے کہ اسی نہج پر اور زیادہ گہرائی سے کام کیا جائے اور ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد سے جتنے مدارس قائم ہوئے ہیں اور جتنی تالیفات وتصنیفات اسلامی علوم سے متعلق ہیں ان سب کا احاطہ کیا جائے تاکہ ہماری نئی پود اپنے اسلاف کے عظیم علمی کارناموں سے آگاہ ہو سکے۔

مرکزی دارالعلوم جیسے ادارہ کے لئے اس طرح کا کام کرنا کچھ مشکل نہیں ہے خدا کرے کہ یہ سیمینار اسی ضرورت کی ایک کڑی ثابت ہو۔

اب آیئے ہم ان مدارس کی سیر کریں اور ان کے احوال وکوائف کا مشاہدہ کریں اور

Marfat.com

ان علماء پر نظر کریں جو اپنے اپنے وقت کے مفسر محدث، فقیہ اور ائمۂ فنون تھے، جنہوں نے اطراف ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کو درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے ذریعہ نہ صرف پھیلایا بلکہ زندہ رکھا اور عمر دوام بخشا، اور ان سلاطین وقت پر بھی ایک نظر ڈالیں جنہوں نے علوم اسلامیہ کی اشاعت کے لئے نہ صرف حکومت کے خزانوں کا منہ کھول دیا بلکہ ذاتی طور پر ان علوم وفنون میں دلچسپی لے کر ان کے فروغ واحیاء کے لئے کوششیں صرف کیں، اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کا نام پیش کرتے ہیں جو اگر چہ ہندوستان کا باشندہ نہیں تھا اور نہ اس نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا لیکن چونکہ ہندوستان کا فاتح تھا اور ہندوستان کے بیشتر علاقے اس کے دائرہ حکومت میں شامل تھے اسلئے اس کی علمی کوششوں اور دلچسپیوں کے اثرات وثمرات ہندوستان تک پہونچ رہے تھے۔

سلطان محمود غزنوی ایک فاتح حکمراں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ذی صلاحیت، صاحب فضل وکمال اور علم پرور انسان تھا، فقہ، حدیث اور تاریخ میں پوری مہارت رکھتا تھا، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اگر محمود صاحب تخت وتاج نہ ہوتا تو اس کا شمار پانچویں صدی ہجری کے ممتاز اہل علم میں ہوتا، اس کی حدیث دانی کے متعلق ابن خلکان کا بیان تاریخ ملت جلد دہم صفحہ ۳۷ کے حوالہ سے پیش ہے ''کان مولعا بعلم الحدیث و ھو یسمع و یستفسر الأحادیث''۔

مصنف تاریخ ملت سلطان محمود کے بارے میں مزید یوں رقمطراز ہیں:

محمود کے فخر واعزاز کا واقعی سبب یہ تھا کہ وہ سپہ گری اور بہادرانہ زندگی کے باوجود علوم وفنون کے ترقی دینے میں بڑا سرگرم تھا اور یہ اس کے دور کی عجیب وغریب خوبی تھی، اور آج تک کوئی بادشاہ علم پروری میں اس سے سبقت نہ لیجا سکا باوجودیکہ محمود نہایت غایت شعار تھا مگر علوم وفنون کے باب میں بڑا فیاض واقع ہوا تھا، اس نے خاص غزنی میں ایک بڑا مدرسہ تعمیر کرایا اور مختلف زبانوں کی عجیب وغریب کتابیں جمع کیں، اس مدرسہ کے اخراجات کے لئے اس نے بہت سارو پیہ مقرر کیا، طلبہ اور ارباب کمال کے وظائف کے لئے ایک مستقل فنڈ قائم کیا، ایک لاکھ دینار سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کئے، علماء ومشاہیر کے

Marfat.com

ساتھ اس احترام سے پیش آتا تھا کہ اس کے دارالسلطنت میں اتنے ارباب کمال جمع ہو گئے تھے کہ ایشیاء کے کسی بادشاہ کو یہ فخر نہ حاصل تھا، علمی دربار میں علماء سے فقہ وحدیث وکلام کے مسائل دریافت کرتا جو مسلک پسند آتا اختیار کرتا، چنانچہ محدث وفقیہ القفال مروزی کی بحث سے متاثر ہو کر حنفی مذہب سے علیحدگی اختیار کر کے شافعی مسلک اختیار کیا یعنی مسلک محدثین میں شامل ہو گیا۔ جب اسکا بیٹا سلطان مسعود تخت نشیں ہوا تو اس نے بھی علم اور علماء کی قدردانی میں اپنے باپ کی روش کو قائم رکھی اور علوم اسلامیہ کو زندہ رکھنے میں کارہائے نمایاں انجام دیا، قاضی ابومحمد اور شیخ ابوالمنصور اس کے عہد کے ممتاز اہل علم تھے جنہوں نے علم کی قندیلیں روشن کر رکھی تھیں آخر الذکر کو سلطان مسعود نے تعلیم وتدریس کیلئے سن ۴۲۶ھ میں لاہور بھیجا تھا۔

ہندوستان میں غزنوی دور کے خاتمہ کے بعد غوری خاندان کی حکومت قائم ہوئی اور اس خاندان کے آخری تاجدار سلطان شہاب الدین غوری تھے جنہوں نے علم کے فروغ و احیاء میں غزنوی حکومت کی روش کو برقرار رکھا، مصنف تاریخ ملت نے سلطان شہاب الدین غوری اور ان کے دور کے کچھ علماء کے احوال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ''وہ خود صاحب علم تھا فقہاء اور علماء اس کی مجلس میں پابندی سے شریک رہتے، فقہ اور دیگر علوم دین کے مسائل زیر بحث رہتے تھے بعض اہل علم شہاب الدین غوری کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے اور علم وعرفان کی خدمت کیلئے یہیں توطن اختیار کیا، چنانچہ سید کمال الدین عثمانی ترمذی مشہور علماء دین میں سے تھے وہ سلطان کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے کیتھل میں اقامت اختیار کر کے علم کی خدمت میں مصروف ہو گئے سن ۶۰۰ھ میں وفات پائی۔

سلطان شہاب الدین غوری کے بعد ہندوستان کے تخت وتاج کے مالک سلطان قطب الدین ایبک ہوئے یہ بھی علمی ذوق رکھتے تھے اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت میں نمایاں حصہ لیا، صدرالدین محمد بن حسن نظامی نیشاپوری اور شرف الملک ایبکی اس عہد کے نامور علماء تھے ان کے بعد سلطان شمس الدین التمش کے سر پر تاج ملوکیت رکھا گیا، جس نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ کی اشاعت میں زیادہ سرگرمی سے حصہ لیا اور جگہ جگہ مدارس قائم کئے۔

Marfat.com

غیاث الدین بلبن سن ۶۶۴ ھ میں تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا تو پھر علم کا بازار گرم ہوگیا اور علمی ترقی کا دور لوٹ آیا اس کی علم پروری نے دہلی کو علماء کا مخزن بنا دیا، چنانچہ امیر خسرو جو اس عہد کے مشہور شاعر تھے فرماتے ہیں کہ بخارا جو وسط ایشیا کا بہت بڑا مرکز علم و ہنر تھا اس وقت دہلی پر رشک کر رہا تھا، اور یہ سب غیاث الدین بلبن کی علم پروری اور علماء نوازی کے سبب سے تھا۔ جب خلجی خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو علم کا دور دورہ شروع ہوگیا اور سلطنت دہلی کی رونق بڑھ گئی، علماء وفضلاء دہلی میں آباد ہونے لگے مدارس میں درس وتدریس کا مشغلہ عام ہوگیا، درس دینے والے علماء کی تعداد صرف دہلی میں ۴۶ تھی یہ علمی ترقی خاص طور پر علاء الدین خلجی کے دور میں ہوئی جو سن ۶۹۵ ھ سے ۷۱۶ ھ تک ۲۱ سال تخت دہلی پر فرماں روا رہا۔

خلجیوں کے بعد حکومت کی باگ ڈور تغلقیہ خاندان کے ہاتھ میں آئی اس خاندان کے حکمرانوں میں محمد بن تغلق اور فیروز شاہ تغلق دونوں نے اپنے اپنے دور میں علام اسلامیہ کو خوب ترقی دی، محمد بن تغلق تو کٹر مذہبی آدمی ہونے کے ساتھ خود بھی علم وفضل میں یکتائے روزگار تھا، اس کے دور میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدارس علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت کر رہے تھے اور علماء کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خصوصی دسترخوان پر روزانہ ۲۰۰ علماء کھانا کھاتے تھے۔

فیروز شاہ نے جو مدارس قائم کئے تھے ان میں ایک فتح خاں کے مقبرہ کے پاس تھا دوسرا مشہور مدرسہ فیروز آباد میں تھا جو فیروز شاہی مدرسہ کے نام سے مشہور تھا، یہ مدرسہ بلحاظ عمارت وتعلیم اپنی نظیر نہ رکھتا تھا، اس مدرسہ کی عمارت بہت وسیع تھی اور اس کے گنبد بڑے شاندار تھے، یہ مدرسہ بہت بڑے بڑے باغ کے اندر تالاب کے کنارے واقع تھا ہر وقت سیکڑوں طلبہ اور کثیر علماء وفضلاء یہاں موجود رہتے تھے۔

سن ۷۹۰ ھ میں فیروز شاہ تغلق کے انتقال کے بعد ملک میں طوائف الملوکی شروع ہوگئی کئی خود مختار ریاستیں وجود میں آگئیں، اور ہندوستان کئی مختلف ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا اور باہم انتشار اور جنگ وجدال کا ماحول پیدا ہوگیا، ظاہر ہے ایسے حالات میں تعلیم وتعلم کو کون

Marfat.com

پوچھتا ہے یہ کیفیت ایک سو بیالیس سال تک باقی رہی، اس دوران مدارس ویران سے رہے تا آنکہ سن ۹۲۲ھ میں دہلی کے تخت پر مغلیہ خاندان کا پہلا فرمانروا ظہیر الدین بابر جلوہ افروز ہوا، اس نے دھیرے دھیرے اپنی حکومت کو مستحکم کرتے ہوئے دینی واسلامی تعلیم کی طرف توجہ مبذول کی۔

چنانچہ اس نے اور اس کے بعد اس کے بیٹے ہمایوں نے اسلامی علوم کی نشر واشاعت میں بھر پور حصہ لیا، ملک میں جا بجا مدرسے قائم ہوئے جن کے مصارف شاہی خزانے سے ادا کئے جاتے تھے، دو مدرسے بہت اہمیت کے حامل تھے ایک آگرہ میں جس کو شیخ زین الدین چلا رہے تھے دوسرا دہلی میں جس میں شیخ حسین مدرس تھے۔

جہانگیر نے عربی مدرسوں پر نئے سرے سے توجہ دی اس کے عہد حکومت میں بہت سے ویران مدرسے آباد ہو گئے، اس نے تعلیمی ترقی کے لئے یہ قانون نافذ کیا کہ جو تاجر کسی غیر دیار میں فوت ہو جائے اور اس کے وارثوں کا پتہ نہ چل سکے یا شہر ہی کا کوئی ایسا دولت مند وفات پا جائے جس کے ورثاء موجود نہ ہوں تو اس کے مال ومتاع کو شاہی خزانے میں جمع کرنے کے بجائے ان سے مدرسے اور دوسری مفید عمارتیں تعمیر کر دی جائیں، چنانچہ اس فرمان سے ہندوستان میں بکثرت مدرسے قائم ہوئے۔ اور اسلامی علوم کے درس وتدریس کا بازار گرم ہو گیا اور روز افزوں ترقی ہونے لگی۔

جہانگیر کے بعد جب شاہجہاں کا دور آیا تو اس نے بھی علوم اسلامیہ کے فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک کے مختلف علاقوں میں تعلیم وتعلم کیلئے مدرسے قائم کئے، لاہور، احمد آباد، دہلی، جونپور، بہار ایسے علمی مراکز تھے جس میں ہندو بیرون ہند سے طلبہ آ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

اور علوم اسلامیہ کے لئے سنہری دور اس وقت آیا جب ہندوستان کے تخت وتاج پر ابو المظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر متمکن ہوا، اس نیک دل بادشاہ نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ کی وہ خدمت کی ہے اور علوم اسلامیہ کو وہ فروغ حاصل ہوا ہے جسکی نظیر ملنی مشکل ہے، اس کے دور کی تعلیمی ترقیوں کا نقشہ مصنف تاریخ ملت اس طرح کھینچتا ہے: عالمگیر کے

Marfat.com

عہد کی تعلیمی ترقیاں برصغیر ہندو پاک میں یہاں کے شاہان سلف سے بڑھ کر تھیں، مرکزی شہروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے شہروں اور قصبات اور شرفاء کی بستیوں میں تعلیم پھیلانے کے لئے منجانب حکومت نیز امراء کی جانب سے بھی مدرسے قائم کئے گئے، یہ مدارس علماء کے مدرسوں کے علاوہ تھے طالب علموں کے لئے وظیفے جاری کئے اور ذاتی مدرسے جن علماء کے تھے ان کو اور سرکاری مدارس کے مدرسین کو معیشت کی طرف سے فارغ البال کیا جاگیریں عطا کیں، عالمگیر کے عہد میں دونوں قسم کے مدرسے قائم تھے شاہی مدرسے جن کے پورے مصارف حکومت کی طرف سے ادا ہوتے تھے، جن کا انتظام وانصرام بھی حکومت کے متعلق تھا، دوسرے وہ مدرسے جو ارباب خیر اور علماء دین نے خود اپنی طرف سے جاری کیا تھا، عالم گیر نے پہلے قسم کے مدرسوں کے لئے صوبہ میں انتظام کر دیا تھا کہ مدرسین اور طالب علموں کی تنخواہ اور وظیفے اسی صوبہ کے خزانے سے ادا کئے جائیں اور غیر سرکاری مدرسوں کو وقتاً فوقتاً شاہی خزانے سے امداد دیا کرتا تھا (ص ۱۴۸ جلد یازدھم)

اس کے عہد میں علماء، محدثین، مفسرین، فقہا کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جو عالمگیر کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کے سبب ہندوستان میں علوم اسلامیہ کو فروغ دینے میں مصروف تھی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

ملا جیون، مولانا نور الدین احمد آبادی، مولانا نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا محبّ اللہ بہاری، میر مبارک بلگرامی، شاہ عبدالرحیم دہلوی وغیرھم، عالمگیر کے علمی کارناموں میں اس کا یہ کارنامہ بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس نے اپنے دور کے معزز علماء کے اجتماع واشتراک سے فتاوی کی ایک کتاب مرتب کرائی جو فتاوی عالمگیر شاہی کے نام سے موسوم ہے، اس کتاب کی تیاری میں تقریباً دو لاکھ روپئے صرف ہوئے۔

از: مولانا عبدالعلیم ماہر
صدر مدرس جامعہ دارالتوحید
مینا عیدگاہ، ضلع بستی (یو۔پی)

• • •

Marfat.com

# توحید اور ہندوستانی مصنفین

تاریخی مطالعہ سے ثابت ہے کہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد اور اس کے بعض اطراف میں اسلامی شعاعوں کا ظہور، بعض صحابہ رسول ﷺ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے ورود سے مسعود و مفتخر ہے، گویا ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کی تاریخ، خیر القرون کے ان پاکیزہ علوم سے مرتبط ومنسلک ہے جن کے اساسی مصادر ''کتاب اللہ اور سنت رسول'' اور بنیادی مادے ''توحید إلٰہ اور اعتصام بالسنۃ'' کی حدود سے متجاوز نہیں تھے، چنانچہ چوتھی صدی ہجری تک کے منتشر اوراق میں علوم اسلامیہ کی جو جھلکیاں نظر آئی ہیں ان میں یہ تاریخی حقیقت بالکل نمایاں ہے، مثلاً تیسری اور چوتھی صدی ہجری کا ایک ایرانی جہاز راں ''بزرگ بن شہریار'' اپنے سفر نامہ ''عجائب الہند'' میں لکھتا ہے:

''ہندوستان کا ایک بہت بڑا راجہ جس کا نام مہروک بن رائق تھا سن ۲۷۰ھ میں امیر منصورہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھ کر فرمائش کی کہ ہندی زبان میں اس کے لئے اسلامی احکام وقوانین کی تفسیر وتشریح کی جائے، امیر عبداللہ نے ایک عراقی نژاد شخص کو بلایا، یہ شخص بہت ذہین اور ہندوستان کا پروردہ و پرداختہ ہونے کی وجہ سے یہاں کی مختلف زبانوں کا عالم اور باکمال شاعر تھا، امیر نے اس سے راجہ موصوف کی فرمائش بتائی تو اس نے ایک قصیدہ تیار کیا اور اس میں وہ تمام باتیں جو راجہ چاہتا تھا بیان کر دیں، اس قصیدہ سے راجہ اتنا خوش ہوا کہ خط لکھ کر قصیدہ نگار کو اپنے پاس بلا لیا، وہ راجہ کے پاس تین سال رہا، منصورہ واپس جا کر امیر سے بیان کیا کہ راجہ نے مجھ سے ہندی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی فرمائش کی تھی، چنانچہ میں نے سورہ ﴿یسیـــن﴾ تک تفسیر لکھی، اور جب راجہ کے سامنے ارشاد الٰہی ﴿قال من یحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الذی أنشاھا أول

Marfat.com

مـرة و هوبكل خلق عليم ﴾ کی تفسیر بیان کی تو کہا اس کی تفسیر پھر سے بیان کرو، جب میں نے دوبارہ بیان کیا تو وہ جواہرات سے مرصع اپنے بیش قیمت تخت سے اتر کر زمین پر چلنے لگا، حالانکہ زمین پانی کے چھڑکاؤ کی وجہ سے گیلی تھی مگر وہ اپنا رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ یہی اصلی پروردگار معبود ہے جو ازلی وابدی ہے اس کا کوئی ہمسر و مشابہ نہیں (۱)''۔

عرب سیاح محمد بن احمد بشاری مقدسی نے اپنی کتاب ''احسن التقاسیم'' (سن تالیف ۳۷۵ھ) میں لکھا ہے:

''ملک سندھ کے مسلمانوں میں اکثر اہلحدیث ہیں اور میں نے یہاں داودی مذہب کے امام قاضی ابومحمد منصوری کو دیکھا کہ وہ صاحب تدریس وتصنیف تھے، انہوں نے متعدد اچھی کتابیں لکھی ہیں (۲)''۔

اس طرح کی مثالیں اور نمونے تاریخ وسیر کے اوراق میں تتبع اور تلاش سے دریافت ہو سکتے ہیں لیکن اس قسم کا کوئی تاریخی مجموعہ، علمی ذخیروں میں ناپید ہے، کیونکہ چوتھی صدی ہجری تک ہندوستان میں مسلمانوں کو استقلال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اسلامی علوم وفنون کی خدمت میں مساہمت کے وہ مواقع ہاتھ نہ آ سکے جو سلطان محمود غزنوی کی فتح ہند کے بعد حاصل ہوئے، اسی لئے اسلامی مؤرخین نے ہندوستان کی علمی تاریخ کا آغاز اس عہد سے کیا ہے جب مسلمانوں نے ہندوستان فتح کر کے زمام حکومت سنبھالی۔

اسلامی علوم وفنون سے متعلق ہندوستان کے مختلف النوع کارناموں میں تصنیفات اور مدارس کا حصہ خاص اہمیت رکھتا ہے، لیکن چودہ صدیوں کے ان دو عظیم کارناموں کا اجمالی تعارف پیش کرنا بھی جوئے شیر لانا ہے اس لئے ہم نے ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کے تصنیفی کارناموں کا ایک سرسری مختصر جائزہ لیتے ہوئے اسلام اور دین خالص کے صرف بنیادی اور اولین علم ''علم توحید'' سے متعلق تصنیفات کے بارے میں اپنی محدود

---

(۱) ہندوستان عربوں کی نظر میں (ج ۱ ص ۱۹۲-۱۹۶)

(۲) ہندوستان عربوں کی نظر میں (ج ۱ ص ۳۹۰)

Marfat.com

معلومات کا ناقص مرقع اس مقالہ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

پانچویں صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری تک کا طویل عرصہ مسلم سلاطین کا شاندار دور حکومت ہے، اس طویل دور حکومت میں اسلامی علوم سے متعلق تصنیفی کارناموں کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس وقت کے علماء و مشائخ نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی، علم کلام، عقلی، علم نجوم، تصوف وطریقت اور فقہ حنفی کی تشریح وتحشی میں اپنے علم وفضل کے جوہر دکھائے ہیں، جس کے نتیجہ میں اسلام کا سنگ بنیاد ''علم توحید'' عقلی علوم وفنون اور دماغی اوہام وشکوک کی وادیوں میں گم ہوگیا، چونکہ اس زمانے کے تمام اسلامی ممالک میں تقلید کا دور دورہ تھا اس لئے بیشتر علمی کارنامے بھی تقلیدی تھے، عرب، ایران اور ماوراء النہر کے تمام علوم وفنون ہندوستان میں منتقل کرنا سب سے بڑا کارنامہ تھا، ان علوم کی توسیع سے اسلامی علوم کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اس کے متعلق سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرح اظہار خیال فرمایا ہے:

''متاَخرین کے ان شروح حواشی نے اصل فن کا خون کردیا، چنانچہ اس عہد کی دماغی پیداوار زیادہ تر لفظی مباحث، اعتراضات وشکوک اور ردوبدل ہیں، اس دور میں اسلامی علوم وفنون میں سوائے نقل وتقلید اور بحث ومناظرہ کے ایک ذرہ اضافہ نہیں ہوا (۱)''۔

سید مرحوم نے صرف اصل فن کی تباہی کا گلہ کیا ہے حالانکہ اکبری دین میں اسلامی عقائد کے تحفظ اور دفاع کے بجائے مراسم شرک وکفر کو علماء ومشائخ کی سرپرستی نے اس قدر فروغ دیا کہ آداب دربار شاہی کے عنوان سے اکبر کے قدموں کو سجدہ کرنا واجب قرار پایا، اس دور کا پہلا مرد موحد جس نے اپنی زبان وقلم سے اس مشرکانہ رسم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنے ملفوظات ومکتوبات کے ذریعہ توحید خالص کے احیاء کی طرف اپنی جہود مخلصہ مرکوز کردی وہ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے، آپ نے دربار شاہی میں اکبر کے روبرو توحید پرستی پر اپنی استقامت کا اظہار اور درباری مراسم شرک کا رد اپنے قول وعمل سے اس جرأت کے ساتھ کیا کہ گوالیار میں قید وبند کو آفریں کہنا پڑا،

---

(۱) رود کوثر ص ۲۳۳۔

Marfat.com

توحید اور دین خالص کے احیاء کیلئے آپ نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کے نقوش آج بھی مکتوبات کی شکل میں محفوظ ہیں۔

اس دور کا دوسرا صاحب قلم مرد موحد، اکبری دربار کا ملک الشعراء ابوالفیض فیضی ہے، اس کی ابتدائی زندگی تعقل پرستی کی اسیر رہی، اسلئے ملا بدایونی نے اس پر الحاد و بے دینی کے الزام کی تلوار بے نیام کردی، لیکن اس کے نہاں خانۂ دل میں توحید اور اخلاص فی الدین کی دبی ہوئی چنگاریوں نے اس کا ہر وار خالی کردیا، اس کی عربی دانی کیساتھ توحید پرستی کا اندازہ اس کی تفسیر ''سواطع الالھام'' سے بخوبی ہوسکتا ہے، ۷۵/اجزاء پر مشتمل یہ تفسیر صنعت ابہام میں یعنی بغیر نقط عبارت کا اعلیٰ شاہکار ہے اہل تحقیق نے اس قلمی شاہکار سے اس کے موحد مسلمان ہونے پر استدلال کیا ہے۔

فیضی کا دوسرا علمی و اسلامی شاہکار، دوسو (۲۰۰) نعتیہ اشعار پر مشتمل ''نلدمن'' کے نام سے معروف ہے، ان اشعار میں پورے جوش کے ساتھ توحید پرستی کا علم بلند کرتے ہوئے تقلید پرستی کو اپنے واہمہ سے جھٹک پھینکا ہے، ''نلدمن'' میں توحید اور تقلید کا مضمون حسب ذیل رباعیوں سے بخوبی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

آں نیست کہ ما ارض وسما نشناسیم　　سرّ قدر و را ز قضا نشناسیم
ایں ھزدہ ہزار عالم وآنچہ دروست　　نشناختہ بہ اگر ترا نشناسیم
یارب قدمے براہ توحیدم دہ　　شوقے بہ نہاں خانۂ تجریدم دہ
دلبستگی بسرّ تحقیقم بخش　　آزاد گئے ز قید تقلیدم دہ (۱)

اکبری حکومت کے بعد تقلیدی علوم کی گرم بازاری میں علم توحید نے نئی کروٹ لی، علماء تصوف اور مشائخ طریقت نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی مخترعانہ بحثوں کے کثیف گرد میں اصل توحید اسلامی کو دفن کردیا جس سے خالص علم توحید کے پچھلے تمام کارنامے اور مساعی مخلصہ ماند پڑگئیں۔ یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری میں حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کا ظہور ہوا، آپ کے موحدانہ کارنامے اور مجاہدانہ مساعی نے ظلمت کدہ ہند

---

(۱) رودکوثر ص ۲۳۳۔

Marfat.com

میں خالص اسلامی علوم وفنون کی روشنی پھیلائی اور گراں قدر علمی سرمایہ امت اسلامیہ کو عطا کر کے جو احسان عظیم فرمایا ہے وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تقلید اور فقہ پرستی کے تنگ و تاریک دور میں توحید اور اسلامی عقیدے کے موضوع پر پہلی بار حضرت شاہ صاحب مرحوم کا قلمی شاہکار حسن العقیدۃ کے نام سے منظر عام پر آیا، اس کے بعد آپ کے پوتے سید اسماعیل شہید دہلوی کی انقلاب انگیز دو کتابیں ردالاشراک عربی میں اور تقویۃ الایمان اردو میں شائع ہوئیں، ان کتابوں میں توحید خالص کو اس طرح نکھارا گیا ہے کہ تقلید اور شرک و بدعت کی سرزمین ہند لرز اٹھی، تقلیدی علوم میں بھونچال آ گیا، علماء تقلید اور مشائخ طریقت کی شان مسجودیت اپنی پوری قہرمانیوں اور جنگ سامانیوں سے مسلح ہو کر توحید خالص کی اس صدائے حق کو کچلنے کے درپے ہو گئی، لیکن اللہ وحدہ لا شریک لہ کی شان یکتائی نے اس جسارت و بغاوت کو مہلت دینا گوارہ نہ کیا، اس کے غیور مزاج کے آگے شرک و بدعت کا سنگین محاذ بکھر گیا، ارباب جبہ و دستار کے توپ خانوں سے اٹھنے والی گھن گرج کا طلسم ٹوٹنے لگا، تقویۃ الایمان سے پھوٹنے والا نور توحید، ظلمات شرک و بدعت کی موجوں سے ہنستا کھیلتا بے خطر پھیلتا گیا، جس طرح چراغ سے چراغ جلتا ہے اسی طرح اس مشعل توحید سے بہت سی مشعلیں روشن ہوتی گئیں یہاں تک کہ آخری دو صدیوں میں علم توحید کی روشن مشعلوں کا عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔

اسی زمانے میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التوحید ہندوستان پہونچی، مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا، اس میں ایک طرف اصل کتاب التوحید کا متن ہے اور دوسری طرف اس کا ترجمہ، پھر عرصۂ دراز کے بعد مولانا محمد سورتی مرحوم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات و سوانح کے ساتھ بہترین اردو ترجمہ کر کے شائع کیا، زمانۂ حال میں بھی کچھ نئے ترجمے شائع ہوئے ہیں۔

اس سلسلے کی ایک اہم کڑی معیار الحق ہے جو شیخ الکل فی الکل حضرت میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا منفرد علمی شاہکار ہے، یہ کتاب اپنی قوت دلائل اور ناقابل تردید براہین کی وجہ سے توحید کی ضد تقلید کے بخیے ادھیڑنے میں لاثانی ہے۔

Marfat.com

تیرھویں صدی ہجری کی نامور ہستی علامہ سید نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور سخاوت وفیاضی سے اسلامی علوم وفنون کے اتنے چشمے پھوٹے کہ عرب وعجم سبھی سیراب ہوئے، آپ نے توحید خالص اور دین صافی کے علمی خزانے میں قلمی جواہرات کا جو بیش بہا اضافہ فرمایا ہے وہ امت اسلامیہ کے لئے مستقل سرمایۂ ایمان ہے، عربی زبان میں آپ کی ایک عظیم تصنیف الدین الخالص کی جلد اول توحید الٰہی کے تمام پہلوؤں پر محیط ایک جامع شاہکار ہے، اس کے علاوہ بھی اس موضوع پر آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرما کر توحید اور شرک کے اصلی چہرے بے نقاب کئے ہیں۔ توحید کے سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سورۃ الفاتحہ اپنے رموز واسرار کے لحاظ سے اس انداز کی تفسیر ہے کہ اس سے پہلے اس طرز کی تفسیر نہیں مل سکتی، خصوصاً توحید ربوبیت کی بحث میں مولانا آزاد مرحوم متقدمین ومتأخرین سب میں منفرد نظر آتے ہیں، اس کا مطالعہ اہل علم کو نئی روشنی عطا کرتا ہے۔

سرزمین دہلی میں تقویۃ الایمان کے ذریعہ جو غلغلہ پیدا ہوا تھا اور جس کے ذریعہ قلعہ دہلی کی فصیل میں توحید خالص کے نفوذ کرنے کے لئے روزن پیدا ہو گئے تھے، اسی طرز کی غلغلہ انداز شخصیت بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں مولانا محمد جونا گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، ان کے مواعظ نے شاہ اسمٰعیل شہید کے مواعظ کا اور ان کی موحدانہ تالیف نے شاہ صاحب کی تقویۃ الایمان کا مؤثر اکردار ادا کیا ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ وشکر جھودھم الطیبۃ۔

حرف آخر: ہندوستان کے علماء اسلام نے توحید کے سلسلے میں جو تصنیفی کارنامے انجام دیئے ہیں ان تمام کا تعارف پیش کرنے سے ہماری محدود معلومات قاصر ہے، اس لئے ہم اس مختصر مقالے میں علم توحید کے چند چیدہ چیدہ نقوش خالدہ کے اجمالی تعارف کے بعد مخصوص تصنیفات مع اسماء مصنفین کی سرسری فہرست پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

## کتب عقیدۂ توحید

| نام کتاب | زبان | نام مصنف |
|---|---|---|
| ۱۔ حسن العقیدۃ | عربی | حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲-ردالاشراک | | ,, | شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ |
| ۳-تقویۃ الایمان | اردو | ,, | ,, |
| ۴-معیارالحق | فارسی | شیخ الکل حضرت میاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ | |
| ۵-الدین الخالص | عربی | علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ | |
| ۶-النصح السدید لوجوب التوحید | اردو | ,, | ,, |
| ۷-مرادالمرید فی اخلاص التوحید | ,, | ,, | ,, |
| ۸-منہاج العبید الی معراج التوحید | ,, | ,, | ,, |
| ۹-اخلاص الفواد الی توحید رب العباد | ,, | ,, | ,, |
| ۱۰-الانفکاک عن مراسم الاشراک | ,, | ,, | ,, |
| ۱۱-دعایۃ الایمان الی توحید الرحمٰن | ,, | ,, | |
| ۱۲-اللواء المعقود لتوحید الرب المعبود | ,, | ,, | ,, |
| ۱۳-ملاک السعادۃ فی افراد اللہ تعالیٰ بالعبادۃ | ,, | ,, | ,, |
| ۱۴-اخلاص التوحید للمجید الحمید | ,, | ,, | ,, |
| ۱۵-عقیدۃ سنی | ,, | ,, | ,, |
| ۱۶-الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح | عربی | ,, | ,, |
| ۱۷-قطف الثمر فی بیان عقیدۃ اھل الاثر | ,, | ,, | ,, |
| ۱۸- فتح الباب لعقائد اولی الالباب | اردو | ,, | ,, |
| ۱۹-الجوائز والصلات | عربی | نواب نورالحسن خاں | |
| ۲۰-ردالشرک | فارسی | ولایت علی عظیم آبادی | |
| ۲۱-تبیان الشرک | ,, | ,, | ,, |
| ۲۲-بت شکن | ,, | عنایت علی عظیم آبادی | |
| ۲۳-نسیم الحرمین | عربی | کرامت علی جونپوری | |
| ۲۴-قوۃ الایمان | ,, | ,, | ,, |

Marfat.com

| نام کتاب | زبان | نام مصنف |
|---|---|---|
| ۲۵-اسلامی عقائد | اردو | ابوسعید محمد حسین بٹالوی |
| ۲۶-سجدۂ تعظیم | ,, | ,, |
| ۲۷-کشف النقاب عن وجہ المشاھد القباب | ,, | سید ابوالعلا نظر احمد سہسوانی |
| ۲۸- توحید محمدی | ,, | مولانا محمد جونا گڈھی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۹-ایمان محمدی | اردو | مولانا محمد جونا گڈھی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۰-عقائد محمدی | ,, | مولانا محمد جونا گڈھیؒ |
| ۳۱- عقیدہ محمدی | ,, | ,, |
| ۳۲-اسلامی عقائد | ,, | مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۳-توحید و تثلیث | ,, | ,, |
| ۳۴-کلمۂ توحید | ,, | مولانا عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۵-اثبات التوحید | ,, | مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۶-اسلامی توحید | ,, | مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۳۷-تراجم کتاب التوحید | ,, | مولانا عبدالحلیم شرر و مولانا محمد سورتی و مولانا مختار احمد ندوی وغیرھم |
| ۳۸-ترجمہ تیسیر العزیز الحمید | ,, | مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی |

(مولانا محمد الاعظمی)
شیخ الجامعۃ العالیۃ العربیۃ
مئوناتھ بھنجن (یو، پی)

• • •

Marfat.com

# علماء ہند اور عربی ادب

تاریخ ہند کا معمولی طالب علم جانتا ہے کہ علم وفن کا کوئی ایسا میدان نہیں ہے جس میں علماء ہند نے قدم نہ رکھا ہو تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف، طب وحکمت، منطق وفلسفہ، اور سیاست وسائنس وغیرہ علوم وفنون کے تمام میدانوں میں ہندوستان نے بڑی ہی باکمال شخصتیں پیدا کی ہیں۔

## عربی زبان وادب اور ہندوستان

اس وقت میرا مطمح نظر مسلمانوں کے تمام علمی ودینی کارناموں کا احصاء نہیں بلکہ مسلمانوں کے ان کارناموں اور سرگرمیوں کا تذکرہ پیش نظر ہے جو عربی زبان وادب سے متعلق ہیں عربی زبان میں بحیثیت زبان وادب علماء ہند کے کارناموں کے چار حصے ہیں پہلا حصہ عربی لغات کی تالیف، دوسرا حصہ فلسفۂ زبان اور علوم عربیت کے موضوع پر تصنیف وتالیف، تیسرا حصہ شعروسخن، صحافت اور عربی دواوین وغیرہ کی شرح وتعلیق، چوتھا حصہ عربی مجلّات وجرائد کا اجراء واہتمام، اور عربی زبان وادب کی وہ سرگرمیاں ہیں جو مختلف ہندوستانی مدارس وجامعات کے زیر اہتمام جاری وساری ہیں۔

## مستند قوانین ومعاجم اور لسانی کتابیں

عربی لغت اور فلسفۂ زبان کے موضوع پر کسی عجمی النسل ہندوستانی کا قلم اٹھانا اس کے باکمال اور باذوق ہونے کے دلیل ہے اور بحمد اللہ ہندوستان میں ایسے علماء کی کمی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ علماء ہند کی بیشمار تصانیف اس موضوع پر پائی جاتی ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی علمی وادبی خدمت ساتویں صدی ہجری کے مشہور امام لغت وحدیث حسن بن محمد بن حسن بن حیدر صغانی لاہوری صاحب مشارق الأنوار (۵۷۷-۶۵۰ھ) کی ہے جن کی تالیف ''العباب الذاخر'' اہل علم میں مشہور ہے، مگر افسوس یہ کتاب ناتمام ہے۔

Marfat.com

دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث ومحقق اور ادیب علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی (۹۱۳-۹۸۶ھ) جوعلامہ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے، اور جنہوں نے اپنی زندگی بدعات و خرافات کے استیصال میں گزاری، ان کی مشہور تصنیف ''مجمع بحارالانوارفی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار'' مفردات قرآن وحدیث کی عظیم تحقیقی ڈکشنری ہے۔ یہ عربی زبان میں ہےاوران کی عربی دانی اورقوت تحریر کی بہترین آئینہ دار ہے۔

یہ کتاب چار جلدوں میں ساڑھے سولہ سوصفحات پر مشتمل ہے آخری جلد بطور خاتمہ و تکملہ کے ہے جس میں تشریح مفردات کے ساتھ اصطلاحات حدیث وغیرہ پر مشتمل نفیس مباحث ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے ماہر لغت علامہ سید مرتضی بن محمد بلگرامی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ) جوزبیدی کے نام سے مشہور ہیں ان کی کتاب ''تاج العروس فی شرح القاموس'' تعارف و تعریف سے بالاتر ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کی عظیم علمی وادبی شخصیت علامہ عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری (م۱۲۶۷ھ) کی ادبی ولغوی خدمات تاریخ کبھی نہیں بھلاسکتی ان کی سب سے ممتاز خدمت عربی فارسی ڈکشنری ہے جو''منتھی الارب فی کلام العرب'' کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب چار ضخیم جلدوں اور باریک حروف کے تقریباً اکیس سوصفحات پر مشتمل ہے۔

علامہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی رحمہ اللہ عامل بالحدیث کی عظیم علمی و دینی شخصیت سے کون واقف نہیں ہے۔ انہوں نے احادیث کی ایک ڈکشنری اردو میں لکھی ہے جس کا نام ''انوار اللغۃ'' ہے جو''وحید اللغات'' کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب لغات احادیث کے ساتھ شرح احادیث پر بھی مشتمل ہے۔

قوامیس ومعاجم کے ہندوستانی مولفین میں علامہ محمود حسن خاں ٹونکی بھی قابل ذکر ہیں جنہوں نے ڈکشنری کے طرز پر مصنفین اسلام کے تذکرہ وتراجم پر اسی جلدوں میں ایک عظیم الشان جامع کتاب ''معجم المصنفین'' لکھی جو دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

Marfat.com

## دورحاضر کی چند ڈکشنریاں

ہندوستانی علماء نے دورحاضر میں بھی عربی زبان کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (۱۳۰۲-۱۳۷۳ھ) کی ڈکشنری ''لغات جدیدہ'' انتہائی مستند و مسلم ہے جس میں عربی زبان کے تقریباً ان پانچ ہزار الفاظ کی تشریح و تحقیق ہے جو دور حاضر میں عربی میں مستعمل ہیں۔ اور جن کے بغیر عربی خواں اخبارات و رسائل اور جدید تصنیفات سے متمتع نہیں ہو سکتے۔

اس لغت پر مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فاضلانہ مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں تمام عالمی زبانوں خصوصاً عربی زبان کے عروج و ارتقاء اور عربی زبان کے مؤلد و دخیل الفاظ پر محققانہ بحث کی ہے۔

نیز علامہ مسعود عالم ندوی (م ۱۳۷۳ھ) نے لغات جدیدہ پر جدید اضافہ کیا ہے اور اس پر ایک علمی و تحقیقی مقدمہ لکھا ہے جن میں عربی زبان کے جدید الفاظ و تراکیب کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور دور حاضر کے ادباء کے اسلوب و منہج پر بھرپور بحث و تنقید کی ہے اس اضافہ و مقدمہ نے ''لغات جدیدہ'' کی افادیت دوچند کر دی ہے۔

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دارالعلوم دیوبند کی عربی اردو ڈکشنری ''مصباح اللغات'' ان کے ادبی و لسانی ذوق کی واضح دلیل ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں مولانا بلیاوی نے ''المنجد'' پر اعتماد کیا ہے۔

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی کی ایک اور ڈکشنری ''اردو عربی ڈکشنری'' بھی ہے یہ بھی قابل قدر ہے اور قوامیس و معاجم میں ایک اہم اضافہ ہے،

دورحاضر کی ڈکشنریوں میں ایک مفید ڈکشنری ''القاموس الجدید'' ہے جس کے مؤلف مولانا وحید الزماں کیرانوی قاسمی استاذ ادب دارالعلوم دیوبند ہیں۔

''القاموس الجدید'' عربی سے اردو، اردو سے عربی، بیسویں صدی میں عربی زبان کی جدید اصطلاحات و محاورات کے موضوع پر ایک اچھا لغت ہے نیز اس کے دونوں حصے

Marfat.com

موجودہ ترقی یافتہ دور میں زبان وادب اور طرز تعبیر میں واقع ہونے والے تغیرات اور سائنسی، سیاسی اور صحافتی اصطلاحات وتعبیرات کے سمجھنے کیلئے انتہائی ممد ومعاون ہیں۔

## قرآنی ڈکشنریاں

قرآن مجید عربی زبان کے بنیادی سرچشموں میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اس لئے عربی ادب سے متعلق علمائے ہند کی خدمات کا ایک تابناک گوشہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے الفاظ اور مفرد کلمات کے لغوی معانی اور تشریحات الگ سے مرتب کیں اور کامیاب قرآنی ڈکشنریاں تالیف کیں۔

اس سلسلہ میں ہندو پاک کے عظیم محقق و مصنف علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک اپنی معلومات ہیں برصغیر ہندو پاک میں تقریبا ایک صدی قبل اس خدمت کی اولین سعادت اللہ تعالی نے علماء اہل حدیث کو بخشی جس کو محی السنۃ، مجدد علوم، علامۂ یگانہ مولانا نواب محمد صدیق حسن خاں قنوجی رحمۃ اللہ علیہ کے حسنات میں شمار کرنا چاہئے'' (مقدمہ تبویب القرآن)۔

ہندو پاک کی سب سے پہلی قرآنی ڈکشنری ''فتح المنان فی ترجمۃ لغات القرآن'' ہے جس کی تالیف جناب صدیق حسن خاں کے اشراف میں ہوئی، علامہ بھوجیانی لکھتے ہیں:

''نواب صاحب سے متعلق حضرت مولانا بدیع الزماں رحمۃ اللہ نے (جو مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ کے بڑے بھائی تھے) مکہ معظّمہ کے دوران قیام ۱۲۹۴ھ میں قرآن سے متعلق ایک کتاب ''سبیکۃ الذھب الابریز فی فھرس الکتاب العزیز'' تالیف فرمائی اور نواب صاحب کی خدمت میں روانہ کردی گئی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع صدیقی لاہور سے باہتمام مولانا محی الدین لاہوری طبع ہوئی ہے۔

دوسری قرآنی ڈکشنری ''عمدۃ لغات القرآن'' ہے جو بنارس (ہند) کے ایک اہلحدیث فاضل مولانا شہید الدین جعفری (م ۱۳۳۷ھ) کی تالیف ہے، یہ مختصر اور متداول کتاب ہے جس میں قرآنی لغات حروف تہجی کے اعتبار سے مع ترجمہ اردو مرتب ہے۔

Marfat.com

''عجائب البیان فی لغات القرآن مع نجوم الفرقان'' نام سے ۱۳۴۹ھ میں ایک کتاب مطبع نامی لکھنو (ہند) میں طبع ہوئی سائز ۲۲×۲۹ صفحات چار سو جسے ''عمدۃ لغات القرآن'' کا نقش ثانی کہا جا سکتا ہے۔

بیسویں صدی میں اس موضوع پر سب سے زیادہ کامیاب ڈکشنری ''لغات القرآن'' (اردو) شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی ہے۔

''قاموس القرآن'' بھی ایک قرآنی اردو ڈکشنری ہے جس کے مؤلف جناب مولانا قاضی سجاد حسین میرٹھی ہیں، اس میں تمام الفاظ قرآنی کے صحیح اردو ترجمہ اور ان کی مکمل صرفی ونحوی تشریح کے علاوہ جملہ وضاحت طلب الفاظ وکلمات پر سہل وشیریں زبان میں مختصر جامع اور مستند نوٹ لکھے گئے ہیں۔ (دیباچہ قاموس القرآن)۔

## فلسفۂ زبان اور علوم عربیت کی کتابیں

عربی زبان کے فلسفہ، اسرار وحکم اور کمالات ولطائف اور نحو وصرف بلاغت وغیرہ عربی علوم پر بھی ہندوستانی علماء کی تصنیفات وتالیفات نے عرب وعجم میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

علماء ہند میں وجیہ الدین عثمان بن حسین نے صرف کے موضوع پر ''المیزان'' اور ''میزان الصرف''، شیخ صفی الدین رودولوی نے ''دستور المبتدی''، شیخ جمال الدین گجراتی نے ''شرح زبدۃ الصرف''، محدث محمد بن طاہر پٹنی نے ''کفایۃ المفرطین'' کے نام سے ''شافیہ'' کی شرح لکھی، فن صرف کی کتابوں میں منشعب بھی ہے اس کے مصنف شیخ حمزہ بدایونی ہیں۔

علماء ہند نے فن نحو کی خدمت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب ''الارشاد'' وغیرہ، شیخ صفی الدین رودولوی صاحب غایۃ التحقیق شرح الکافیہ، شیخ عبدالنبی بن عبداللہ شطاری گجراتی صاحب حاشیہ شرح جامی قابل ذکر مصنفین ہیں۔

علمی وفنی اصطلاحات کے موضوع پر علامہ محمد علی بن شیخ علی حنفی تھانوی کی

Marfat.com

کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' ایک انسائیکلو پیڈیا ہے اسی موضوع پر مولانا عبدالنبی احمد نگری کی کتاب ''جامع العلوم'' ہے جو دستور العلماء کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ) کی کل تقریباً چار سو تصنیفات ہیں جن میں ۵۶ کتابیں عربی میں ہیں۔ان میں حسب ذیل کتابیں عربی زبان کے علوم،لغت وادب اورانشائے عربی کے موضوعات پر یگانۂ روزگار ہیں، البلغة الی وصول اللغة، تکمیل العیون بتعاریف العلوم و الفنون ، العلم الخفاق من علم الاشتقاق ، ربیع الادب، ابجد العلوم ، غصن البان المورق لمحسنات البیان ، لف القماط علی بعض ما استعمله العامة من المعرب والدخیل والاغلاط ، نفخ الطیب من المنزل والحبیب ، الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم المنثور منها والمنظوم ۔

نواب صاحب کی کتاب ''ابجد العلوم'' اسلامی علوم وفنون کے انسائیکلو پیڈیا کے طور پر لکھی گئی ہے،اس میں مختلف علوم وفنون کا تعارف اور علماء مشہورین کے حالات درج ہیں۔

علامہ نواب صاحب اردو، فارسی اور عربی کے بہترین شاعر بھی تھے نعت نبوی میں آپ کا عربی قصیدہ ''القصیدة العنبریة فی مدح خیر البریة'' مشہور ہے۔

علماء ہند میں جسٹس کرامت حسین کی کتاب ''فقہ اللسان'' اور مولانا سید سلیمان اشرف کی کتاب ''المبین'' عربی زبان کے موضوع پر بڑی ہی عظیم کوشش ہے یہ دونوں کتابیں عربی زبان کے فلسفہ اور اس کے وضع وتراکیب کے اسرار و لطائف پر کامیاب کتابیں ہیں اور اپنے مؤلفین کی ذہانت، عمیق نظر اور ادبی ولسانی ذوق کی واضح دلیل ہیں۔

فن بلاغت میں مولانا عبدالحمید فراہی (۱۲۸۰-۱۳۴۹ھ) کی کتاب ''جمهرة البلاغة'' بھی بڑی تحقیقی تصنیف ہے جس میں خالص عربی بلاغت کو اختیار کیا گیا اور عجمی بلاغت پر ناقدانہ بحث کی ہے۔

## ہندوستان کے ادباء وشعراء

علماء ہند عربی صحافت اور شعر وسخن میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں سرزمین ہند میں

Marfat.com

بہت سے عربی کے صحافی ونثر نگار شعراء پیدا ہوئے جن کی فہرست بڑی لمبی ہے۔

دوسری صدی ہجری میں ابو العطاء افلح بن یسار سندھی (م ۱۶۸۲ء) کا نام ادباء ہند میں سرفہرست ملتا ہے۔

اس کے کل ایک سو چونتیس اشعار ہیں جو اس کے کلام کے تنوع اور اس کی ادبی صلاحیتوں کی روشن دلیل ہیں۔

اسی طرح دوسری صدی و تیسری صدی ہجری کے ادباء و شعراء میں ابو ضلع سندھی، منصور ہندی، سندھی بن صدقہ، ابو الفتح محمد بن حسین شاہک، ہارون بن موسی ملتانی، مسعود بن سعید بن سلمان لاہوری وغیرہ انتہائی قابل ذکر ہیں، یہ اپنے دور کے انتہائی قادر الکلام شاعر تھے، ہارون بن موسی ملتانی کی ادبی شخصیت تو وہ ہے کہ اس کے چار قصیدے اور چھتیس اشعار ہاتھی کے دانت کے متعلق جاحظ نے اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الحیوان'' میں داخل کئے ہیں، (ہندو پاک میں عربی ادب ص ۱۴، ۱۵)

ابو الحسن عین الدین امیر خسرو دہلوی (۶۵۱-۷۲۵ھ) اردو فارسی کے ساتھ عربی زبان کے بھی عظیم ادیب و شاعر تھے۔

امیر خسرو کے عربی اشعار کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہے جن میں قدیم ادباء و شعراء کی فکری و ادبی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ابو الفضل فیضی اکبر آبادی (۹۵۴-۱۰۰۳ھ) بڑا ہی ثاقب الذہن و صائب الفکر شاعر تھا، اس کی عربی دانی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ علم الاخلاق پر ''موارد الکلم'' اور تفسیر قرآن میں ''سواطع الالھام'' غیر منقوط عبارت میں لکھی۔

شیخ نور الدین محمد صالح احمد آبادی گجراتی (۱۰۶۳-۱۱۵۵ھ) بلند پایہ شاعر تھے ان کے لئے عربی نظم میں کسی چیز کی حقیقت بیانی ایک آسان کام تھا، تیس ہزار اشعار پر مشتمل تفسیر سورہ بقرہ اور بارہ ہزار اشعار پر مشتمل ''التفسیر النورانی للسبع المثانی'' قلمبند کیا، (نزھۃ الخواطر ج ۲ ص ۳۹۱ بحوالہ سابق)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) تمام عربی مصنفین میں ایک جامع و

Marfat.com

ممتاز حیثیت کے مالک تھے نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے کہ ''اگر شاہ صاحب قدماء کے دور میں ہوتے تو امام وقت سمجھے جاتے۔

شاہ صاحب ایک باکمال شاعر بھی تھے، آپ کے فصیح و بلیغ اشعار سن کر یہ تصور ہوتا ہے کہ جیسے آپ کی پرورش و پرداخت بالائی ہوازن کے بادیہ میں یا زیریں بنو تمیم کی کسی خاتون کے آغوش میں ہوئی (اتحاف النبلاء، ابجد العلوم وغیرہ)۔

حسان الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶-۱۱۹۴ھ) ایک بڑے پایہ محقق ادیب اور مایۂ ناز شاعر تھے ان کی اکثر تصانیف نظم ہی میں ملتی ہیں، دس ہزار بیت میں شرح بخاری تا کتاب الزکاۃ، تین ہزار بیت میں ''شمامۃ العنبر فی ماورد فی الھند من سید البشر'' اور ''تسلیۃ الفواد فی قصائد آزاد'' چار ہزار بیت میں ''سند السادات فی حسن خاتمۃ السادات'' نو ہزار بیت میں ''غزلات الھند'' اور تین ہزار بیت میں دیوان عربی، ان کے علاوہ سات عربی دیوان ''سبع سیارہ'' کے نام سے لکھے (اتحاف النبلاء ص ۳۳۱)

شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۱۶۳ھ- ۱۲۳۳ھ) اور محدث کبیر شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) بلند پایہ عالم و محدث ہونے کے ساتھ باکمال شاعر بھی تھے ان کے اشعار کا زیادہ تر تعلق مدح نبوی سے تھا۔

مولانا عبدالعزیز بن احمد ملتانی ایک عظیم عامل بالحدیث عالم، مختلف علوم وفنون کے مصنف اور بلند پایہ شاعر تھے، تشہد میں، رفع سبابہ کے اثبات میں ان کا ایک منظوم رسالہ ہے۔

مولانا رشید الدین خاں دہلوی (۱۲۴۹ھ) تمام علوم متداولہ میں ماہر ہونے کے ساتھ عربی شاعری و نثر نگاری کا بھی بڑا اعلی ذوق رکھتے تھے، آپ کی نثر نگاری کا اسلوب مقفی و مسجع ہوتا تھا جس کے نمونے نزھۃ الخواطر وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

سید احمد یمنی شروانی (م ۱۲۰۰ھ) ایک بلند پایہ ادیب و شاعر تھے، آپ کی ادبی تصنیفات ''نفحۃ الیمن''، ''انشاء عجب العجاب'' اور ''الجوھر الوقاد فی شرح بانت سعاد'' وغیرہ ہیں، اور آپ کے مدحیہ قصائد کے مجموعے ''المناقب الحیدریہ'' اور ''شمس الاقبال'' مشہور ہیں۔ (نزھۃ الخواطر وغیرہ بحوالہ ہندو پاک میں عربی ادب)۔

Marfat.com

مولانا فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ) جزیرہ سیلون (لنکا) کے ایک عظیم شاعر و ادیب گذرے ہیں، ان کے عربی اشعار چار ہزار سے زیادہ ملتے ہیں جن میں اکثر مدح نبوی اور بعض کفار کی ھجو میں ہیں، ان کے کلام میں تجنیس کا فن زیادہ ملتا ہے، آپ کے مجموعۂ کلام کا نام ''مجموعۃ القصائد'' ہے جو قلمی ہے اور کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہے۔ (مخطوطہ ۶۱۵ رام پور بحوالہ سابق)

تیرہویں صدی ہجری کے ادباء و شعراء میں مولانا عبدالرحمٰن بقا غازی پوری اہلحدیث شاعر (م۱۲۸۱ھ) مفتی صدر الدین آزردہ (۱۲۰۴-۱۲۸۸ھ) شیخ احمد واعظ کشمیری (م۱۲۹۲ھ) شیخ عبدالرشید کشمیری اہلحدیث شاعر (م۱۲۹۸ھ) اور تاج العلماء علامہ نجف علی حنفی جھجرہ (م۱۲۹۹ھ) نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

علامہ نجف علی حنفی عربی ادب کے اچھے نثر نگار، اور دواوین عرب کے کامیاب شارح بھی تھے ان کی تصنیفات میں ''کافل الاسعاد''، ''سحر الکلام''، ''شرح مقامات حریری'' غیر منقوط عبارت میں، شرح دیوان متنبی، شرح قصائد بانت سعاد'' شرح قصیدۃ بردہ، شرح قصیدہ امالی وغیرہ ان کے انشاء و ذوق تحریر کے منفرد اسلوب کی دلیل ہیں (نزھۃ الخواطر و تذکرہ علماء ہند بحوالہ ہندو پاک میں عربی ادب)۔

تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے اہلحدیث ادباء و شعراء میں قاضی طلا محمد پشاوری (م۱۳۱۰ھ) شیخ محمد بن احمد ٹونکی (۱۲۷۳-۱۳۱۴ھ) ابو علی محمد بن ہاشم سورتی (۱۲۵۶-۱۳۱۵ھ) حکیم مختار مظفر پوری (م۱۳۲۰ھ) مولانا عبدالحمید صادق پوری (۱۲۴۵-۱۳۲۳ھ) مولانا عبدالجبار بن عبداللہ غزنوی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۱ھ) مولانا نعمت علی پھلواروی (۱۲۷۲ھ-۱۳۳۱ھ) مولانا عبدالغفور دانا پوری، مولانا عبدالجبار عمر پوری (۱۲۷۷ھ-۱۳۳۴ھ) مولانا حافظ عبدالمنان وفا غازی پوری (۱۲۹۳ھ-۱۳۳۷ھ) مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی (۱۲۶۲ھ-۱۳۴۰ھ) اور شیخ محمد بن حسین عرب انصاری (۱۲۷۳ھ-۱۳۴۴ھ) وغیرہ ہیں۔

مولانا ذوالفقار احمد بھوپالی نے علوم عربیت اور دوسرے علوم وفنون پر متعدد کتابیں

Marfat.com

بھی تالیف کیں جیسے ''محاسن المحسنین فی حکایۃ الصالحین''، ''الروض الممطور فی تراجم علماء شرح الصدور''، المبتکر فی المؤنث والمذکر'' اور ''طی الفراسخ فی منازل البرازخ'' وغیرہ۔

چودھویں صدی کے ممتاز اہلحدیث شعراء میں قاضی یوسف حسین خاں پوری (۱۲۸۵ - ۱۳۵۲ھ) مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (۱۲۷۵-۱۳۵۳ھ) مولانا ابوالمعالی محمد علی فیضی مئوی (۱۲۸۵-۱۳۵۳ھ) مولانا ابوالنعمان عبدالرحمان آزاد (۱۲۹۵-۱۳۵۷ھ) ابوالعلاء نظر بن احمد سہسوانی (۱۳۰۴ -۱۳۸۰ھ) سید اعجاز احمد سہسوانی (۱۲۹۴-۱۳۸۲ھ) اور خلیل بن محمد عرب یمانی (۱۳۰۴-۱۳۸۶ھ) وغیرہ ہیں۔

ان میں سید اعجاز احمد سہسوانی استحضار غرائب لغات ومحاورات عرب اور حل اشعار مشکلہ میں عدیم النظیر تھے، آپ کی بہت سی عربی تصانیف ہیں جن میں عربی زبان وادب سے متعلق ''تسلیۃ الفواد بترجمۃ بانت سعاد'' ''رشحات الکرم فی شرح نصوص الحکم'' اور ''توقیع الفرند فی تذکار ادباء الھند'' وغیرہ کتابیں امتیازی حیثیت کی مالک ہیں۔

نیز اس دور کے اہلحدیث ادباء میں علامہ محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ بھی بہت ممتاز ہیں انہوں نے سبع معلقہ کی بڑی ہی فاضلانہ ومحققانہ شرح لکھی ہے جس میں حل لغات اور شرح عربی میں ہے اور ترجمہ سلیس وشگفتہ اردو میں ہے۔

## چودھویں صدی کے ممتاز اہلحدیث ادباء

ہندوستان کے روشن دماغ اور عالی ظرف محقق ومصنف ومولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان میں چودھویں صدی ہجری کے تین مستند ادیب ہیں اور تینوں اہل حدیث، علامہ محمد بن یوسف سورتی، علامہ عبدالمجید حریری اور علامہ عبدالعزیز میمنی راجکوٹی رحمہم اللہ۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف سورتی (۱۳۰۷-۱۳۶۱ھ) علوم عربیۃ ودینیۃ بالخصوص لغت، عربی شاعری، تاریخ، انساب، اسماء الرجال اور تفسیر وحدیث میں آفاقی شہرت کے حامل تھے آپ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ ودہلی اور جامعہ رحمانیہ میں تدریسی فیوض عام کئے۔ آپ عربی شاعری پر بھی مکمل قدرت رکھتے تھے جس کے نمونے ''نزھۃ الخواطر'' وغیرہ

Marfat.com

میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(ہندو پاک میں عربی ادب ص۱۰۴،۱۰۵)۔

ادیب عصر علامہ عبدالمجید حریری بنارسی (م۱۳۹۱ھ) ادباء ہند کے سرخیل تھے، جن کی ملی وملکی خدمات قابل فخر ہیں۔

علامہ عربی، فارسی، اردو، انگلش، فرنچ، ترکی، روسی، اور بنگلہ جیسی سات زبانوں کے شہسوار تھے، ان تمام زبانوں میں موصوف کی تحریریں ادبی وبلاغی خوبیوں سے پُر ہیں۔آپ نے ہندو یونیوسٹی بنارس سے ایم اے، ایل ایل، بی کا امتحان بھی پاس کیا، دینی علوم اور قرآن پر بھی آپ گہری نظر رکھتے تھے، آپ کو بچپن ہی سے ادبی، لغوی اور لسانی علوم کی جانب رجحان ہونے کی وجہ سے ان علوم میں خصوصی امتیاز حاصل ہوگیا تھا۔

فاضل جلیل ادیب ولغوی علامہ عبدالعزیز میمنی (۱۸۸۸-۱۹۷۸م) عرب وعجم میں یکساں مشہور ہیں، اللہ تعالی نے آپ کو عربی لغت وادب کا فطری ذوق عطا کیا تھا، جس کی شہرت اس وقت ہوئی جب عربی علم وادب کے مسلم الثبوت استاد ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ محمد طیب مکی سے مستفیض ہوکر (۱۹۰۹م) میں پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کے امتحان میں یونیورسٹی میں اول آئے اور مشن کالج پشاور میں عربی وفارسی کے لکچرر ہوگئے۔

سن ۱۹۲۵م سے ۱۹۵۰م تک تقریباً پچیس سال تک مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں شعبہ عربی کے صدر کی حیثیت سے رہے، اسی دوران (۱۹۵۳م) میں ابوعلی القالی کی مشہور تصنیف ''الامالی'' پر حواشی لکھ کر ''سمط اللآلی'' کے نام سے قاہرہ میں چھپوائی، اور ''الطرائف الادبیۃ'' (جسے امام عبدالقادر جرجانی نے ابوتمام، بحتری، اور متنبّی کے دواوین سے منتخب کیا تھا) آپ کے حواشی اور ضروری تشریحات کے ساتھ شائع ہوئی، نیز ''لسان العرب'' کی تصحیح میں بھی آپ نے حصہ لیا۔

## بیسویں صدی کے کچھ اور شعراء ونثر نگار

بیسویں صدی کے ادباء وشعراء میں جناب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (۱۳۱۰-۱۳۹۵ھ) کو بھی بڑا امتیازی مقام حاصل ہے، آپ مولانا اشرف علی تھانوی کے بھانجے اور ہم زلف تھے، موصوف نے ''اعلاء السنن'' بیس جلدوں میں لکھی، عربی قصائد بھی لکھتے رہے، آپ

Marfat.com

کے قصائد کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں، ایک ''وسیلۃ الظفر فی مدح خیر البشر'' اور دوسرا ''نور علی نور'' ہے۔

اس دور کے شعراء وادباء میں مندرجہ ذیل اہلحدیث شعراء بھی عربی زبان وادب اور شعروشاعری وغیرہ میں بڑی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں:

شاعر بنگال مولانا عبداللہ ندوی (۱۸۹۷-۱۹۷۱م) مولانا عبداللہ شائق مئوی (۱۳۰۹-۱۳۹۴ھ) ابو المرتضی عصمت اللہ رحمانی مئوی (۱۳۱۹-۱۳۹۷ھ) علامہ عبدالغفور بسکوہری (م۱۳۹۹ھ) اور مولانا اقبال احمد عمری اعظمی (م۱۴۰۰ھ)

مولانا عصمت اللہ رحمانی کو متداول اسلامی علوم میں مہارت کے ساتھ اردو، عربی اور فارسی شاعری پر مکمل قدرت تھی، آپ کی تصنیف ''روض الأزھار فی مناقب الأخیار'' اردو، عربی اور فارسی ہر سہ زبان پر مشتمل ایک بہترین شعری مجموعہ ہے جس میں عربی زبان و ادب کا نکھار سب پر بالا ہے۔

مولانا عبدالغفور بسکوہری بستوی برجستہ قصیدہ گو تھے، ۱۹۵۵م میں جلالۃ الملک شاہ سعود کی ہندوستان میں آمد کے موقع پر ایک ترحیبی قصیدہ لکھا، ۱۹۶۱م میں اہلحدیث کانفرنس نوگڈھ میں عربی نظم استقبالیہ لکھی، اور فتاوی ثنائیہ وترجمہ ثنائی وغیرہ پر منظوم تقریظ لکھی، نیز اور بھی لاتعداد عربی نظمیں لکھیں کہ اگر انہیں اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم دیوان تیار ہو سکتا ہے۔

مولانا اقبال احمد عمری اعظمی بڑے ہی ظریف الطبع، ملنسار، خوش مزاج، برجستہ گو شاعر اور ادیب ولغوی تھے، آپ اپنے تعلیمی دور ہی میں اردو، عربی اور فارسی میں طبع آزمائی کرنے لگے تھے، میگزین (دارالسلام) میں آپ کے عربی مضامین و اشعار برابر شائع ہوتے رہے، اردو عربی کے بہت سے مجلّات موصوف کے بلیغ مدحیہ قصائد ومراثی سے مزین ہیں۔

دور حاضر کے ادباء ونثر نگاروں میں مندرجہ ذیل علماء ہند بہت امتیازی حیثیت کے حامل ہیں:

مولانا محمد الحسنی رحمہ اللہ بانی مجلّہ ''البعث الاسلامی'' دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو ایک

Marfat.com

بلند پایہ صحافی و ادیب اور فکر اسلامی کے علمبردار گزرے ہیں، جن کے اداراتی و افتتاحی مقالات کے مجموعے ''الاسلام الممتحن'' نے عرب وعجم میں بڑی مقبولیت حاصل کی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ ایک مؤرخ، بلند پایہ ادیب، سنجیدہ مفکر اور سرزمین ہند میں ادب اسلامی کے قائد ہیں۔ جن کی عربی تصانیف، مقالات اور محاضرات نے عالم اسلامی میں بڑی پسندیدگی ومقبولیت حاصل کی ہے۔

## عربی زبان وادب مجلّات وجرائد کے آئینہ میں

عربی زبان وادب کی خدمت اور نشر واشاعت کا ایک اہم میدان مجلّات وجرائد کا اہتمام بھی ہے، بحمداللہ یہ شعبہ بھی ہندوستان میں درخشندہ وتابندہ ہے، مختلف اوقات میں ہندوستان سے بڑی پابندی کے ساتھ متعدد عربی رسائل وجرائد نکلتے رہے اور اب بھی یہ مبارک سلسلہ جاری وساری ہے۔

پرانے مجلّات وجرائد میں ماہنامہ ''البیان'' عربی، لکھنو سے نکلتا تھا کلکتہ سے ہفت روزہ جریدہ ''الجامعۃ'' اور عربی کا شاہکار ماہنامہ ''نسیم الصبا'' لاہور سے نکلتا تھا۔ ماہنامہ ''الضیاء'' ندوۃ العلماء کا عربی ترجمان تھا، سن ۱۹۳۵ء میں ایک عربی رسالہ ''الرضوان'' نکلتا تھا۔

وہ مجلّات وجرائد جو بڑی پابندی کے ساتھ نکل رہے ہیں حسب ذیل ہیں حکومت ہند کی طرف سے سرکاری طور پر نکلنے والا مجلّہ ''ثقافۃ الھند'' اور جریدہ ''صوت الہند'' ہے یہ دونوں رسالے بڑی مدت سے نکل رہے ہیں ماہنامہ ''البعث الاسلامی'' ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں نکل رہا ہے۔

دعوت کتاب وسنت کا علمبردار ایک علمی وفکری ماہنامہ ''مجلۃ الجامعۃ'' جامعہ سلفیہ بنارس کے زیر اہتمام نکل رہا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا عربی ترجمان پندرہ روزہ ''الداعی'' ہے، پندرہ روزہ ملی واسلامی جریدہ ''الکفاح'' دہلی جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام نکل رہا ہے اور پندرہ روزہ جریدہ ''الرائد'' لکھنو بھی قابل ذکر ہے جو طلبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی طرف سے نکل رہا ہے۔

Marfat.com

## طلبۂ مدارس کی عربی انجمنیں

دور حاضر میں عربی زبان وادب کی سرگرمیوں کا ایک اہم میدان مدارس وجامعات کے طلبہ کی عربی انجمنیں ہیں جہاں طلبہ عربی صحافت وخطابات کی مشق کرتے ہیں۔

ہندوستان کے تمام ہی بڑے مدارس کی سرپرستی ونگرانی میں طلبہ کی عربی انجمنیں عربی زبان وادب کی خدمت میں رواں دواں ہیں۔

''النادی الأدبی'' طلبۂ دارالعلوم دیوبند کی عربی انجمن ہے، جس میں طلبہ ماہنامہ و پندرہ روزہ متعدد قلمی رسائل اور ہفت روزہ، ماہنامہ پروگراموں کے ذریعہ خوب خوب عربی صحافت وخطابت کی مشق کرتے ہیں۔

''النادی العربی'' طلبۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کی عربی انجمن ہے جہاں طلبۂ ندوہ عربی صحافت وخطابت کی مشق کرتے اور پھر اس کے ذریعہ ترجمہ وانشاء میں نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔

''ندوۃ الطلبۃ'' طلبۂ جامعہ سلفیہ بنارس کے تحت ''القسم العربی'' ہے جس کے ذریعہ طلبہ عربی صحافت وخطابت میں مہارت حاصل کرتے ہیں، جامعہ کے طلبہ ''المنار'' میگزین نکالتے ہیں، جس میں عربی، اردو، انگریزی، اور ہندی، مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی یہ کوشش قابل مبارکباد ہے۔

''النادی العربی'' جامعہ سراج العلوم بونڈھیار گونڈہ کی عربی انجمن ہے جس کے تحت طلبہ عربی خطابت وصحافت کی کوشش کرتے ہیں اور نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی مدارس وجامعات کے تحت طلبہ کی انجمنیں قائم ہیں جہاں طلبہ عربی صحافت وخطابت کی مشق کرتے ہیں۔

## ہندوستان میں عربی زبان وادب کا روشن مستقبل

یہ ہیں مسلمانان ہند کے وہ کارنامے جو عربی زبان وادب سے متعلق ہیں۔

عربی زبان وادب کے سلسلہ میں مسلمانان ہند کی سرگرمیوں کے اس تفصیلی جائزہ سے یہ بات بخوبی عیاں ہوجاتی ہے کہ مسلمانان ہند نے اپنے وطن عزیز کو جہاں تہذیب و

Marfat.com

تمدن، ثقافت وکلچر اور دوسری تعمیر وترقی کے میدان میں نمایاں کیا ہے، وہیں دوسرے علوم و فنون کے ساتھ عربی زبان وادب کے میدان میں بھی اسے چمکایا اور اونچا مقام دیا ہے۔

ہمارے سامنے واقعات وحقائق کا جو سرمایہ ہے اس کو دیکھ کر بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں عربی زبان وادب کے جدید طرز فکر، نئے زاویہ نگاہ اور جدید اسلوب و نگارش کا ایک خاص مکتب فکر وجود میں آئے گا، جو ادب، روحانیت ایمان اور دعوت واصلاح کا حسین سنگم ہوگا، انشاءاللہ۔

(مولانا ابوالعاص وحیدی)

جامعہ سراج العلوم بونڈھیار، گونڈہ، (یو، پی)

Marfat.com

# بہار کے مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی کی تعلیم اور اس کے مسائل

بہار صدیوں سے عربی زبان و ادب کے تدریس کا مرکز رہا ہے اس کا سلسلہ یہاں مسلمانوں کی آمد سے شروع ہوتا ہے، مسلمانوں کی آمد یہاں خلجی خاندان کے عہد حکمرانی میں شروع ہوئی۔ بہار کا فاتح بختیار خلجی تھا، اس کے بعد یہاں صوفیائے کرام آنے لگے۔ سب سے پہلے حضرت تاج فقیہ منیر تشریف لائے۔ پھر علماء، فقہاء اولیاء اور شعراء کی مسلسل آمد ہونے لگی۔ صوفیاء کرام میں حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انہوں نے رشد و ہدایت کے ساتھ عربی و فارسی زبانوں میں تالیفات و تصنیفات کے سلسلے کا بھی آغاز کیا۔ مغلوں کے زمانہ میں اگر چہ حکومت اور خواص کی زبان فارسی تھی مگر مذہبی زبان ہونے کی وجہ سے عربی کے درس و تدریس کو خاصا فروغ حاصل ہوا چنانچہ بہار کے گوشے گوشے میں مدارس عربیہ کا قیام عمل میں آیا اور ساتھ ہی خانقاہوں میں بھی عربی کی تعلیم جاری رہی۔

سن ۱۸۵۷م کے بعد ہندوستان پر جب انگریزوں کا اقتدار ہوا تو طریقۂ تعلیم میں بھی ایک نمایاں تبدیلی ہوئی، اسکولوں اور کالجوں میں بھی عربی کی باضابطہ تعلیم ہونے لگی۔ بہار کے مختلف ضلع اسکولوں میں عربی پڑھانے کے لئے عربی کے اساتذہ کی تقرری ہوئی، دوسری طرف ۱۹۲۲م میں بہار اینڈ اڑیسہ مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس سے بہار کے مختلف مدارس کا الحاق ہوا۔ اس میں تحتانیہ کے تین کلاس، چار وسطانیہ کے، دو فوقانیہ کے، دو مولوی کے، دو عالم کے اور دو فاضل کے مقرر ہوئے، فاضل میں ایم، اے کی طرح مخصوص مضمون میں زبان و ادب کی بھی تعلیم ہونے لگی، فاضل کا نصاب ایم، اے کے مساوی تھا اور اب بھی ہے، ۹ر مارچ سن ۱۹۷۹م کو مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کی جگہ، بہار اسٹیٹ مدرسہ

Marfat.com

ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کا قیام عمل میں آیا ۔ حکومت بہار نے ایک خود مختار ادارہ یعنی (AUTONOMAUSBOARD) بنادیا فی الحال بورڈ سے تقریبا پندرہ سو مدارس ملحق ہیں۔

بہار کے چند اہم مدارس مندرجہ ذیل ہیں:

۱-مدرسہ اسلامیہ شمس الھدی۔ پٹنہ۔

۲-مدرسہ عزیزیہ بہار شریف۔ نالندہ۔

۳-مدرسہ سلیمانیہ، پٹنہ سیٹی۔

۴-مدرسہ خانقاہ کبیریہ، سہسرام۔

۵- مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ۔

۶-مدرسہ وحیدیہ، آرہ۔

جو مدارس بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بوڈ سے ملحق ہیں انہیں مدرسہ عالیہ کہا جاتا ہے، دوسری طرف ایسے مدارس جہاں عربی کی تعلیم ہوتی ہے مگر وہ بورڈ سے ملحق نہیں اور پرائیوٹ طور پر چلتے ہیں انہیں مدرسۂ نظامیہ کہتے ہیں ان میں سے چند اہم مدارس درج ذیل ہیں:

۱-جامع العلوم، مظفر پور۔

۲- دارالعلوم لطیفی، کٹیہار۔

۳-مدرسہ قاسمیہ، گیا۔

۴-مدرسہ خیریہ، سہسرام۔

۵-مدرسہ امدادیہ، دربھنگہ۔

۶-مدرسہ حسینیہ، رانچی۔

۷-مدرسہ رحمانیہ، مونگیر۔

درس عالیہ کے نصاب کے مطابق وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات بورڈ کے ذریعہ ہوتے ہیں جو علی الترتیب مڈل، ہائی اسکول، انٹر، بی، اے اور ایم،

Marfat.com

اے کے مساوی ہیں پوسٹ گریجویٹ یعنی فاضل، ریسرچ اور ٹیچرس ٹریننگ کے لئے حکومت بہار نے انسٹی ٹیوٹ آف پوسٹ گریجویٹ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ ان عربک اینڈ پرشین لرننگ پٹنہ کے نام سے سن ۱۹۵۵م میں قائم کیا جہاں کے فارغ شدہ طلباء صوبائی اور مرکزی مقابلے کے امتحانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

مدرسہ میں وسطانیہ سے فاضل تک عربی ادب کے علاوہ فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، اور فلسفہ کی کتابیں عربی میں ہوتی ہیں۔ ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ پٹنہ میں عربی اور فارسی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز پر حکومت غور کر رہی ہے۔ اس کے قواعد اور ضوابط مرتب ہو چکے ہیں، مستقبل قریب میں اس کے وجود میں آنے کا امکان ہے۔

بہار کے مدارس اور یونیورسٹیوں میں بہت سے ذی علم علماء اور ممتاز اسکالرس پیدا ہوئے ہیں۔

اسی طرح مدارس اور یونیورسٹیوں میں اساتذہ کے علاوہ، بہار میں عربی زبان وادب کے بہت سے ممتاز اسکالرس پیدا ہوئے ہیں۔ جن کی تصانیف اور تالیفات مختلف اداروں میں داخل نصاب ہیں، ان میں:

(۱) مولانا ظہیر احمد شوق نیموی مولف ''آثار السنن''

(۲) مولانا شمس الحق ڈیانوی مولف ''عون المعبود''

(۳) مولانا محب اللہ بہاری مصنف ''سلم العلوم''

(۴) مولانا موہن بہاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے خانقاہوں میں بھی عربی کی تعلیم ہوتی تھی اور بڑے ذی علم علماء درس دیا کرتے تھے، ان میں مندرجہ ذیل علماء کرام خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱- شاہ بدرالدین صاحب، پھلواری۔

۲- شاہ محمد سلیمان صاحب، پھلواری۔

۳- شاہ فرزند علی صوفی منیری۔

۴- شاہ کمال دیوروی۔

Marfat.com

۵-مولانا محمد علی مونگیری۔

ان علماء کرام کی شہرت ہند اور بیرون ہند میں دور دور تک پھیل گئی، آج یہ بڑے حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ آزاد ہندوستان میں ایسے ذی علم لوگ کیوں نہیں ملتے، ان لوگوں کو بڑی کم تنخواہیں ملا کرتی تھیں لیکن اپنے تبحر علمی سے سارے ہندوستان کے اسکالرس کی توجہ ان لوگوں نے اپنی طرف مبذول کرالی تھی، آج اساتذہ اونچی تنخواہیں پاتے ہیں لیکن معیار تعلیم انتہائی پست ہو گیا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اساتذہ کی تقرری صلاحیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ پیروی اور ذاتی تعلقات پر ہوتی ہے۔ یاد رکھئے ایک غلط آدمی کی تقرری تین نسلوں کو برباد کرتی رہتی ہے۔

مدرسہ کا موجودہ نصاب تقریباً پچاس سال قبل مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کی زیر نگرانی مرتب ہوا تھا یہ نصاب تقریباً اب بھی وہی ہے جو عصری تقاضوں کو بالکل پورا نہیں کرتا مثلاً عالم میں، ادب میں سبعہ معلقہ دیوان حماسہ، دیوان متنبّی، مقامات حریری وغیرہ ہیں۔ فاضل میں دیوان امرأالقیس، دیوان عمرو ابن ربیعہ، دیوان ابوتمام، رنات المثالث والمثانی وغیرہ درس میں داخل ہیں۔ بورڈ میں نصاب کے لئے کتابوں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے کمیٹی کی تشکیل کی گئی، کمیٹی کے ممبران سر جوڑ کر بیٹھے مگر کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا، فوقانیہ اور میٹرک تک تو نئی کتابیں مرتب کی گئی ہیں مگر مولوی سے فاضل اور آئی، اے سے ایم، اے تک کے لئے نہ نئی کتابیں دستیاب ہیں اور نہ ان کی طباعت اور اشاعت کا انتظام ہے، کم وبیش یہی حال بہار کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی تعلیم کا ہے۔ اس وقت بہار میں چھ یونیورسٹیاں ہیں، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گریجویشن سطح تک صرف پٹنہ یونیورسٹی کے پٹنہ کالج میں مگدھ یونیورسٹی کے اورینٹل کالج میں اور متھلا یونیورسٹی کے ملت کالج میں عربی کی تعلیم کا نظم ہے، یونیورسٹی سطح تک صرف پٹنہ یونیورسٹی میں عربی کی تعلیم کا نظم ہے یہاں بھی نصاب کی کتابیں پچاس سال پرانی ہیں بی، اے پاس اور آنرز میں دیوان متنبّی، دیوان حماسہ، رنات المثالث والمثانی، ترجمہ پارہ عم، عروض وبلاغت اور گرامر وغیرہ کی کتابیں ہیں۔ ایم، اے میں دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ، دیوان حافظ ابرہیم،

Marfat.com

مقامات حریری، النظرات، سیرت ابن ہشام جیسی کتابیں عرصہ دراز سے پڑھائی جارہی ہیں مدرسہ اور کالجوں میں غیر ضروری طور پر گرامر میں الجھا دیا جاتا ہے، صرف ونحو پڑھانے کا طریقہ بھی ناقص ہے۔

زمانہ سرعت سے تغیر پذیر ہے۔ ہم بھی بدلتی ہوئی قدروں کا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ مگر نہ تو نئی کتابیں ملتی ہیں اور نہ ان کی اشاعت کا انتظام ہے۔ ہم عربی زبان وادب کے جدید رجحان سے بھی واقف نہیں۔ عرب دنیا میں افسانے، ناول، ڈراموں اور شاعری میں کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں نئے رجحانات نے کیا رخ اختیار کیا ہے، اس سے ہم بالکل واقف نہیں۔ عرب دنیا میں سائنس اور ٹکنالوجی میں کیا کیا دریافت ہوئی ہے اس کا بھی ہمیں پتہ نہیں، عربی زبان وادب کے ساتھ ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ایم، اے کرنے کے بعد ہمارے طلبہ کی اکثریت عربی نہ بول سکتی ہے اور نہ لکھ سکتی ہے، فارسی اور انگریزی میں صورت حال بالکل مختلف ہے، انٹر ہی سے لڑکے انگریزی اور فارسی میں لکھنے اور بولنے لگتے ہیں۔ ایرانی سفارتخانہ طلباء کی کتابوں سے مدد بھی کرتا ہے، مگر جب عرب سفارتخانوں کو خط لکھا جاتا ہے تو وہ جواب کی بھی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔

آج ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہم عربی کیوں پڑھیں، کسی بھی مضمون کا تعلق جب تک روزگار سے نہ ہوگا اس میں ذی علم لوگ پیدا نہیں ہو سکتے یہ سوال اہم ہے کہ عربی زبان کا تعلق روزگار سے کیسے پیدا کیا جائے۔ بعض محدود امکانات سے اقتصادی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا ہم لوگ باتیں تو بہت کرتے ہیں۔ سیمینار اور سمپوزیم بھی کرتے ہیں، تجویزیں بھی پاس ہوتی ہیں اور پھر بات وہیں ختم ہوجاتی ہے جہاں سے شروع ہوئی تھی۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی ترویج وارتقاء کے سلسلے میں یہاں میں چند مشورے دینا چاہتا ہوں۔

۱- جدید کتابوں کی طباعت اور اشاعت۔

۲- ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں کیلئے یکساں نصاب تعلیم۔

۳- تکلمی زبان سکھانے کے لئے مدارس اور کالجوں میں انتظام۔

Marfat.com

۴-عرب ممالک سے طلباء کا تبادلہ۔

۵-عربی بولنے والے ممالک سے اساتذہ کے تبادلہ کا انتظام۔

۶-اخبارات، رسائل اور کتابوں کا عرب ممالک سے تبادلہ۔

خوش قسمتی سے اس وقت یہاں اس سیمینار میں ہندوستان میں عربی زبان وادب کے ممتاز اسکالرس اور اساتذہ موجود ہیں۔ سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھیں اور ہندوستان میں عربی زبان وادب کے فروغ کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔ آج عرب دنیا سے ہمارے سیاسی، تجارتی، ثقافتی اور معاشی تعلقات بہت قریب کے ہیں ایران سے بھی ہمارے گہرے روابط ہیں، ایران اور عرب دنیا میں تیل کی دولت نے ہمارے بہت سے ڈاکٹروں انجینیئروں اور دوسرے ماہرین فن کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے۔ ان سبھوں کو فارسی اور عربی پیشہ ورانہ ضرورت کیلئے سیکھنا ہے، اس کے لئے بھی انتظام کرنا ہے۔

آخر میں میں اس سیمینار کے منتظمین کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اتنا شاندار سیمینار کیا، خدا کرے اس سیمینار کا مفید مقصد برآمد ہو۔

(ڈاکٹر اطہر شیر)

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ

• • •

Marfat.com

# احوال وآثار حضرت علی ہجویری

سرزمین ہندوستان علم روحانیت کے فروغ کے لئے زمانۂ قدیم سے ہی زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ یہاں کے مختلف مذہبوں کا پس منظر ترک دنیا کے رنگارنگ فلسفوں سے مزین ہے، حصول دنیا سے دستیاب ہونے والی خوشیوں کے مقابلہ میں قدیم ہندوستانیوں نے عبادت الٰہی سے ملنے والی دائمی خوشی کو فوقیت دی، ان اسباب کی بنا پر ہندوستان کی مٹی فطری طور پر ہی صوفیانہ طرز تفکر کے لئے بہت موزوں تھی روحانیت کی یہ کشش تصوف اسلام کو اپنی طرف راغب کئے بغیر نہ رہ سکی۔

تصوف کو قبولیت عام ملنے کے ساتھ ہی دنیا کی الگ الگ قومیں اور الگ الگ مذاہب اس کا منبع اپنے یہاں ڈھونڈنے لگے، ایران کے قدیم مذاہب جیسے زرتشت مذدک اور مانی میں ان کا پتا لگایا جانے لگا جو پہلے سے اسلامی تصوف کا جز تھیں، یونانیوں نے صوفی لفظ کا اشتقاق ہی گریک زبان میں ڈھونڈھ نکالا، ہندوستان میں وید کو تصوف کا منبع قرار دیا جانے لگا(۱)۔

دیگر محققین کا خیال ہے کہ سیف الدین گازورنی ہندوستان میں آنے والے پہلے صوفی تھے جو سیف الدین ابواسحاق کے چچا تھے (۲) ت ۴۳۶ھ/۱۰۳۲-۱۰۳۳ء)۔

متعدد حقائق کو دیکھتے ہوئے وہ پہلے صوفی جن کی ہندوستان میں آمد تمام شکوک سے ماوراء ہے حضرت علی ہجویری ہیں، انہوں نے فارسی ادب کو تصوف کی پہلی کتاب اور دنیائے اسلام کو ایسی کسوٹی عطا کی جس کے ذریعہ تصوف کو تصوف الحاقی سے متمیز کیا جانا

---

(1) Preface to the Translation of Tazkiratul Aulia by Dr, Bankey Bihari Pg. x Lahore 1961.

(2) S. Athar Abbas Rizwi- A History of sufism in India vol 1 p 110 Munshi Ram Manohar Lal 1972 (HSI)

Marfat.com

ممکن ہوسکا۔

حضرت ہجویری کا نسب نامہ حضرت امام حسین تک پہونچتا ہے ان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

حضرت علی ہجویری بن عثمان علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع ابن ابوالحسن بن حسن اصغر بن زید شہید بن امام حسین بن حضرت علی۔

زیادہ تر تذکرہ نگار اوپر نقل کئے گئے سلسلۂ نسب سے متفق ہیں لیکن تاریخ جلالی کے مصنف نے اوپر دیئے گئے سلسلہ میں شاہ شجاع کے نام کی جگہ عبداللہ کا اضافہ کیا ہے(۱) انہوں نے اس نئے امر کی نشاندہی کرنے والے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے، یوروپی محققین جنہوں نے ہجویری کے سلسلہ میں گراں قدر کام کئے ہیں جیسے براون نکلس اور آربری نسب نامہ کی بحث سے دامن بچالے گئے ہیں، روسی محقق ژھوکووسکی اور فہرست مخطوطات کے مدون جیسے ایتہ ریو اور ایوانوو نے بھی اس مسئلہ پر سکوت سے کام لیا ہے۔

حضرت ہجویری کا اصلی نام علی تھا عرفیت ابوالحسن تھی اور وہ داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور تھے، تمام تذکرہ نویسوں، مورخوں اور محققین نے آپ کی کنیت متفقہ طور پر ابوالحسن ہی لکھی ہے(۲) مگر استاد سعید نفیسی نے اپنی مشہور تصنیف ''تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان پارسی'' میں ان کی کنیت ابواسحٰق لکھی ہے، استاد سعید نفیسی نے اس نئے امر کی نشاندہی کرتے وقت کوئی حوالہ نہیں پیش کیا ہے۔

حضرت ہجویری کی عرفیت داتا گنج بخش تذکرہ نویسوں کے لئے متنازع فیہ بحث بنی ہوئی ہے۔ اس عرفیت کے معروف ہونے کے سلسلہ میں حسین زنجانی فوایدالفواد میں لکھتے ہیں کہ حضرت معین الدین چشتی نے (۵۰۰ھ/۱۱۰۶-۱۱۰۷ء) میں حضرت ہجویری کے مزار

---

(۱) تاریخ جلالیہ ص ۲۰۴ بحوالہ محمد صبوری در دیباچہ ترجمہ کشف المحجوب اردو، لاہور ۱۹۷۸ از معین الدین (ک م م)

(۲) تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان پارسی از سعید نفیسی جلد اول ص ۶۵ چاپ فروغ ایران مہر ماہ ۱۳۴۴ ہجری شمسی (ت ن ن)۔

Marfat.com

پر چلہ کشی کی (۱)، عبادت اور ریاضت کے ذریعہ خواجہ نے حضرت ہجویری سے تماس روحانی پیدا کیا، خواجہ کو اپنے مرشد ہجویری کی جانب سے یہ القا ہوا کہ وہ ہندوستان کی طرف کوچ کریں، خواجہ کو چونکہ حضرت ہجویری سے روحانیت کا خزانہ حاصل ہوا تھا اس لئے اس موقعہ پر انہوں نے یہ شعر پڑھا (۲)

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا　　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہ نما

اور اسی کے بعد سے حضرت ہجویری کی عرفیت گنج بخش ہو گئی۔ حضرت ہجویری کی عرفیت گنج بخش میں داتا کا اضافہ حتمی طور پر بعد کے زمانہ میں ہوا، داتا خالص ہندوستانی لفظ ہے، بخش کی موجودگی کے ساتھ تقریباً ہم معنی لفظ کا اضافہ اس امر کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ اس کا اضافہ ایسے عوام کی طرف سے ہوا جو عربی فارسی سے ناواقف تھے۔

کوئی تعجب نہیں جو اس لفظ کا اضافہ ایسے ہندو معتقدین کے ذریعہ ہوا ہو جو مسلمان فقیروں کیلئے عزت واحترام کے جذبات رکھتے تھے۔

حضرت ہجویری غزنی میں پیدا ہوئے، آپ کا بچپن ہجویر اور جلاب نام کے غزنی کے دو محلوں میں گزرا (۳) یہی سبب ہے کہ وہ کشف المحجوب میں خود کو ہجویر اور جلاب دونوں جگہوں سے منسوب کرتے ہیں اگرچہ ہجویری نے اپنی زندگی کے اہم شب و روز لاہور میں گزارے اور ان کی شہرت تام جو کشف المحجوب کی تصنیف کے باعث حاصل ہوئی قیام ہندوستان کا ہی عطیہ تھی، لیکن انہوں نے کبھی بھی خود کو ہندوستان سے منسوب نہیں کیا اور نہ ہی اپنے ہندوستان کے تعلقات پر کسی طرح کا فخر کیا۔

حضرت ہجویری کی پیدائش کے سلسلہ میں عام طور پر متذکرین خاموش ہیں۔

پروفیسر علم الدین سالک کے مطابق حضرت ہجویری کی پیدائش محمود غزنوی کے

---

(۱) فوائد الفواد نولکشور لکھنؤ ص ۳۵ (ف ف)۔

(۲) ایضاً　"　"

(۳) ڈاکٹر رضازادہ شفق، تاریخ ادبیات ایران مترجمہ مبارز الدین رفعت ص ۳۵۴ ندوۃ المصنفین دہلی۔

Marfat.com

آخری دور یا مسعود غزنوی کے دور اول میں ہوئی ہوگی (۱) نکلسن بھی ان کی پیدائش کے سلسلہ میں اسی طرح کے سنین کا تعین کرتے ہیں۔

حضرت ہجویری کا سال وفات الگ الگ متذکرین نے الگ الگ درج کیا ہے، ان کے سنین (۴۵۶/۱۰۶۳-۱۰۶۴ء) سے شروع ہوکر (۴۶۹ھ/۱۰۷۶-۱۰۷۷ء) کے بعد تک ملتے ہیں، سن وفات کا تعین کرنے سے پہلے ان سنین کا ذکر ضروری ہے جو ہجویری کی وفات سے منسوب کئے جاتے ہیں، قدیم ترین سن وفات جس کا حوالہ نکلسن کے ذریعہ ملتا ہے (۴۵۶ھ/۱۰۶۳-۱۰۶۴ء) ہے (۲) تذکرۃ الآصفیۃ کے مطابق ہجویری کا انتقال (۴۶۴ھ/۱۰۷۱-۱۰۷۲ء) میں ہوا۔ (۳)

نفحات الانس کے مطابق ہجویری کا انتقال (۴۶۵/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء) میں ہوا۔ (۴)

غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں بھی ان کا سن وفات (۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء) ہی درج کیا ہے۔ (۵)

محققین کا دوسرا گروہ ان کی تاریخ وفات (۴۶۶ھ/۱۰۷۳-۱۰۷۴ء) مان کر چلتا ہے، ایک شاعر نے ان کی تاریخ وفات کے لئے نوشتہ زیر قطع کہا ہے۔ جس سے اسی سن کا اخراج ہوتا ہے (۶)

چوں آن شاہ جہاں اندر جہاں شد . زسرور سال وی سرور عیان شد

دیگر بہت سے محققین نے بھی اسی سن وفات کو درست مانا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہجویری کے انتقال کا صحیح سن کیا مانا جائے، یہ طے ہوجانے کے بعد کہ ان کا انتقال ۴۶۹ھ/۱۰۷۶ء میں بھی ہوسکتا ہے اور ۴۶۹ھ/۱۰۷۷ یا اس کے بعد انتقال کے امکان

---

(۱) ک،م،ژ،۳۶۰ K.M.N xix(۲)

(۳) تذکرۃ الآصفیۃ از مفتی غلام سرور ص ۲۳۰ بحوالہ ک م م ص ۲۲، ۲۴ ایضاً ص ۲۱۔

(۴) نفحات الانس جامی ص ۱۹۲ نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۵ (ج)

(۵) سرور آزاد ص ۴۰۔ (۶) ا۔ل۔۵

Marfat.com

بہت کم ہیں صرف تین سنین بچتے ہیں جن کے بیچ تصفیہ کئے جانے کی ضرورت ہے۴۶۴، ۴۶۵اور۴۶۶ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء سے ان کا انتقال ۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء میں ہونے کے امکان زیادہ ہیں، اس کے اسباب یہ ہیں اول: زیادہ تر تذکروں نے ۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ہی انکا سال وفات بتایا ہے۔ دوم: ہجویری کا مزار اسی سن کی نشاندہی کرتا ہے(۱)۔ سوم: کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے بھی حضرت ہجویری کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء درج کی ہے(۲) چہارم: بعد کے تذکرہ نگار جیسے فریدالدین عطار اور جامی(۳) نے بھی ان کا سن وفات ۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء ہی درج کیا ہے۔ پنجم: سن وفات ۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء کسی بھی اہم تذکرہ میں دستیاب نہیں ہے۔

جناب عبدالصبور نے ہجویری کی ہندوستان میں آمد کا دور (۴۳۱-۴۲۱ھ/ ۱۰۴۰-۱۰۳۰ء) طے کیا ہے(۴)، لیکن اطہر عباس رضوی صاحب کے قول کے مطابق وہ ہندوستان مسعود غزنوی کے زمانہ میں ۱۰۳۵/۳۰-۵۲۹ھ میں آئے(۵)۔

حضرت ہجویری اپنے بھائی شیخ ابوسعید ہجویری اور شیخ احمد سرخسی کے ساتھ ہندوستان آئے(۶)، رسالہ عدلیہ کے مطابق ابوسعید ہجویری اور علی ہجویری پیر بھائی تھے(۷)۔

ہجویری کی زندگی کا بیشتر حصہ سیاحت میں بسر ہوا(۸)۔ ورود ہندوستان سے قبل بھی وہ بہت سی جگہوں کے سفر کر چکے تھے، بزرگان دین کے مزاروں کی زیارت بھی کر چکے تھے۔

حضرت ہجویری کا سفر عراق ان کی زندگی کا ایک اہم سفر تھا، اس سفر نے ان کو ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کرنے کا موقع دیا جس نے ہجویری کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا، حضرت ہجویری اپنے قول کے مطابق تقریباً گیارہ سال(۹) تک ازدواج سے

---

(۱) کشف المحجوب ترجمہ اردو از میاں طفیل محمد ص ۴۳ مرکزی مکتب اسلامی دہلی (ک م ط) نیز ا۔ل۔۵

(۲) K. M. N xx (۳) ج۲۹۱

(۴) مآثر لاہور مؤلف منشی محمد الدین فوق بحوالہ ا ل ص ا

(۵) H.S.I 109. (۶) ک م ژ ۲۰۱

(۷) رسالہ عدلیہ از یعقوب بن عثمان پندرہویں صدی بحوالہ N M K xix

(۸) N M K xvii (۹) بعض نسخوں کے مطابق پندرہ سال

Marfat.com

دامن بچاتے رہے (۱) لیکن آخر کار ازدواج کرنا پڑا، ایک سال تک اپنی ازدواجی زندگی میں وہ ایسے غرق ہوئے کہ بقول خود گمراہی کی طرف راغب ہوئے تھے۔ (۲)

وہ آخری سفر جس کا حوالہ کشف المحجوب میں ملتا ہے شام کا سفر ہے (۳) شام میں وہ اپنے استاد حسن خطلی سے بہت نزدیک تھے، ان کے انتقال کے وقت ان کا سر آپ کی گود میں تھا (۴) ۴۵۷-۴۵۸/ ۱۰۶۵ھ میں ان کے انتقال کے بعد ہجویری نے لاہور کا عزم آخری بار کیا اور تاحیات یہیں مقیم رہے۔

حضرت ہجویری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تحصیل و ترویج علم حقیقی میں صرف کیا، سیاحت کے دوران دبستان خیال کے عالموں سے آپ کی ملاقات ہوئی، چونکہ آپ علم کے عملی پہلو سے عقیدت رکھتے تھے لہذا اپنے علم اور استدراک کو تمام مخلوق تک پہونچانے کیلئے ہمہ وقت علم کا سہارا لیا نتیجہ کے طور پر بیش بہا تصانیف آپ کے قلم سے وجود میں آئیں، کشف المحجوب میں تقریبا دس تصانیف کا حوالہ ملتا ہے۔ لیکن یہ سخت افسوس کی بات ہے کہ ان تمام دس تصانیف میں سے صرف کشف المحجوب ہی ہم تک پہونچ سکی ہے، دیگر کتابوں کے صرف نام ہی ملتے ہیں کیونکہ ان میں سے زیادہ تر کتابیں یا تو ضائع ہوگئیں یا سرقہ کی نذر ہوگئیں، سعید نفیسی نے کشف المحجوب کے علاوہ صرف ایک کتاب کا ذکر کیا ہے وہ ہے الرعایۃ الی حقوق اللہ تعالی۔ (۵)

حضرت ہجویری کی جن کتابوں کا ذکر کشف المحجوب میں ملتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:
دیوان شعر، منہاج الدین، فنا و بقا، اسرار الخرق والمؤنات، الرعایۃ الی حقوق اللہ تعالی، کتاب البیان الی اھل العیان، ایمان، نحو القلوب، فرق فرق، کشف الاسرار، کشف المحجوب۔

کشف المحجوب: یہ کتاب صرف حضرت ہجویری یا ہندوستانی فارسی کی ہی نہیں بلکہ تمام فارسی ادب کی ایک اہم تصنیف ہے، فارسی میں تصوف پر لکھی گئی متفرقہ تصنیفات

---

(۱) ک م ژ ۴۷۶ (۲) ایضا
(۳) H.S.I.112 (۴) Ibid
(۵) ت ن ن ہ ء

Marfat.com

میں اسے شرف اولیت حاصل ہے۔ بعض محققین کے قول کے مطابق کشف المحجوب کی تصنیف سے کچھ ہی پہلے شیخ ابو بکر بن اسحٰق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلاباذی کی تصنیف ''التصوف'' کا ترجمہ ابو ابراہیم بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ المستملی البخاری نے (۴۳۴ھ/۱۰۴۲-۱۰۴۳ء) فارسی میں کیا۔ اس مترجمہ کتاب کا نام ''کتاب الصرف المذہب النصف'' رکھا (۱)۔ اس طرح فارسی میں تصوف پر لکھی گئی یہ پہلی کتاب ہوئی، مگر یہ دلیل درست نہیں ہے، کیونکہ یہ کتاب اول عربی سے ترجمہ ہے دوم یہ کہ اس کا موضوع تصوف نہ ہو کر مذہب ہے، اس طرح اس مترجمہ کتاب سے کشف المحجوب کی اہمیت اور فوقیت پر کوئی آنچ نہیں آتی ہے۔

کشف المحجوب کے مصنف نے اپنی تصنیف کا نام بار بار دہرایا ہے، ہر جگہ بلا تفریق اس تصنیف کا نام صرف کشف المحجوب ہی آیا ہے، لیکن نکلسن ریو اور ایتہ نے اس تصنیف کا پورا نام کشف المحجوب لأرباب القلوب رکھا ہے، قابل یورپی محققین کا منبع اشتباہ محمد پارسا نقشبندیہ کی تصنیف (۲) ''الخطاب لوصل الأحباب'' ہے جس میں انہوں نے کشف المحجوب کا غلط نام درج کر دیا ہے، حاجی خلیفہ کی تصنیف کشف الظنون (۳) بھی جو تقریباً دو سو سال بعد لکھی گئی اس غلطی سے مبرا نہ رہ سکی۔

کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی آخری تصنیف تھی اور زندگی کے اواخر میں پائے تکمیل کو پہونچی اس طرح یہ (۴۶۵ھ/۱۰۷۲-۱۰۷۳ء) سے کچھ پہلے وجود میں آئی ہوگی۔

یہ کتاب پہلی بار گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور سے (۱۳۲۹-۳۰ھ/۱۹۱۱ء) سے پہلے شائع ہوئی، کیونکہ نکلسن نے کشف المحجوب کے انگریزی ترجمہ میں جو باختصار لکھا گیا تھا اور (۱۳۲۹-۱۳۳۰/۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا تھا لاہور اڈیشن کا حوالہ دیا ہے، وہ لکھتے ہیں (۴):

---

(۱) ک م ژ - آثار ہجویری از عباسی ص نوزدہ

(۲) وفات ۸۲۲ھ حاجی خلیفہ جلد ۵ ص ۲۵ ک م ژ پنجاہ و دو

(۳) ک م ژ پنجاہ و دو (۴) K.M.N xxviii

Marfat.com

"The lahore edition is inaccurate speciallay in the spellings of name,but most of its mistakes are easy to amend. The text closely ogress with the two mss (of Ethe & Riev)"

یہ ترجمہ انگریزی میں بے حد مقبول ہوا۔

جس وقت نکلسن کشف المحجوب پر قلم فرسائی کر رہے تھے بالکل اسی وقت روس میں ولنتائن ژھوکووسکی کشف المحجوب کا بے بہا نسخہ تیار کرنے میں مشغول تھے، نکلسن لکھتے ہیں(۱)۔

"IT (Kashful mahjub) has been lithographed at Lahore and prof. Schukuviski of St. Petershing is as now I understand is Engaged in prepairing a critical text".

درحقیقت ژھوکووسکی نے تنقیدی متن ۲۴-۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں ہی تیار کر لیا تھا(۲)، تدوین کے لئے انہوں نے ان پانچ نسخوں کی مدد لی تھی جو روس کی مختلف لائبریریوں میں موجود تھے-۲۴-۱۳۲۳/۱۹۰۵ء میں محض مقدمہ لکھنے کا کام رہ گیا تھا لیکن یہ کام ۳۳-۱۳۳۲/۱۹۱۴ء میں جا کر پورا ہوا(۳)۔اسی سال ہندوستان میں کشف المحجوب کا ایک اور نسخہ چھپ کر سامنے آ گیا۔سن ۳۸-۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں ژھوکووسکی کا انتقال ہو گیا اور محنت اور کوشش سے تیار کیا گیا ان کا یہ نادر نسخہ دنیا کے سامنے نہ آ سکا۔

سن ۱۹۲۶ء میں لینن گراڈ یونیورسٹی نے یہ کتاب شائع کی،اس طرح ژھوکووسکی نے جس کام کا بیڑا سب سے پہلے اٹھایا تھا وہ زمانہ کے لحاظ سے چوتھے نمبر پر آ گیا مگر اس میں دو رائے نہیں کہ ان کی محنت نے رنگ دکھایا اور یہ متن اب تک شائع شدہ تمام متون میں سب سے زیادہ مقبول اور معتبر ہے،اسی متن کو سن ۱۳۳۶ھ/ ۵۸-۱۹۵۷م میں ایران سے شائع کیا گیا،روسی زبان میں لکھے گئے مقدموں کا فارسی زبان میں ترجمہ محمد عباسی نے کیا۔

---

(۱) IBID

(۲) ک م ژ دیباچہ از رماسکیوچ A.Romaskievitch س ی د س ہ

(۳) ک م ژ دیباچہ از رماسکیوچ A. Romaskievitch

Marfat.com

سن ۱۳۳۵ھ ماہ شوال/۱۴ سمتبر ۱۹۱۲ء میں اس کتاب کی طباعت سلیانوف مطبع سے ہوئی، کتاب پر پریس کا نام روسی زبان میں دیا گیا ہے یہ کتاب لکھنو یونیورسٹی کی ٹیگور لائبریری میں موجود ہے۔

حضرت ہجویری گرچہ صوفی تھے اور اہل صفا کی اہمیت کو جگہ جگہ پر واضح کرتے ہوئے انہیں خدا کی طرف سے ذمہ داریوں کا حامل مانا ہے مگر ان کے حسب ذیل خیالات اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ صوفی اسلامی ارکان کی پابندیوں سے ہرگز آزاد نہیں ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں:

خراسان میں چند صوفی ایسے تھے جو خود کو انبیاء سے بالاتر سمجھتے تھے، حضرت ہجویری ایسے خیالات کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۱) ''وہیچ کس از علماء اہل سنت و محققان ایں طریقت اندریں خلاف نکنند بجز گروہے از حشویان کہ مجسمہ اہل خراسانند و خود را ولی خوانند و بدرست ولی انداما ولی شیطان وایشاں گویند اولیاء فاضل تر از انبیاء اند..... پس یک نفس اولیا فاضلتر از ہمہ روزگار و ہمہ اولیاء (۲)''..... ہندوستان میں دو ایسے گروہ تھے جو بر ہمہ اور اولیا میں فرق نہیں کرتے تھے۔ یہ گروہ حشویان اور ملولی تھے، ان کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں (۳) ''ودر جملہ ایں دو گروہ کہ مدعی بہ اسلام اند موافق اند اندر نفی تخصیص انبیاء و برھمہ و ہر کہ مبر نفی انبیار ا اعتقاد کند کافر شود''

کچھ گروہ معرفت کو الہامی مانتے تھے اس غیر اسلامی نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۴) ''گروہی گفتہ اند کہ معرفت الھامی است وایں نیز محالست و آنچہ معرفت را برھان باطل وحق است واہل الھام را بر خطا وصواب برھان نباشد از آنچہ یکے گوید کہ بمن الھام ست کہ خداوند تعالی امر امکان نیست و یکے گوید کہ مرا الھام چنانست کہ در امکانست لامحالہ اندر دو دعوی متضاد حق بنزدیک یکے باشد و ھر دو بالھام دعوی کنند و لامحالہ ممیّزی بیاید تا فرق کند میان صدق و کذب ایں دو مدعی آنگاہ بدلیل دانستہ باشد و حکم الھام باطل بود و ایں قول بر اہمہ است''۔

---

(۱) ک م ژ ۳۵۳ (۲) " " ۳۵۴

(۳) " " ۳۵۴ (۴) " " ۳۵۴

Marfat.com

نماز کے سلسلہ میں مختلف گروہان صوفیا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نماز ہر صوفی پر لازم ہے(۱) ''من کہ علی بن عثمان جلابی ام می گویم کہ نماز امراست نہ آلت حضور نہ آلت غیبت''۔

اوپر دیئے گئے اعتراضات کے علاوہ حضرت ہجویری نے صوفیوں کو دو اصولوں پر ہمیشہ کاربند رہنے کی تلقین کی ہے ایک ہے راہ عتدال اختیار کرنا اور دوسرا ہے ظاہر پرستی سے پرہیز۔

حضرت ہجویری رقص کے سخت مخالف ہیں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ (۲) ''بدانکہ اندر شریعت وطریقت مر رقص را ہیچ اصلی نیست از آنچہ آں لھو بود بہ اتفاق ہمہ عقلا چوں بجد باشد وچوں بھزل بود لغوی وھیچ کس از مشایخ آنرا نستودہ است واندران غلو نکردہ وہر اثر کہ اہل حشو اندران بیارند آں ہمہ باطل بود۔

حضرت ہجویری لباس پوشی کے سلسلہ میں بھی کافی معتدل تھے ان کا واضح اصول تھا کہ جب جیسے کپڑے مل جائیں پہن لینا چاہیئے۔ حضرت ہجویری نے سیاحت کے دوران اسی اصول کی پابندی کی، وہ ایسے کسی بھی لباس کے سخت خلاف تھے جس کے سبب صوفی میں ظاہری انفرادیت پیدا ہوتی ہو۔ ظاہری انفرادیت میں چونکہ دکھاوے کا جز شامل ہے اس لئے وہ عوام میں عام حیثیت سے رہنے کی غرض سے مخصوص لباس کے خلاف تھے۔

بلاشبہ حضرت ہجویری نے تصوف کے نام پر اسلام میں پھیلنے والی بہت سی برائیوں کی طرف سے اہل فکر کو آگاہ کیا مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت ہجویری نے کشف المحجوب کے ذریعہ اسلام کی بالکل صحیح شکل کی نمائندگی کی ہے۔ چونکہ وہ خود بھی صوفی تھے اس لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ پوری طرح تصوف کی برائیوں سے خود کو بچا سکتے، خود کشف المحجوب میں غیر اسلامی عناصر کا انکشاف اور ان پر بحث اصل موضوع سے بیحد انحراف ہوگا لہذا یہ موضوع یہیں ختم کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر حفیظ الدین احمد کرمانی)
شعبۂ فارسی، ہندو یونیورسٹی بنارس

• • •

(۱) ک م ژ ۳۸۸ (۲) ایضا ۵۴۱-۵۴۲

Marfat.com

# اسلامی مخطوطات کی فہرست سازی اور تحفظ

میں اس وقت ہندوستان کے سرکاری، نیم سرکاری اداروں، ذاتی کتب خانوں اور افراد کے پاس جو بیش بہا مخطوطات کا ذخیرہ موجود ہے اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، مشہور اداروں میں سے بعض کی جزوی فہرست شائع ہو چکی ہے لیکن بیشتر اداروں کی تفصیلی فہرست ابھی تک شائع نہیں ہو پائی ہے لہذا ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ کس ادارے کے پاس کون سا اہم مخطوطہ ہے۔

ذاتی کتب خانوں اور افراد کے پاس بھی کافی تعداد میں مخطوطات موجود ہیں، بیشتر ایسے حضرات کتب خانوں کے مالک ہیں جو ان کی افادیت و اہمیت سے بے بہرہ ہیں بس خاندانی تبرک سمجھ کر ان کی حفاظت کر رہے ہیں، مخطوطات کی حفاظت کرنا ایک مشکل کام ہے کیونکہ وہ کرم خوردہ ہو چلے ہیں، چونکہ اب قدیم علوم کا ذوق و شوق کم ہو گیا ہے بیشتر علوم متداول نہیں رہے اور نئی نسل کی زبان بدل گئی ہے لہذا اپنے ہی خاندانی ذخیروں سے بے بہرہ ہیں۔

شمالی ہندوستان میں مخطوطات کے تین قدیم اور اہم مراکز ہیں خدا بخش لائبریری پٹنہ، رضا لائبریری رام پور، اور مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، ان تینوں میں تقریباً ایک لاکھ مخطوطات محفوظ ہیں، مگر ان اداروں کی بھی مکمل تفصیلی فہرست شائع نہیں ہو سکی ہے، اس کی بڑی وجہ فہرست سازی اور طباعت کے لئے کافی رقم کی عدم فراہمی ہے یہ ادارے اپنے اسٹاف اور مخطوطات کے تحفظ کیلئے بس بجٹ فراہم کر پاتے ہیں، مخطوطات کی خریداری کے لئے برائے نام رقم فراہم ہو پاتی ہے۔

مذکورہ بالا اداروں کے علاوہ دیگر قدیم اداروں اور درسگاہوں کے کتب خانے، جیسے دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنو اور دارالمصنفین اعظم گڈھ کے پاس بھی تفصیلی

Marfat.com

فہرست مطبوعہ نہیں ہے علاوہ ازیں ہر ہر شہر اور قصبے میں مسلم اداروں کے علاوہ برادران وطن کے اداروں میں بھی خاص تعداد میں مخطوطات کس مپرسی کے عالم میں الماریوں میں بند پڑے ہیں جن کی شاذ و نادر مختصر سی تشنہ فہرستیں موجود ہیں، اکثر اداروں میں تو کیڑے مکوڑے کھا رہے ہیں اگر ان منتشر اداروں کے مخطوطات کا جائزہ لیا جائے تو صرف شمالی ہندوستان میں ان کی تعداد تقریبا دو لاکھ ہو جائے گی جن کی اہمیت سے اہل علم ناواقف ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق ہندستان کے مشہور و معروف اداروں میں تقریبا تین لاکھ مخطوطات محفوظ ہیں جب کہ غیر معروف اداروں اور افراد کے پاس ۷ سے ۱۰ لاکھ مخطوطات لاپروائی اور بے اعتنائی کی حالت میں پڑے ہیں۔

حکومت کی طرف سے خصوصی دلچسپی اسلامی مخطوطات کے تحفظ و بقاء کے لئے نہیں ہے بلکہ سرد مہری ہے، جو سرکاری ادارے ہیں ان کے سربراہ ایسے ہیں جو اسلامی علوم سے بے بہرہ اور برائے نام فارسی و عربی سے ان کو شغف ہے وہ بھی صرف عہدہ حاصل کرنے کے لئے، جب اداروں کے سربراہ ایسے ہوں گے تو پھر کیونکر وہ اسلامی علوم کے تحفظ و بقاء کا مزید سامان فراہم کر سکیں گے۔

اگر ہماری بھی عدم توجہی جاری رہی تو جو کچھ علمی اسلامی سرمایہ موجود ہے وہ کیڑے مکوڑوں کی نذر ہو جائے گا۔ برصغیر کی تقسیم سے اسلامی علوم کی جو تباہی ہوئی ہے وہ تمام اہل علم پر عیاں ہے، مخطوطات سن ۱۹۴۸-۱۹۴۷م میں کوڑیوں کے مول فروخت ہوئے ہیں سن ۱۹۴۷م سے اب تک پچھلے ۳۸ سالوں میں کم از کم ۵۰ فیصد مخطوطات ضائع ہو چکے ہیں ان علمی ذخیروں میں کتنے ہی ایسے مخطوطات تھے جو مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے تھے جن کا دوسرا نسخہ ناپید ہے۔

یہاں پر چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں، بنارس کو لیجئے یہاں پر مہاراجہ بنارس کی رام نگر کی لائبریری، ہندو یونیورسٹی، بھارت کلا بھون سنسکرت کالج، ناگری پرچارنی سبھا، جے نارائن کالج اور دوسرے قدیم اداروں میں مخطوطات کی خاصی تعداد ہے جس کا ہم کو

Marfat.com

خیال نہیں ہے۔

اسی طرح آگرہ میں سیٹ جانس کالج آگرہ، سعیدیہ لائبریری، مسلم لائبریری اور متعدد دیگر اداروں میں مخطوطات ہیں۔ اگر ہم صرف شمالی ہندوستان کے قدیم اداروں کا شمار کریں تو وہ کئی سو ہو جائیں گے جن کے یہاں مخطوطات موجود ہیں۔

لہذا جب ان منتشر مخطوطات کا جائزہ فہرست سازی کے نقطۂ نظر سے ہوگا تو پھر ان کی اہمیت بھی اجاگر ہوگی اور ان کے تحفظ کا جذبہ پروان چڑھے گا، جو مشہور ادارے ہیں ان کی فہرست شائع کی جائے، جو غیر معروف ادارے، ذاتی کتب خانے اور افراد کی ملک میں ہیں ان کو اگر وہ ادارے محفوظ رکھ سکتے ہیں تو پھر ان کو حاصل کر کے ایک مرکزی لائبریری میں محفوظ کیا جائے۔

اس اسکیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱-سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے مخطوطات کی مفصل فہرست سازی اور اس کی اشاعت۔

۲-ذاتی کتب خانوں کے مخطوطات کی فہرست سازی۔

۳-ایسے کتب خانے یا افراد جو مخطوطات کا تحفظ نہیں کر سکتے ان سے مخطوطات قیمتاً یا ھدیتاً حاصل کئے جائیں اور ان کو ایک مرکزی لائبریری میں رکھا جائے۔

ایک مرکزی لائبریری قائم کی جائے جس کے لئے معتد بہ فنڈ فراہم ہو۔ لائبریری تمام جدید سائنسی آلات اور تحفظ کے طریقوں سے لیس ہو۔

یقیناً یہ کام یادگار شاندار علمی کارنامہ ہوگا جس پر تمام عالم اسلام کو فخر ہوگا۔

مخطوطات کے اس طرح سے تحفظ کا خیال پچھلے ۲۵ سالہ تجربہ اور حالات کے تجزیہ کا نتیجہ ہے، سن ۱۹۷۱-۱۹۷۰م میں حکومت ایران کی طرف سے صرف فارسی مخطوطات کے جائزہ اور فہرست سازی کی اسکیم پر عمل شروع ہوا تھا مگر اس اسکیم کا دائرۂ کار صرف فارسی مخطوطات تک محدود تھا اس اسکیم پر شدت سے عمل نہیں ہو سکا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔

ابتدائی جائزہ کیلئے چند حضرات کا تقرر کیا جائے جو دو، دو افراد کے گروپ پر مشتمل

Marfat.com

ہواور بہ یک وقت عربی اورانگریزی دوزبانوں میں فہرست سازی ہو پھر مرکزی ادارے کو بھیج دیا جائے جہاں اس کوترتیب دے کرشائع کیا جائے، جائزے کیلئے اسلامی اداروں کے فارغ التحصیل طلباء کے علاوہ یونیورسٹیوں سے فارغ شدہ طلباء کا بھی تقرر کیا جائے۔ان کو ذمہ داری سونپنے سے قبل مولانا آزاد لائبریری علی گڈھ یا خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ میں اسلامی مخطوطات کا جائزہ لینے کے طریقوں کی ترتیب دیجائے جودو، تین ماہ کی مدت پر مشتمل ہو۔

ملک کے مشہور مخطوطات کے اداروں کے تعاون سے یہ کام شروع کیا جائے، ان کی ایک مشاورتی کمیٹی بنائی جائے اوراگران کی خدمت کی ضرورت ہوتو باقاعدہ ان سے مکمل استفادہ کیا جائے۔

آج کے اس سائنسی عہد میں مخطوطات ودستاویزات کومحفوظ کرنے کے بہت سے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں ان تمام طریقوں پہ عمل کیا جائے تو پھر بیش بہا علمی سرمایہ محفوظ رہ سکے گا، آج کے زمانہ میں فلم اور مائیکرو فلم، زی راکس کے ذریعہ کسی بھی مخطوطے کوشائع کیا جا سکتا ہے، دنیا کے کسی بھی گوشے میں لے جایا جاسکتا ہے، اب ریسرچ اور ابلاغ علم کے ذرائع اتنا آگے بڑھ چکے ہیں کہ اگر ہم اس سے استفادہ کریں تو پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو بحال کر سکتے ہیں اوران جواہر پاروں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اگر ہم نے مزید غفلت اور عدم توجہی کو اپنا شعار بنائے رکھا تو ہمارا بچا کھچا علمی سرمایہ تلف ہو جائے گا جو ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوگا، آیئے ہم مل کر عہد کریں کہ اپنے اسلاف کے شاندار علمی ماضی کے تحفظ کیلئے ہر طرح سے کام کریں گے۔

(جلال الدین)

بیت الحکمت، مرزا غالب روڈ، الہ آباد

• • •

Marfat.com

Marfat.com

7992

Marfat.com